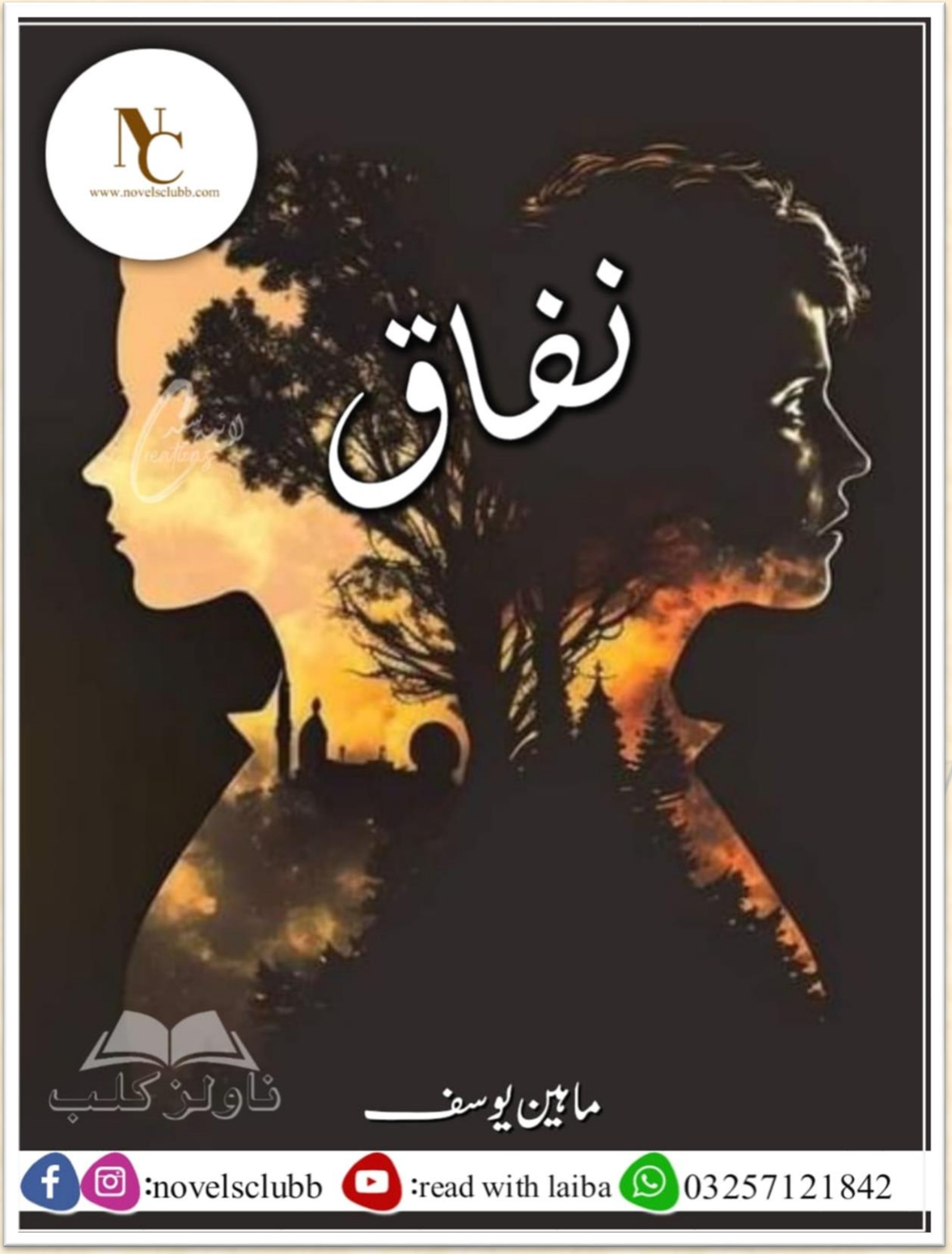
www.novelsclubb.com
نفاق
ناولز کلب
ماہین یوسف
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

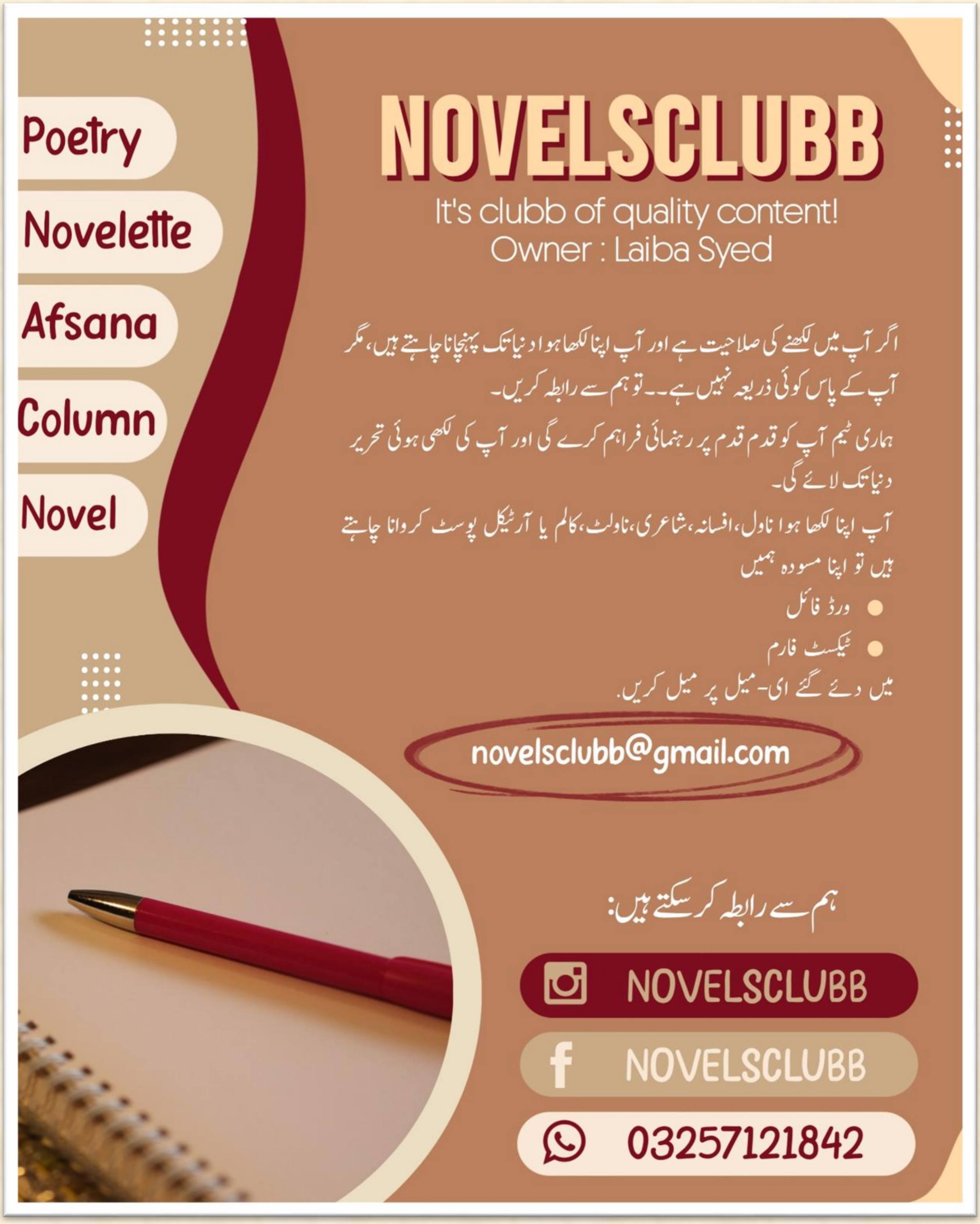
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

نفاق

از قلم

ماہین یوسف

Clubb of Quality Content

ناول "نفاق" کے تمام جملہ حق لکھاری "ماہین یوسف" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

انتساب

ہر اُس دل کے نام، جو اس سرابِ زیست میں ٹوٹنے کے بعد بھی دھڑک رہا ہے۔ سلام ہر اُس سر کش کو، جو اس سفاک دنیا کے زخم سہہ کر بھی ڈٹا ہے، ٹوٹا نہیں، بکھرا نہیں۔۔اور جینے سے بڑھ کر سروائیو کر رہا ہے۔

Clubb of Quality Content!

باب نمبر ۱

نفرت

میرے کندھے پر ایسے گناہ ہیں جو میں نے کیے ہی نہیں۔

میری باتوں میں منافقت ہے۔

میرے غم میں ایک محبت ہے۔

کیا تم دیکھتے ہو؟

شاید میرا سچ غلط تھا۔

میں نے تمہاری محبت سے سوال کیا تھا۔

تمہارے راستے بند تھے میں نے زبردستی نہیں کی۔

میں نے اپنے پھول کو مار ڈالا میں اسے زندہ نہیں رکھ سکتا۔

میں سن نہیں سکا تمہارا جانا خاموش تھا۔

میں کل یہ نہیں جان سکتا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کیا تم خاموشی سے واپس آؤ گے؟

مجھے نہیں لگتا۔

(بیلکی)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"کوئی ہے؟"

اس کے کپکپاتے لبوں سے نکلتی صدا خالی سرنگ کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس پلٹتی گونج بن کر اس کے کانوں میں بسیرا کر رہی تھی۔ وہ بے یقینی سے اپنے ہاتھوں سے دیواریں ٹٹولتی اندھیرے میں کسی کی موجودگی کی امید میں آگے بڑھ رہی تھی۔

"کوئی ہے؟"

سرنگ کی بے جان ہوا میں اس کی آواز تحلیل ہوتی جا رہی تھی۔ خوف کے مارے اس کی سانسیں بوجھل ہو چکی تھیں آنکھوں سے بہنے والے آنسو اس کے گالوں پر جمے ہوئے تھے۔

"ماما؟ بابا؟ آفتاب بھائی؟"

یہ صدا درد میں ڈوبی ہوئی تھی امید اور خوف کی کشمکش میں لپٹی ہوئی۔

دور کہیں پاس سے اک جانی پہچانی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی اس کی دھڑکن تیز ہو گئی۔وہ تنہا نہیں تھی۔آواز کی لرزش نے اس کے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ

اس کی کمزور سانسوں میں ایک نیا خوف سرایت کر چکا تھا۔اس نے گردن موڑی مگر کچھ دکھائی نہ دیا۔

(اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے ہیں حالانکہ وہ ایمان والے نہیں ہیں۔)

اس کو جیسے محسوس ہوا کے اس کے اکیلے اور کمزور وجود کے ساتھ دو اور وجود وہاں پر موجود ہیں۔

یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا-وَ مَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ

اپنے خوف پر تھوڑا قابو پا کر اس نے اپنے قدم ان آوازوں کی طرف بڑھا دیئے۔

(یہ لوگ اللہ کو اور ایمان والوں کو فریب دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ صرف اپنے آپ کو فریب دے رہے ہیں اور انہیں شعور نہیں۔)

فریب۔۔۔فریب اس کو جیسے کچھ یاد آنے لگا تھا۔اس کی سوچ کا سلسلہ جیسے پھر سے اس آواز نے توڑا۔

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ۔

اب کی بار اس نے غور کیا تو ذہن کے پردوں پر ایک شخص کا اس آواز میں بات کرتے وقت چہرا لہرایا۔یہ آواز۔۔۔یہ آواز توذ کا کی ہے۔اس کے قدم بے اختیار آگے بڑھے۔اب وہ نیم تاریکی میں کسی ہیبت ناک سائے کو دیکھ سکتی تھی۔ایک اونچے پتھر پر سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھا ہوا شخص۔۔۔تلاوت میں مگن تھا۔

(ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری میں اور اضافہ کر دیا۔)

اس کی حیرت کو پھر سے اس دوسری آواز نے توڑا۔لڑکی نے وہاں نظر اٹھا کر دیکھنا چاہا تو کچھ پل کے لیے وہاں سے نکلتی روشنی اس کی آنکھوں کو اندھا کر گئی۔

چند پل بعد اس کا چہرا واضح ہوا تو لڑکی کے قدم وہیں زنجیر ہو گئے۔اس کو لگا وہ کبھی وہاں سے آگے نہیں بڑھ پائے گی۔

(اور ان کے لئے ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے دردناک عذاب ہے۔)

ترجمہ پڑھنے والے نے آیت کا ترجمہ مکمل کر کے اپنے ساتھ بیٹھے ذکا کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا

تو وہاں جہاں تھوڑی بہت روشنی تھی وہ بھی غائب ہو گئی۔

لڑکی کی باوجود کوشش کے بعد اس کے حلق سے صرف ایک لفظ ادا ہو پایا۔

"شہ شہرام؟"

ابھی وہ اس حیرت کے حصار میں تھی کہ کسی اور آواز نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی۔

تیسری آواز۔۔۔ مگر یہ آواز کسی مرد کی نہیں تھی۔ایک لمحے کے لیے دل و دماغ نے کام کرنا

چھوڑ دیا۔وہ غور کرنا چاہتی تھی مگر روشنی کی چمک اور بڑھ گئی۔

چند ہی سیکنڈز میں سب کچھ گھومنے لگا۔قدم ڈگمگائے۔۔ توازن بگڑا۔۔

اور پھر ہر طرف ایک گہرا نا قابل تسخیر اندھیرا چھا گیا۔

ہڑبڑا کر اس کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو تاریک سرنگ کے بجائے اپنے بیڈ پر بیٹھا ہوا

پایا۔گھبراہٹ میں ہاتھ آگے بڑھا کر بستر کی چادر کو مٹھی میں جکڑ لیا۔

تو کیا وہ صرف ایک خواب تھا؟

Clubb of Quality Content

یہ خواب وہ پچھلے تین دن سے دیکھ رہی تھی لیکن وہ چہرے واضح کبھی نہیں ہوئے تھے اور آج۔۔اس نے اپنے ذہن پر پھر سے زور ڈال کر اس خواب کو یاد کرنا چاہا تو سوائے شہرام کا چہرا اور اس تلاوت کے ترجمہ کے الفاظوں کے علاوہ کچھ یاد نہ کر سکی۔کیا یہ محض ایک خواب تھا؟ یا پھر کسی حقیقت کی دستک؟

اس کو محسوس ہوا جیسے اس کا چہرا مکمل طور پر بھیگا ہوا ہے۔

دل میں شہرام کے لئے نفرت اور بدگمانی کے بڑھتے پودے پر پانی برسا کر وہ اپنے بستر سے اتری۔اپنے کمرے کے بند دروازے پر ایک کڑی نگاہ ڈال کر واشروم میں وضو بنانے چلی گئی۔

کچھ دیر بعد جائے نماز پر تر چہرے کے ساتھ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو الفاظ وہیں ٹوٹ کر پیچھے صرف سسکیاں اور آنسو چھوڑ گئے۔

"یا اللہ!"

"آپ تو اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتے ہیں تو آپ نے اپنی فبیہا کو اکیلا کیوں چھوڑ دیا؟ میری کوئی تو نیکی آپکے ہاں پسند ہوئی ہو گی تو اس کے بدلے ہی مجھے بچا لیتے۔کیوں

Clubb of Quality Content

مجھے ان درندوں کے حوالے کر دیا؟ کیوں مجھے سب کے سامنے رسوا ہونے دیا؟ کیوں مجھے ان سب نے چھوڑ دیا جن سے میں سب سے زیادہ محبت کرتی تھی؟"

بچوں کی طرح بلکتے ہوئے وہ اس ذات سے شکوہ کر رہی تھی جس کے اذن کے بغیر ایک پتا تک نہیں ہل سکتا۔ کسی کو اس کا رزق نہیں مل سکتا اور اگر رزق مل جائے تو اس کی مرضی کے بغیر کوئی اسے چھین نہیں سکتا۔ اس کا تو صرف "کن" ہی سب دعاؤں اور الفاظوں پر بھاری ہے۔ وہ بے بسی کی انتہا پر تھی مگر جانتی تھی کہ اس کی فریاد صرف وہی سن سکتا ہے جو سب کی سنتا ہے۔

اسی لمحے کمرے کا دروازہ آہستہ سے کھلا۔ شہرام اندر داخل ہونے لگا مگر جیسے ہی سامنے بیٹھی لڑکی پر نظر پڑی وہ ساکت رہ گیا۔ وہی لڑکی جو اب اس کے نکاح میں تھی جو چند لمحے پہلے رب کے حضور گریہ وزاری کر رہی تھی اب بے حد خاموش تھی۔ اپنے اوپر کسی کی گہری نظروں کی تپش محسوس کر کے فبیہا نے گردن موڑ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ اس کی بھوری آنکھیں سامنے کھڑے شخص کی سرمئی آنکھوں سے ٹکرائیں اور لمحہ بھر میں ان میں کوئی ان کہی چنگاری بھڑک اٹھی۔

"فبیہا؟"

شہرام کی بھاری گھمبیر آواز کمرے کی خاموشی چیر گئی۔

بغیر کوئی جواب دیے فبیہا نے اپنی نم آنکھیں جھپکیں اور جائے نماز تہہ کرنے لگی۔ وہ پھر اٹھی اور دروازے کی طرف بڑھی جہاں شہرام ابھی تک نظریں جھکائے کھڑا تھا۔ اس کے وجود میں سکون اور اضطراب کا ایک عجیب امتزاج تھا۔

"Senden nefret ediyorum (مجھے تم سے نفرت ہے۔)"

الفاظ اتنے ہلکے مگر وار اتنا گہرا تھا کہ شہرام کی سانس لمحے بھر کے لیے تھم گئی۔ اس نے فوراً نظروں کا زاویہ بدلا اور کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر اگلے ہی پل دروازہ اس کے منہ پر بند ہو چکا تھا۔ دروازے کی چوب میں لرزش آئی جیسے کسی نے اندر ہی اندر زلزلہ محسوس کیا ہو۔

شہرام کی سرمئی آنکھوں میں ٹھہرا پانی اور بے بسی باہر آنے کے لیے بے تاب تھی مگر وہ کچھ بھی ظاہر نہ کر سکا۔ اس نے گہری سانس اندر کھینچی، سر جھٹکا اور خاموشی سے کمرے کے ساتھ بنی سٹڈی میں چلا گیا جہاں اس کی تنہائی پہلے سے اس کی منتظر تھی۔

آسمان کے سینے میں روشنی کا ہلکا سا شگاف پڑا مگر یہاں زمین پر کچھ دل بدستور اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔

دور کہیں موذن نے فجر کی اذان دی۔ ہوا میں گونجتی صدا نے دل کے اندر تک ارتعاش پیدا کر دیا۔

اللہ اکبر اللہ اکبر۔۔

اشہد ان لاالہ الا اللہ۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ساری رات جاگنے اور رونے کے باعث صبح اس کی آنکھ دیر سے کھلی۔ یہاں وہاں نظر دوڑانے کے بعد اس کی نگاہ سامنے لگے شیشے میں نظر آتے اپنے عکس پر پڑی۔ لمبے بھورے بال چہرے کے اطراف میں بکھرے ہوئے تھے۔ ساری رات رونے کے سبب آنکھیں سوجھی ہوئی اور نیچے گہرے حلقے تھے۔ تین دن پہلے چاند کی طرح جو چمکتا ہوا چہرا تھا آج تو وہ کسی پھول کی طرح مرجھایا ہوا لگتا تھا۔ تین دن پہلے تو اس کو لگا تھا سب ٹھیک ہو گیا لوگ بھول گئے مگر لوگ بھی کہاں بھولتے۔ خاص طور پر جب بات کسی دوسرے کی ہو۔ اپنے

باتوں پر پردہ رکھنے کے لیے حد سے گزر جاتے اور جب بات دوسرے کی ہو تو اس پر ڈالی چادر میں خود ہی سوراخ کر دیتے ہیں۔

سب سوچوں اور آنکھوں میں تیرتی نمی کو بمشکل پیچھے دھکیل کر وہ بیڈ سے اتری اور سامنے لگے شیشے کے مزید قریب چلی آئی۔ متوازن جسم اور قد کی لڑکی جس کی شخصیت میں ایک خاص کشش تھی۔اوپر سے نیچے تک اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے بے حد ہلکی آواز میں بولی۔

"سوگ کے تین دن کا اختتام ہو کر اب انتقام اور انصاف کے دن کی شروعات ہے۔"

تلخی سے اپنا رخ شیشے سے موڑ کر وہ اب واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

کمرے سے نکل کر برابر بنی سٹڈی میں قدم رکھو تو ہر اطراف میں تمہیں کتابیں سرٹیفکیٹس اور ٹرافیاں نظر آئیں گی۔سٹڈی بڑی نہیں تھی نہ زیادہ تنگ تھی۔ نظروں کا زاویہ سامنے کی طرف پھیرو تو وہ سامنے ہی ٹیبل پر سر رکھے ہوئے کسی سے کال پر بات کرتا ہوا دکھائی دے گا۔

"گڑھے مردے اکھاڑنے کا وقت آگیا ہے اب۔"

بے چینی اور غصے بولتے ہوئے یہ الفاظ کہہ کر کال کاٹ دی۔ ٹیبل سے اپنا چہرا اٹھایا تو اس کے

Clubb of Quality Content

نقوش واضح ہوئے۔ لمبی پلکوں کے نیچے اداس سرمئی آنکھیں۔ کھڑی ناک اور ماتھے پر گرتے سیدھے بال جو کے تھوڑے بڑھے ہوئے تھے۔ سیاہ ٹی شرٹ اور سیاہ ہی ٹراوزر میں ملبوس شہرام مرزا کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ اس کی سوچوں کی گاڑی دروازے پر دستک کی وجہ سے رکی۔

"آجاؤ۔" ٹیبل سے اپنی چیزیں سمیٹتے ہوئے کہا۔

"بھائی جان آپکو امی نیچے بلا رہی ہیں خالو اور خالہ آئی ہیں فبیہا آپی کو لینے۔"

الماس جو امی کا حکم لے کر اوپر آئی تھی شہرام کا چہرا دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ "بھائی جان؟"

"تم جاو میں آتا ہوں۔" سپاٹ چہرے کے ساتھ کہتا وہ ٹیبل سے اپنا موبائل اور چابیاں اٹھانے لگ گیا۔

الماس جیسے ہی کمرے سے باہر نکلی تو سامنے سے آتے وجود سے بری طرح ٹکرائی۔

سیاہ لمبی قمیض اور شلوار پر سیاہ ہی ڈپٹا اوڑھے وہ بہت اطمینان سے کھڑی تھی۔

"کیا ہوا الماس اتنی جلد بازی میں کہاں جا رہی؟ کوئی بھوت دیکھ لیا کیا؟"

Clubb of Quality Content

یہ کہتے ساتھ ہی اس کی نظر سامنے سے آتے شہرام پر پڑی۔ بھوت نہیں اس نے تو پوری ہارر فلم ہی دیکھ لی تھی۔ الماس کو دیکھ کر جو تاثرات نرم پڑے تھے اگلے ہی پل سخت ہو گئے۔

"آپ دونوں کو امی نیچے بلا رہی ہیں۔" یہ کہتے کہ ساتھ ہی وہ نیچے بھاگ گئ۔

فبیہا مڑ کر نیچے کی جانب ہی قدم بڑھانے لگی تھی کہ ا اس کی آواز پر ٹھہر گئ۔

"مجھے خالہ سے ملنے سے پہلے تم سے بات کرنی ہے۔"

"میں تمہارے نکاح میں ہوں تو اس کا یہ ہر گز مطلب نہیں کہ تم مجھ پر کوئی حق رکھتے ہو یا تم جو کہو گے میں مان جاؤں گی۔ نکاح تو تم نے کر لیا لیکن ایک بات یاد رکھنا شہرام مرزا۔" انگلی اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے غرائ۔

"یہ جو تم کھیل کھیل رہے ہو نہ میں اس کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دو نگی۔"

"اچھا تو فبیہا آلم ذرا آپ روشنی ڈالنا پسند کریں گی کہ میں کیا کھیل کھیل رہا؟" سینے پر ہاتھ باندھ کر بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہ تو تم ہی بہتر جانتے مسٹر مرزا۔" اور یہ کہہ کر وہ زینے اترتی ہوئی نیچے چلی گئی۔

"یا اللہ اور کتنا برداشت کروں میں؟" غصہ سے ریلنگ پر اپنا ہاتھ مارتے ہوئے وہ بھی اس کے پیچھے چل دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Before the story begins, is it such a sin

تاریکی میں ڈوبا کمرہ جیسے خود وحشت کا استعارہ بن چکا تھا مگر وہاں بیٹھا وجود اس تاریکی سے بھی زیادہ سیاہ تھا۔ ہوا میں سگریٹ کے دھوئیں کی تیز بُو رچی ہوئی تھی اور اسپیکر سے نکلتی آواز کمرے کی خالی دیواروں سے ٹکرا کر خوفناک سرگوشیوں میں بدل رہی تھی۔

For me to take what's mine, until the end of time

ذکا کی لمبی انگلیاں کرسی کے بازو پر رقص کر رہی تھیں جیسے کوئی بے چین ساز بجا رہی ہوں۔

پورے چاند کی روشنی کھڑکی سے چھن کر آ رہی تھی اس کے برانڈڈ جوتوں پر پڑتی روشنی جیسے اس کے اندر کے اندھیرے کا مذاق اڑا رہی تھی۔

And I know, I know it's not your time... But bye, bye

پھر اچانک گلوکار کی آواز کے درمیان کمرے میں ایک اور آواز نے مداخلت کی۔

"نوری آپ کہتی تھی ناں کہ آپ اپنی جنگ اکیلے لڑ رہی ہو؟ آج آپ کا نمر بھی اس جنگ کا ساتھی بن گیا ہے۔"

ذکا کی آنکھوں کے سامنے ایک چمکتی معصوم چہرے والی لڑکی کا عکس لہرایا۔ آنکھیں بند کیں۔

"یہ پہلی جیت آپکے کے نام!"

آنکھیں کھولیں تو وہاں موجود چمک آنسوؤں کی تھی یا غصے کی یہ وہ خود بھی نہ جان سکا۔

"آپ کا نمر آپکو بہت یاد کرتا ہے نوری۔" اداسی سے بڑبڑاہٹ کی۔

And a word to the wise, when the fire dies

دروازے کے باہر سے ایک کرخت نسوانی آواز آئی جو کسی زہر میں لپٹی چاکلیٹ جیسی تھی۔

"تین دن کا سوگ پورا ہو گیا ہو تو آفس جا کر اپنی موجودگی کا شرف بخش دو میری جان۔"

مرد نے ناگواری سے اسپیکر بند کیا تو چاند کی روشنی میں اس کا چہرہ واضح ہوا۔ سیاہ آنکھیں جو تاریکی میں مزید پراسرار لگ رہی تھیں کھڑی ناک جو غرور کی علامت تھی اور بکھرے سیاہ بال جو اس کے بکھرے وجود کا عکس تھے۔

"اوہ تو آج ماں کو یاد آگیا کہ ان کا ایک بیٹا بھی ہے؟"

تلخ مسکراہٹ کے ساتھ اس نے دوبارہ اسپیکر آن کر دیا۔ مسکرانے سے اس کے گال میں گہرے گڑھے ابھرے مگر اس میں خوشی کے بجائے زخموں کی گہرائی تھی۔

You think it's over, but it's just begun

"لگتا ہے محبت کے ساتھ تمہاری تمیز بھی ختم ہو گئی ہے۔"

ذکا نے جواب دینا بھی ضروری نہ سمجھا۔ اس نے ایک اور سگریٹ جلائی اور گہرا سانس لیا مگر اسے یہ سمجھ نہ آیا کہ یہ جلتی سگریٹ تھی یا اس کے اندر کوئی اور آگ سلگ رہی تھی۔

"چچ چچ۔۔۔ لگتا ہے بیٹے کے ساتھ ساتھ تین دن پہلے کا واقعہ بھی بھول گئیں آپ؟"

Baby, don't cry

You had my heart, at least for the most part

دروازے کے باہر کھڑی عورت نے غصے سے دروازہ پیٹ ڈالا۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں نے اتنی بزدل اولاد پیدا کی ہے۔"

اندر بیٹھے مرد کی مسکراہٹ گہری ہوئی پھر وہ ہنستا ہی چلا گیا۔ مگر یہ ہنسی خوشی کی نہیں تھی یہ وہ ہنسی تھی جو طوفان سے پہلے کی خاموشی توڑ دے۔ چند لمحوں بعد وہ اٹھا سگریٹ اور دل ہاتھ میں لیے کھڑکی کے قریب جا کھڑا ہوا۔ باہر رات کا سناٹا تھا مگر اس کے اندر ایک طوفان مچل رہا تھا۔ دھیمے مگر زہریلے لہجے میں وہ خود سے یا شاید کسی ان دیکھے وجود سے مخاطب ہوا۔

"اب میں سب کو دکھاؤں گا۔۔ ذکا داؤد کون ہے۔" سگریٹ بجھ گئی اور اس کا چہرہ بھی۔

Cause everybody's gotta die sometime

We fell apart, let's make a new start

ابھی بھی گلوکار اپنی دھن میں گنگنا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"فبیہا ہمارے ساتھ جائے گی۔"

"نہیں فبیہا کسی کے ساتھ نہیں جائے گی۔" وہ اپنی ماں کی بات کاٹتے ہوئے مکمل سکون سے بولی جیسے فیصلہ پتھر پر لکیر ہو۔ ربینا کو اپنی بیٹی کی یہ بات گوارا نہ ہوئی۔ چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"تم کیسے یہاں رہ سکتی ہو؟ آلم آپ ہی کچھ بولیں۔"

فبیہا کے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھری۔

"پچھلے تین دنوں سے تو میں ترکی میں رہ رہی تھی جیسے؟"

ماحول میں تناؤ گہرا ہو گیا۔ فبیہا نے اپنی ماں کی آنکھوں میں دیکھا مگر اس کی نظریں کہیں اور بھٹک رہی تھیں جیسے کوئی پرانا زخم پھر سے ہرا ہو گیا ہو۔

"اب شاید ماما کو یاد آ گیا کہ بیٹی اکیلی ہو گی کہیں سمندری بگلے اسے بھی پہلے کی طرح اپنی خوراک نہ بنا لیں؟ اور یہ سب تو نکاح نامہ دستخط کروانے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا کہ میں یہاں کیسے رہ سکتی ہوں؟"

"فبیہا!" آلم کی رعب دار آواز نے اس کی بات کاٹ دی اور لاؤنج میں چھائے تناؤ کو مزید بڑھا دیا۔

بڑے صوفے پر فبیہا کے ماں باپ اور بھائی بیٹھے تھے اور سامنے سنگل صوفے پر وہ خود۔ اس کے پیچھے کچن کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑا شہرام گہری نظروں سے اس کی سوچوں کو کھنگالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"بھائی صاحب جب آپ نے اس دن اسے ہمارے ساتھ رخصت کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا تو آج پھر واپس کیوں مانگ رہے ہیں؟" شہرام کی ماں نے نرمی سے بات کا آغاز کیا۔

فبیہا نے بے اختیار پیچھے کھڑے شہرام کی طرف دیکھا مگر نظریں ملنے سے پہلے ہی چہرہ موڑ لیا۔

"سمینا خالہ اس وقت ماحول ہی ایسا تھا آپ جانتی ہیں پہلے جو فبی کے ساتھ ہوا وہ لوگ بھولے نہیں۔ اگر ہم اس کا نکاح شہرام سے نہ کرتے تو لوگ طرح طرح کی باتیں بناتے۔" آفتاب نے لہجہ نرم رکھا مگر آنکھیں شہرام کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔

"ہم نے فبیہا کی رائے پوچھے بغیر نکاح کروادیا تھا اور اب ہمیں احساس ہو رہا ہے کہ ہم نے غلط کیا۔"

فبیہا کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"صرف رائے ہی نہیں پوچھی یہاں تو دلہا ہی بدل دیا گیا۔ بڑی مشکل سے یہ ٹوئسٹ انڈین ڈراموں میں ہوتا تھا اور آپ لوگوں نے اسے حقیقت بنادیا۔ تُف ہے آپ لوگوں پر!" بس اس کی تالیاں بجانے کی کسر باقی تھی۔

"تو تم نے انکار کیوں نہیں کیا پھر؟" اس کی ماں کی بے بسی آنکھوں میں تیر رہی تھی۔

"جس لڑکی کے ماں باپ کی عزت اس کی اپنی عزت سے بندھی ہو وہ کیسے انکار کر سکتی ہے؟" آواز میں ایک عجیب سی تھکن تھی آنکھوں میں نمی جھلک رہی تھی۔

"لیکن شہرام تو ذکا کا دوست تھا اسے پتا ہونا چاہیے تھا کہ ذکا کیا کرنے والا ہے۔"

آفتاب نے شہرام کو گفتگو میں گھسیٹا۔ اس بار شہرام کی آنکھوں میں ایک چمک ابھری جیسے کسی نے سوئی چبھوئی ہو۔

"اوہ تو میرے پاس علمِ غیب ہے جیسے؟" شہرام جواب تک خاموش تھا اس بار طنزیہ ہنسا۔

"اور وہ ذکا اگر اتنا ہی غیرت مند تھا تو جا کر اس سے پوچھیں کہ بھری محفل میں اپنی منگیتر سے دستبردار ہوتے وقت اس کی غیرت کہاں تھی؟ کیا اس کی غیرت کی ایکسپائری ڈیٹ گزر چکی تھی؟" غصے سے اس کی گردن کی رگیں تن گئیں۔

فبیہا کے چہرے پر ایک پرانی بے بسی ابھری مگر پھر بھی وہ خود کو سنبھال گئی۔

"بس۔۔۔ بہت ہو گیا یہ تماشا۔" اس نے ایک گہرا سانس لیا جیسے اپنے جذبات قابو میں رکھنے کی آخری کوشش کر رہی ہو۔

"سب کو اپنی عزت کی فکر ہے اپنی انا کی اپنے فائدے کی۔ مگر میں؟ جو اس کھیل کا اصل مہرہ ہوں؟ جس کی زندگی کی ہر چال دوسروں کے ہاتھ میں ہے؟" اس کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا۔

"جس کا دل چاہے گا مجھے عین بارات والے دن ٹھکرا دے گا۔ جس کا دل چاہے گا دن کی روشنی میں میری عزت پر ہاتھ ڈالے گا۔ جس کا دل چاہے گا نکاح کر لے گا۔ پھر جس کا دل کرے گا تین دن کے بعد مجھے لینے آ جائے گا؟" اب وہ تھک چکی تھی۔ باقاعدہ ہاتھ جوڑ کر بولی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں کہیں نہیں جا رہی۔ میرے نصیب میں یہی تھا میں نے قبول کر لیا۔اب کم از کم مجھے سکون سے جینے دیں۔"

شہرام کی نظریں اس پر جمی رہیں۔ کچھ تھا جو کھٹک رہا تھا۔فبیہا۔۔اور اتنی آسانی سے ہار مان لے؟اس کی انگلیاں کاؤنٹر پر آہستہ آہستہ حرکت کر رہی تھیں جیسے کوئی غیر مرئی حساب کر رہا ہو۔

"بابا سمجھائیں سب کو کہ مجھے میرے گھر میں سکون سے رہنے دیں۔"وہ صوفے سے اٹھی اپنے باپ کی گود میں سر رکھ دیا اور بھیگی آواز میں بولی۔

سمینا نے ایک بار پھر نرمی سے کہا۔"آلم بھائی جو ہو گیا اسے بھول جائیں۔آپ کی بیٹی اب اس گھر کی بہو ہے اور شہرام اس کا شوہر۔"

فبیہا نے کچھ نہیں کہا صرف قدم اٹھائے اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔دروازہ بند کرنے سے پہلے نیچے سے آتی شہرام کی آواز نے اس کے قدم روک دیے۔

"I'll make everyone pay for what they did to her"

اس کی آواز میں ایک خطرناک حد تک پُر عزم تلخی تھی۔

فبیہا نے ایک پل کے لیے آنکھیں بند کیں مگر جواب میں کچھ نہ کہا۔ صرف واش روم کی طرف بڑھ گئی جہاں نل سے بہتا پانی اس کے اندر کے شور کو دبانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"میں بتا رہا ہوں آج یہ میسنا میرے ہاتھوں سے بچے گا نہیں۔"

یونیورسٹی کے گارڈن میں ٹام اینڈ جیری کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہوئے شہرام مسلسل ذکا کو نیک الفاظوں میں پکار رہا تھا۔

"کیا ہو گیا تم دونوں کا بچپنا ابھی تک ختم نہیں ہوا کیا؟ اب کیا کر دیا اس میسنے نے؟"

فبیہا جو ذکا کو کلاس کے لیے بلانے آئی تھی ان دونوں کو دیکھ کر بول پڑی۔

"پوچھو اس سالے سے کہ اس نے میری کلاس کی انیسا کو ایسا کیا کہا کہ وہ دم چھلوں کی طرح میرے پیچھے پیچھے گھوم رہی کل سے۔"

شہرام نے اکتا کر ذکا کی طرف اشارہ کیا جو اپنی پوری بتیسی نکال کر فبیہا کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔

فبیہا اس کی طرف مڑی ہی تھی کی اس نے سرنڈر کرتے ہوئے اپنے ہاتھ اٹھا دیئے۔

"دیکھو بھئی پوری یونیورسٹی جانتی ہی کے وہ امیر باپ کی انیسا شہرام مرزا کو اپنا دل گر دے

سب دے بیٹھی ہے اور ہمارے یہ سگما مین اس کو منہ تک نہیں لگاتے تو بس مجھے اس بیچاری پر تھوڑا سا ترس آ گیا اور۔"

"اور میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں رشتے والی آنٹی بن کر ان دونوں کو صدقے وار دوں۔"

ذکا کی بات درشتی سے کاٹ کر شہرام نے اس کا جملہ مکمل کیا۔

"ہاں تو کیا بری بات ہے اس میں؟ میں نے بس اس کو اتنا کہا کے شہرام آج کل سنگل ہے تو اس کی پری بوکنگ کر لو۔"

فبیہا جو ان دونوں کے درمیان کھڑی تھی ذکا کی میسنی معصوم شکل اور شہرام کو لال ٹماٹر بنا دیکھ کر ہنسنے پر مجبور ہو گئی۔ گارڈن کے بیچ میں کھڑے وہ ہنس رہی تھی۔ دھوپ کی سنہری کرنیں اس کے بھورے حجاب میں لپٹے چہرے اور بھوری آنکھوں پر خوبصورتی سے اپنا ڈیرا جما رہی تھی۔

بیک وقت دونوں مردوں نے اس کو دیکھا اور سب تھم گیا۔ شہرام کا سانس تک رک گیا مگر اگلے ہی پل اس کو ذکا کے ساتھ کھڑا دیکھ کر اپنی نظروں کا زاویہ سامنے لگے سورج مکھی کے پھولوں کی طرف پھیر لیا۔ دل کو کچھ ہوا تھا۔

ذکا کا ٹرانس اس کی آواز نے توڑا۔

"ایک یونیورسٹی کے تھرڈ ایئر میں ہے اور ایک ماسٹرز کر رہا اور دونوں ہی بیس کا ہندسہ پار کر چکے ہیں پھر بھی ایک دوسرے سے لڑنے کا موقع ہاتھ سے جانے دینا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔"

"شروعات ذکا نے کی تھی۔" بچوں کی طرح شکایت کرتا ہوا وہ فبیہا کو پھر سے ہنسنے پر مجبور کر رہا تھا۔

"بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں رہا ایک تو اس اینگری برڈ کو لڑکی ڈھونڈ کر دے رہا اور اوپر سے مجھے ہی سنا رہا یہ۔ میرے اور فبیہا کے بچوں کے تم انکل نہیں دادا لگو گے۔"

وہ جو دانت نکال اپنی دھن میں کہہ رہا تھا فبیہا کی ایک گھوری سے زبان کو بریک دیا۔

شہرام بھی غیر آرام دہ ہوا اور اس سے پہلے بات کہیں دوسری طرف جاتی انیسا نے اپنی انٹری ماردی۔

"ہیلو گائز کیسے ہو سب۔"

مسکرا کر پوچھتے ہوئے شہرام کو وہ سخت زہر لگی تھی۔ وہ شہرام کو مخاطب ہی کرنے والی تھی کہ فبیہا نے پہلے ہی اسے مخاطب کر لیا۔

"شہرام بہت بہت مبارک ہو رشتہ کی تمہیں اور بتاؤ بھابھی کیسی ہیں؟"

انیسا تو انیسا اس کی یہ بات سن کر شہرام اور ذکا کو بھی منی ہرٹ اٹیک آتے آتے رہ گیا۔

"شہرام کا رشتہ؟ پر ذکا نے تو کہا تھا شہرام سنگل ہے۔" صدمہ کے باعث انیسا صرف یہی پوچھ سکی۔

بیچاری کی یہ حالت دیکھ کر ان تھری مسکیٹیئرز نے بامشکل اپنی ہنسی ضبط کی۔

"ہاں وہ اس نے ابھی ہی ہمیں سرپرائز دیا ہے۔" ذکا نے فوراً جواب دیا۔

"اوہ۔" بس وہ یہ کہہ سکی اور شہرام پر ایک خفا نظر ڈال کر پلٹ گئی۔

وہ تینوں جو بامشکل ضبط کیے ہوئے تھے ہنس پڑے۔

"مادام آپ کو کم از کم بتانا چاہیے تھا کہ آپ یہ بوم گرانے والی ہیں۔ ہم تھوڑی اور ہی ایکٹنگ کر لیتے۔"

ذکا نے ہنستے ہنستے تبصرہ کیا۔

"کوئی اور لڑکی ہوتی تو یہ نہ کرتی لیکن یہ میک اپ کٹ مجھے بھی ایک نظر نہیں بھاتی تھی۔"

برا سا منہ بنا کر کہا۔

Clubb of Quality Content

"well thank you then مجھے اس میک اپ کٹ سے بچانے کے لئے۔"

شہرام نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"میرا ابنا بنایا کھیل بگاڑ دیا تم دونوں نے ہونہہ۔"

ذکا کی یہ بات سن کر شہرام اس کو گدی سے پکڑنے ہی والا تھا کے کلاس کا وقت ہو گیا۔

کلاس کی نوٹیفکیشن دیکھ کر ان تینوں نے اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹس کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یونیورسٹی کی راہداری میں کھڑی پرانے منظر کو یاد کرتے ہوئے اس کو پتا ہی نہیں چلا کے کب اس کے ساتھ ذکا آکر کھڑا ہو گیا۔وہ پرانی یادوں میں اتنا گم تھی کہ اس کو اپنے ساتھ کھڑے وجود کا احساس ہی نہیں ہوا۔

"کیسی ہو؟"۔نرمی سے پوچھا گیا۔

اس کی آواز پر وہ کرنٹ کھا کر مڑی اور ہاتھ میں جو کتابیں تھی وہ اس کے پیروں میں گر گئیں۔

کانپتے ہاتھوں اور وجود کے ساتھ اس کو بنا جواب دیئے وہ جھک کر کتابیں سمیٹنے لگ گئی۔ہاتھ

بری طرح لرز رہے تھے اور جسم میں خون کی گردش اتنی تیز تھی کہ لگتا تھا ابھی باہر آ جائے گا۔ چار دن بعد وہ آج اس کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" بھاری مگر نرم آواز میں کہا گیا۔

یہ سن کر کتابیں اٹھاتی فبیہا کے ہاتھ ساکت ہوئے اور آنکھوں میں نمی کے ساتھ خون اترنے لگا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ذکا کا جسم چیر پھاڑ کر یونیورسٹی میں گھومتے کتوں کو ڈال دے۔ مگر یہاں وہ کوئی تماشہ نہیں کرنا چاہتی تھی اسی لیے جلدی سے اٹھ کر جانے لگی۔ وہ مڑی ہی تھی کہ ذکا نے اس کی کلائی پکڑ کر اپنے جانب اس کا رخ موڑا۔ اس کی اس حرکت پر وہ لمحے بھر کے لیے دنگ رہ گئی اور تمام گزرتے طلبا کی نظریں خود پر محسوس کرتے ہوئے اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا۔

"چھ چھوڑو مجھے۔" ڈر اور غصے سے کہتی اپنا ہاتھ بے دردی سے چھڑانے کی کوشش کی۔ ذکا نے اس کا کانپتا وجود دیکھ کر اس کی کلائی چھوڑ دی۔

"آئی ایم سوری۔" بے حد ہلکی آواز میں کہا گیا۔

جو ہاتھ ذکا کی کلائی میں تھا اگلے ہی پل وہ ہاتھ اس کے گال پر سرخ نشان چھوڑ چکا تھا۔ ذکا نے

بے یقینی سے اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا جو بھری یونیورسٹی میں اس کے رخسار پر اپنی نفرت کا نشان چھوڑ چکی تھی۔

"آئندہ میرے راستے میں آنے کی کوشش کی تو اگلی بار سر پھاڑے بنا نہیں رہوں گی میں۔"

انگلی اٹھا کر غصے سے کہتی ہوئی وہ ذکا کو بت بنے چھوڑ کر واشروم کی طرف پلٹ گئی۔ ابھی اسے ڈھیر سارا رونا تھا۔ سب کی مسکراتی نظریں خود پر جمی دیکھ کر وہ غصے سے باہر اپنی گاڑی کی طرف بھاگا۔

"Fabiha Alam ,you'll pay for this damn thing"

گاڑی میں بیٹھ کر زن سے آگے بڑھاتے ہوئے وہ کسی جانے پہچانے راستے جا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

واشروم میں اپنے سارے آنسو بہا کر وہ نکلی تو آنکھیں رونے کے باعث سرخ ہو رہی تھی۔

"تم ٹھیک ہو نہ فبی؟"

ثبات نے نرمی سے اس کو برابر سے گلے لگا کر پوچھا۔

اس نے اپنی نظریں اٹھا کر اپنی بیسٹ فرینڈ کو دیکھا جو ہمدردی اور پریشانی سے اس کو دیکھ رہی

تھی۔فبیہا کی آنکھوں میں کیا کچھ نہیں تھا۔ثبات کا اس سے نظریں ملانا مشکل ہو گیا۔گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"شاید میں اب ٹھیک سے بھی زیادہ ٹھیک ہوں۔" تلخی سے مسکرا کر کہتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

ثبات نے پھر سے اس کو خود سے لگایا اور کہا۔

"آئی ایم سو سوری فبی کے تمہارے مشکل وقت میں میں تمہارے ساتھ نہیں تھی۔"فبیہا کو اس کی آواز گیلی لگی۔نرمی سے مسکرا کر اس نے ثبات کو خود سے دور کیا۔

"مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں ثبی۔جو میرے ساتھ تھا اس نے ہی جب ساتھ چھوڑ دیا تو میں کون ہوتی دوسروں سے شکوہ کرنے والی؟"

"اگر میرے خاندان میں انتقال نہیں ہوا ہوتا تو میں کبھی بھی تمہیں اس مشکل وقت میں تنہا نہیں چھوڑتی۔تم جانتی اور تمہاری ثبی اپنی فبی کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔"نرمی سے کہتی فبیہا کو اپنی دوست بے حد معصوم لگی۔

"آئی نو"۔وہ اداسی سے مسکرائی۔

"اب جلدی چلو اس سے پہلے سر کلاس میں گھسنے ہی نہ دیں۔ ویسے ہی تمہاری ایک ہفتے کی چھٹی کی وجہ سے کافی پریشان ہیں سر۔ یونوان کی فیورٹ سٹوڈنٹ ہو تم تو۔" ثبات نے جلدی کی تو فبیہا ہلکا سا ہنسی۔

"کوئی جیلس ہو رہا ہے۔" ثبات نے آنکھیں گھما کر ہنہہ کہا اور وہ دونوں کلاس کے لیے نکل گئیں۔

ثبات ایک خوش شکل لڑکی تھی جو فبیہا کی سکول کے زمانے سے دوست تھی۔ پوری یونیورسٹی انہیں ثبی اور فبی کے نام سے جانتی تھیں۔ کوئی بھی بات ہوتی سب طلباان کے پاس مدد کے لیے آتے تھے۔ وہ دونوں اپنے ڈیپارٹمنٹ کی سٹار تھیں۔ مگر گزرے ماہ کے واقع سے فبیہا کا ایک سمیسٹر رہ گیا تھا جسکے باعث وہ ثبات سے پیچھے رہ گئی تھی۔

ابھی بھی وہ دونوں کلاس کی جانب اپنے قدم بڑھا رہی تھیں کہ ایک آواز نے فبیہا کے قدم روک دیئے۔

"یونیورسٹی میں تو ذکا اس کے آگے پیچھے گھومتا تھا اور ایسی کیا بات ہو گئی کہ عین وقت پر شادی سے انکار کر دیا۔" لڑکیوں کے بنائے گئے جھنڈ میں سے ایک لڑکی نے حقارت سے کہا۔

"اور تو اور اس شہرام نے موقع دیکھ کر ہی اپنی ہیر وپنتی دکھادی۔ مجھے تو انکا پہلے سے ہی افیئر لگتا تھا۔" اور یہ حد تھی کہ فبیہا آگے بڑھی۔

"میں نے تو یہ بھی سنا کے کسی نے اس کی عزت پر ہاتھ ڈالا تھا جبھی تو وہ ذکا اس کو چھوڑ گیا۔" ایک اور لڑکی نے اپنے سے پتے کی بات بتائی۔

"دفعہ کروانہیں بلاوجہ تمہیں ٹریگر کررہے ہیں۔ کلاس میں چل کر سر سے کمپلین کر دیں گے۔ انکے منہ نہ لگو۔" ثبات نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو باز رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ فبیہا ہی کیا تھی جو باز آجاتی۔

ثبات کو اپنے ساتھ کھینچتی وہ ان لڑکیوں کے سر پر پہنچ گئی۔ لڑکیاں اس کو دیکھ کر ہڑبڑا گئیں۔ کسی کے پیچھے بات کرنا ایسا ہوتا جیسے آپکو کوئی دیکھ ہی نہیں رہا اور سامنے آپکی آواز نکل جائے وہی بڑی بات ہوتی۔ اور انکا تو سامنا ہی فبیہا عالم سے ہو رہا تھا۔ لاکھ جتالیں لیکن وہ سب اندر سے فبیہا کی کی گئی میٹھی میٹھی عزت افزائی سے ڈرتی تھیں۔

"ارے فبیہا تم یہاں اتنے دن بعد۔ کیسی ہو آج یونیورسٹی کیسے یاد آگئی۔" زینب جو ذکا کی کلاس میٹ تھی اس نے ماحول کا تناؤ کم کرنے کے لیے بات کا آغاز کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم لوگوں نے سن تو رکھا ہوگا کہ جب کسی جن بھوت کی باتیں کی جاتیں تو قریبی جن بھوت اپناذ کر سن کر آجاتے۔ تو میں نے بھی اپناذ کر سنا تو رہا نہیں گیا اور میں بھی آگئی۔ آفٹر آل چڑیل تو مجھے تم لوگ سمجھتے۔" مزے سے کندھے اچکا کر کہتی ہوئی اس نے سب کی زبانوں پر جیسے تالا لگا دیا تھا۔

"ارے وہ تو ہم بس۔۔" وہاں موجود ایک لڑکی کہہ ہی رہی تھی کہ فبیہا نے ثبات کا ہاتھ تھام کر اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا دیئے۔

"ویسے ماننا پڑے گا فبیہا کے میٹھی میٹھی بے عزتی کے آگے کوئی ٹک نہیں سکتا۔" ثبات نے فبیہا کے ستے ہوئے چہرے کو بھانپ لیا تھا تو بات کو ہوا میں اڑاتے ہوئے کہا۔

"جلدی چلو کلاس میں دیر ہو رہی ہے۔" سپاٹ سے انداز میں کہتے ہوئے وہ کلاس کی جانب مڑ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شہرام مرزا فبیہا کی خالا کا اکلوتا بیٹا تھا اور عمر میں فبیہا سے پانچ سال بڑا تھا۔ جبکہ ذکا داؤدان دونوں کے بچپن کا دوست تھا جو فبیہا سے تین سال بڑا تھا۔ یہ تینوں اسلام آباد کی یونیورسٹی

nust میں ساتھ پڑھتے تھے۔فبیہا سائیکالوجی کے تیسرے سال میں تھی جبکہ ذکا سول انجینئرنگ کے چوتھے سال میں تھا۔شہرام نے اپنے چار سال پورے کرنے کے بعد اس ہی یونیورسٹی سے mba میں ماسٹرز کے دوسرے سال کے اختتام پر تھا۔

پوری یونیورسٹی ان کو دی تھری مسکیٹیئرز کے نام سے جانتی تھی۔شہرام کم گو تھا لیکن اس کا غصہ ساتویں آسمان کو چھوتا تھا۔وہ صرف اپنے دو نمونوں کے آگے بولتا تھا ورنہ کوئی اس کے منہ سے کام کے علاوہ کوئی بات سن لے تو غضب ہو جاتا تھا۔اس کے برعکس فبیہا اور ذکا بے حد باتونی اور گھلنے ملنے والے تھے۔فبیہا اور ذکا کی نسبت تہ ہو چکی تھی اور شادی ہونے والی تھی۔دیکھنے میں ایسا لگتا تھا کے یہ تینوں ایسا پتھر ہیں جسے کوئی بھی نہیں توڑ سکتا لیکن ان کو بھول گیا تھا کہ پتھر پر جب بھی مسلسل پانی پڑتا ہے تو وہ ٹوٹ جاتا ہے۔ایسے ہی ایک واقعہ نے اس مضبوط پتھر کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سر پر کیپ پہنے اور نظریں نیچے جھکائے وہ چلتا جا رہا تھا۔پھر ایک گھر کے آگے رک کر موبائل کی سکرین پر لکھا ایڈریس دیکھا اور پھر بھوری اور پر سوچ نظریں اٹھا کر سامنے لگے

دروازے کو دیکھا۔ جس گھر کے آگے وہ کھڑا تھا وہ اسلام آباد کے ایلیٹ ایریا میں اپنی پوری شانوں شوکت کے ساتھ تعمیر کیا گیا تھا۔ کوئی اس گھر کو ایک نظر دیکھ لے تو دوسری نظر ڈالنا اس کے لئے لازم ہو جاتا ہے۔ وہ محل جتنا خوبصورت اور مضبوط تھا اس کے اندر بسنے والے وجود اتنے ہی سیاہ اور دل اتنا ہی بدصورت تھا۔ اس نے ایک نظر اٹھا کر دروازے کے برابر لگی تختی کو دیکھا اور بیل بجائی۔ گارڈ نے دروازے کے باہر سے اس کا نام پوچھا اور اس کو انتظار کرنے کا کہہ کر پلٹ گیا۔ دو منٹ تک کھڑے رہنے کے بعد اس کو دروازہ کھلنے کی آواز آئی ی۔

"فضل صاحب آپکو اندر بلا رہے ہیں۔" گارڈ نے آکر اطلاع دی تو وہ قدم چلتا چلتا اس کے پیچھے ہو لیا۔

لان سے گزر کر وہ اندر داخل ہوا تو گھر کا منظر واضح ہوا۔ بلند و بالا چھتوں پر خوبصورت فانوس جگمگا رہے تھے جن کی نرم روشنی پورے ہال کو روشن کیے ہوئے تھی۔ دیواروں پر نفیس تصویریں اور قیمتی آرٹ پیسز سجے ہوئے تھے جو اس کی شاندار خوبصورتی میں مزید اضافہ

کرتے تھے۔ سنگ مر مر سے بنا فرش اپنی چمک اور صفائی میں بے مثال جس پر دبیز قالین بچھا ہوا تھا جو قدم رکھتے ہی نرم گداز محسوس ہوتا تھا۔

ہال میں جدید اور عالیشان فرنیچر سلیقے سے رکھا ہوا تھا ہر صوفہ اور کرسی مخملی کپڑے میں لپٹی ہوئی ہے جو نہایت آرام دہ اور خوبصورت محسوس ہوتے تھے۔ شیشے کی بڑی کھڑکیوں سے باہر کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا جہاں سرسبز باغ اور نیلا آسمان نظر آتا تھا۔ دیوار کے ایک طرف ایک بڑی آرائشی فائر پلیس جس کے قریب آرام دہ کرسیوں کا ایک چھوٹا سا گوشہ تھا جہاں بیٹھ کر کوئی سکون کے لمحات گزار سکتا تھا۔ انہی کرسیوں میں سے ایک پر ایک بارعب شخصیت والا وجود ہاتھ میں سگار اور تسبیح پکڑے بیٹھا تھا۔

اس نے سامنے کھڑے لڑکے کے ساتھ گارڈ کو اشارہ کیا تو وہ فوراً باہر غائب ہو گیا۔

"تو بالآخر نوجوان تم نے فضل خان کو اپنی ملاقات کا شرف بخش ہی دیا۔" ایک ہاتھ میں تسبیح اور سگار کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پھنسا کر اس کو اپنے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ کوئی انچاس پچاس کا لمبا اونچا آدمی تھا۔ سفید لمبی داڑھی جس پر سیاہ ڈائی کی ہلکی سی جھلک تھی۔ لگتا تھا کافی وقت سے ڈائی نہیں لگائی تھی۔ سفید شلوار قمیض جو ٹخنوں سے اوپر

تھی اس کے اوپر سیاہ واس کوٹ پہنے وہ کوئی بہت رعب دار شخصیت معلوم ہوتی تھی۔

"بیٹھو شہرام مرزا اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔"

شہرام نے کیپ اتار کر درمیان میں موجود ٹیبل پر رکھی اور ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گیا۔

"ویسے ماننا پڑے گا مرزا صاحب تو کسی سے بھی نہیں ڈرتے۔"

"خان صاحب ڈرنے کے لیے سامنے والا انسان ہونا چاہیے جنات سے آجکل کون ڈرتا ہے؟"

بھاری اور رعب دار آواز میں پہلی بات تھی جو اس نے یہاں آکر کی تھی۔اس کی اس بات پر فضل خان کا بے ساختہ قہقہہ کمرے میں گونجا جیسے اس بات سے وہ محفوظ ہوئے ہوں۔

سامنے بیٹھا نوجوان بھی ہلکا سا مسکرایا۔

"چلو ڈرنا ڈرانا بہت ہوا اب کچھ کام کی بات کرلی جائے۔" ملازم چائے کی ٹرالی گھسیٹتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا اور چائے بنانے لگا۔

"تم جاؤ میں خود دیکھ لونگا۔" فضل خان نے ملازم کو حکم صادر کیا اور شہرام کے لیے چائے بنانے لگ گیا۔

"میں یہاں چائے پینے نہیں آیا خان۔"اس کو چائے بناتا دیکھتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

گہری سانس لیتے ہوئے اس نے چائے واپس رکھ دی سگار کا ایک کش بھرا اور پیچھے ہو کر بیٹھا۔

"رعب اور غصے میں تم اپنے باپ پر گئے ہو بالکل۔"

اپنے باپ کا ذکر سن کر شہرام نے بے چینی سے پہلو بدلا اور چہرے پر سپاٹ پن کے ساتھ سختی بھی لے آیا۔

"تم نے یہاں مجھے میرے باپ کا مائے سیلف لکھوانے کے لیے بلایا یا اپنے کارناموں کی خبر لینے کے لئے؟"

فضل خان ایک دم سنجیدہ ہوا۔داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سرگوشی سی کی۔

"سب کچھ ٹھیک ہو رہا ہے نا؟"

"ظاہر تو یہی ہوتا ہے لیکن تم جانتے ہو کہ ہر چیز ویسی نہیں ہوتی جیسی نظر آتی ہے۔"گہری سانس لیتے ہوئے وہ آگے ہو کر بیٹھا۔

Clubb of Quality Content

"کیا تم کہنا چاہ رہے ہو کہ کوئی مسئلہ ہے؟ ہم نے جو سمجھوتہ کیا تھا وہ ابھی تک محفوظ ہے نا؟" تشویش کے عالم میں فضل نے پوچھا۔اس کی انگلیاں تسبیح کے دانے مسلسل گن رہی تھی۔

گہری سانس بھرتے ہوئے شہرام نے جواب دیا۔

"یہ دنیا اتنی سیدھی نہیں ہے خان صاحب۔کچھ لوگ ہیں جنہیں یہ سب پسند نہیں آیا۔وہ نظر رکھے ہوئے ہیں تمہارے ہر قدم پر۔"

"اور ایک بات یہ سمجھوتہ ہم نے نہیں تم نے کیا تھا۔"ذرا رک کر کہا۔

"فائدہ تو تمہیں بھی ہو گا اس میں۔"تلخی سے مسکرا کر کہتا ہوا وہ اس وقت شہرام کو سخت زہر لگا تھا۔

"ویسے کون؟ کیا ہمیں کسی نے دھوکہ دیا ہے؟"

"نام لینا ابھی جلدی ہو گا لیکن کچھ غیر معمولی حرکتیں ہو رہی ہیں۔ تمہیں محتاط رہنا ہو گا۔"

شہرام نے سرد لہجے میں ہدایت دی اور جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اور اگر وہ ہمیں روکنے کی کوشش کریں؟"شہرام کی بات اور سنجیدگی سے فضل اب کے سہی معنوں میں گھبرایا تھا۔

Clubb of Quality Content

"میں جانتا ہوں کے اگروہ تمہیں روکنے کی کوشش کریں گے تو وہی ہوگا جو تم پہلے بھی کر چکے ہو۔۔۔ مگر اس بار نتائج سنگین ہو سکتے ہیں۔"

گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے ٹیبل سے اپنی کیپ اور چابیاں اٹھائیں اور جانے کو مڑ گیا۔

"تمہیں شاید اب اپنا راستہ بدلنا پڑے گا"

فضل خان پر ایک بھی غلط نگاہ ڈالے بغیر اس نے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا دیئے۔

"ویسے تمہیں میں شادی کی مبارک دینا تو بھول ہی گیا مرزا صاحب۔" اس بات پر جاتے جاتے شہرام کے قدم سست پڑے۔

"ذکا نے بھی کیا خوب کھیل کھیلا ہے۔" اس کی بات ابھی مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ جھٹ سے آکر شہرام نے اس کا گریبان پکڑا اور غصے سے غرایا۔

"میں تمہارے ساتھ کام کر رہا تو اس حد تک رہو میری ذاتیات میں دخل اندازی کرنا بہت بھاری پڑے گی تمہیں۔" جھٹکے سے اس کا گریبان چھوڑتے ہوئے انگلی اٹھا کر تنبیہ کی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا باہر چلا گیا۔

"راستہ وہی رہے گا۔۔۔ لیکن یہ طے ہے کہ اس بار کچھ قربانیاں دینا پڑیں گی۔ سوال یہ ہے کہ کون؟"

شہرام کے جاتے ہی آنکھوں میں پر اسرار چمک لیے وہ بڑبڑایا اور ایک اور سگار جلا لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گزرے دنوں کی طرح آسمان نے بھی ہر طرف اداسی پھیلا رکھی تھی۔ ستمبر کی ہوائیں اپنے ساتھ کچھ بارش کی صورت آنسو بھی لائی تھیں۔ جیسے ایک ماں کو اپنی اولاد پیاری ہوتی ہے ویسے ہو پاکستان کو اپنا شہر اسلام آباد بہت پیارا ہے۔ اسلام آباد کی خوبصورتی الفاظ میں بیان کرنا آسان نہیں۔ یہ شہر اپنی سرسبز وادیوں بلند و بالا پہاڑوں اور پر سکون فضاؤں کی وجہ سے منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ مارگلہ کی پہاڑیاں شہر کے کناروں پر سایہ فگن ہیں جن کی بلندیوں سے طلوع اور غروب آفتاب کا منظر انتہائی دلکش ہوتا ہے۔ فیصل مسجد اپنی خوبصورتی اور عظمت کے ساتھ اسلام آباد کی شناخت ہے جو دن کے وقت سفید سنگِ مرمر میں چمکتی ہے اور رات کو روشنیوں میں دمکتی ہے۔

اس کی خوبصورتی کا ذکر چھوڑ کر اگر تم اسلام آباد کے ای سیون سیکٹر (E7 sector) میں

بنے ایک شاندار تین منزلہ اسٹیٹ ایجنسی میں داخل ہو کر لفٹ کے ذریعے تیسری منزل پر جا کر سامنے بنے آفس میں قدم رکھو تو ایک لمحہ کے لیے نگاہ ہٹانا بھول جاؤ۔

ایک خوبصورت اور جدید طرز کا دفتر جو اعلیٰ معیار کی اشیاء سے آراستہ تھا۔ سفید دیواروں پر قیمتی پینٹنگز اور فن پارے آویزاں تھیں جو دفتر کی شان و شوکت کو بڑھا رہی تھی۔ دفتر میں بڑی بڑی کھڑکیاں موجود تھیں جن سے قدرتی روشنی اندر اپنے قدم جما رہی تھی۔ ایک بڑی خوبصورت لکڑی کی میز دفتر کے وسط میں رکھی تھی جس کے اوپر نفیس لیمپ اور ایک میک بک پڑی تھی۔ میز پر کاغذات اور فائلیں منظم انداز میں سمٹی ہوئی تھیں۔

پاور چیئر کے پیچھے سیاہ سرخ دیوار کے ساتھ ایک بڑی الماری موجود تھی جس میں کتابیں اور ٹرافیاں غرور کے ساتھ سجی ہوئی تھیں۔ دفتر میں قدم بڑھاو تو زمین پر بچھا نرم قالین اس کی شان میں مزید اضافہ کر رہا تھا۔ دیواروں پر لگی شیلف پر قیمتی نوادرات بھی اپنی جھلک دکھا رہے تھے۔ اب اگر تم نظر اٹھا کر سامنے دیکھو تو دفتر کی سیاہ سفید دیواروں کے درمیان ایک شخص بیٹھا دکھائی دے گا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

جیل سے بال پیچھے جمائے سفید شرٹ کی آستین کے کف موڑے وہ کسی سے فون پر بات کر رہا تھا غالباً اپنی سیکریٹری سے۔

"ہوں آنے دو اس کو اندر۔" آگے سے بات سن کر جواب دیا اور کال کاٹ کر پیچھے کو ٹیک لگا لی۔

ابھی چند سیکنڈ ہی گزرے تھے کے سامنے کا دروازہ کھلا اور سنیکرز والا پیر اندر آیا۔

"لانگ ٹائم بڈی۔" مسکرا کر اپنے سامنے کھڑے شہرام کو مخاطب کیا۔

"کیا لوگے ؟ چائے یا کافی ؟" آگے جھک کر انٹر کام اٹھایا اور کال ملانے لگا۔

"تمہاری جان۔ لے سکتا ہوں ؟" قدرے سختی سے کہا تو ذکا کا کال ملاتا ہاتھ رک گیا۔ ایسے ہی سیاہ آنکھوں میں ایک پرانا منظر لہرایا لیکن سر جھٹک کر اس نے اس منظر کو پس منظر میں ڈال دیا۔

"وہ تو پہلے ہی لے چکے۔" تلخی سے جواب دیا۔

"میں یہاں تمہاری بکواس سننے نہیں آیا۔" وہ ایک دم سے دھاڑا۔

"ذکا داؤد میں پہلی اور آخری دفعہ تمہیں وارن کر رہا ہوں۔ آئندہ اگر تم نے فبیہا کا راستہ

Clubb of Quality Content

روکنے کی کوشش کی تو میں تمہاری ٹانگوں کو راستے پر چلنے کے قابل نہیں چھوڑونگا۔" انگلی اٹھا کر سختی سے تنبیہ کی۔

"اور تم جانتے ہو میں اپنی بات دہرانے کا عادی نہیں ہوں۔" یہ کہہ کر وہ مڑا ہی تھا کے ذکا کی آواز نے اس کو روک دیا۔

"مبارک ہو شہرام میری منگیتر سے شادی کی۔" دھیمے مگر طنزیہ لہجے میں کہہ کر وہ جانتا تھا وہ سامنے کھڑے شخص کے جسم میں چنگاری جلا چکا ہے۔

شہرام پنجوں کے پل گھوم کر اس کے سامنے آیا اور اطمینان سے اس کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر تم اس دن مرد بن کر اپنی غیرت دکھاتے تو شاید آج میں تمہیں مبارک باد دے رہا ہوتا نہ کہ تم مجھے۔" ذکا نے چنگاری جلائی تھی اس نے پوری آگ لگا دی۔ یہ کہہ کر پھر وہ رکا نہیں لمبے لمبے ڈگ بھر کے باہر چلا گیا لیکن جاتے جاتے آفس کا دروازہ ٹھا کی آواز میں بند کرنا نہیں بھولا تھا۔

"اگر میری جگہ تمہاری نوری مری ہوتی تو میں پوچھتا کس میں کتنی غیرت ہے۔" گیلی سانس

اندر کھینچتے ہوئے شہرام کو خاموش جواب دیا۔

وہ اپنی سوچوں میں گم تھا کہ اس کی سیکرٹری اندر بھاگتی ہوئی آئی۔

"سر سر سر وہ باہر۔"

"کیا ہو گیا فاطمہ سب خیریت ہے؟" ماتھے پر بل ڈال کر پوچھا۔

"وہ باہر فبیہا میڈم آئی ہیں۔" جلدی سے جواب دے کر وہ باہر چلی گئی۔

پہلے تو وہ ساکت رہ گیا پھر آہستہ آہستہ چہرے پر کمینی مسکراہٹ طاری کر کے چمکتی آنکھوں سے بڑبڑایا۔

"تم مجھے آگ دکھا کر گئے تھے اب خود اس آگ میں جلو گے۔" ذرا توقف کر کے گہری سانس لی اور بات جاری رکھی۔

"آہ لیکن افسوس t be able to witness this moment right'

"I can'now

پھر گھڑی میں ٹائم دیکھا اور لیپ ٹاپ کھول کر کام میں مصروف ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نولز کلب
Clubb of Quality Content

"یار دیکھو شبی آج میں تمھارے ساتھ کہیں بھی نہیں جا سکتی مجھے اپنے بہت سے کام ہیں تم کسی اور کے ساتھ چلی جاؤ۔"

یہ فبیہا اور ذکا کی یونیورسٹی میں ہونے والی ملاقات کے اگلے روز کی بات ہے۔ فبیہا یونیورسٹی کی لائبریری میں کتابوں میں سر دیے بیٹھی ہوئی تھی۔ بھورے رنگ کے عبایا کے اوپر سیاہ اس کارف اوڑھے تھوڑی تلے ہتھیلی جمائے وہ صبح ہونے والے واقع کو یاد کرنے لگی۔

رات بارہ بجے کا وقت تھا جب فبیہا کچن میں اپنے لئے کافی بنانے آئی۔ اس گھر میں اس کا ساتواں روز تھا اور شہرام سے اس کا سامنا کم ہی ہوتا تھا یہ شاید وہ خود ہی کم کرتی تھی۔ سارا سارا دن وہ اپنے کمرے میں رہتی تھی یا رات کے وقت کبھی باہر لان میں بیٹھ کر کچھ لکھتی رہتی یا خاموشی سے سامنے لگے پودوں کو دیکھتی رہتی۔ یونیورسٹی بھی اس نے ایک دن پہلے ہی جانا شروع کیا تھا۔ اس وقت وہ نیلی ڈھیلی ڈھالی شرٹ کے ساتھ سیاہ ٹراؤزر اور سیاہ ڈوپٹہ گلے میں ڈالے اپنے لئے کافی بنا رہی تھی۔ بھورے لمبے بال رف سے جوڑے میں مقید تھے اور آنکھوں میں دنیا بھر کی ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ دودھ چولہے پر چڑھا کر وہ کافی پھینٹنے لگ گئی۔ دنیا ادھر سے ادھر ہو رہی ہو اپنی کافی اس کو پرفیکٹ چاہیے ہوتی ہے کافی بنانا اور

سکون سے پیتا اس کے لئے ایک تھیراپی تھی۔ وہ اپنے کام میں اتنا مگن تھی کہ باہر کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے پھر قدموں کی چاپ قریب آنے تک کا اندازہ نہیں ہوا۔ کسی کی موجودگی محسوس کرتے ہوئے اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور برا سامنہ بنا کر جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی۔

"کب تک ایسا چلتا رہے گا فبی؟ کب تک تم مجھے ہر چیز کا قصور وار ٹھہراو گی؟ کب تک تم خود کو تکلیف دیتی رہو گی؟" منت والے لہجے میں وہ اس کو تکلیف سے بچانا چاہ رہا تھا۔

"جب تک تم میرے سامنے رہو گے۔" چمچ پٹختے ہوئے وہ گھومی اور بہت ضبط سے جواب دیا۔

وہ دکھ سے اس کو دیکھتا رہ گیا گلے میں گلٹی سی ابھر کے معدوم ہوئی۔

"سب کو محبت کے سبق دینے والی فبیہا کے دل میں اتنی نفرت کہاں سے آگئی؟" افسوس کیا نہیں تھا وہاں۔ اس کی یہ بات سن کر فبیہا کے دل کو دھکا سا لگا۔ اندر کسی خول کی چٹکنے کی آواز آئی لیکن بظاہر وہ لہجہ مضبوط کر کے کھڑی رہی اور جب بولی تو ہزار جذبوں نے اپنا سر اٹھایا۔

"جب سے سب نے فبیہا کا یقین کرنا چھوڑ دیا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چولہے پر دودھ ابل ابل کے گر رہا تھا اور سامنے کھڑے دو وجود کے دل میں آنسو۔

"تمہیں لگتا ہے میں نے تمہارا یقین نہیں کیا تھا؟"خود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بہت بے بسی سے کہا۔

"بات یقین کی نہیں ہے شہرام مرزا بات ساتھ کی ہے۔ بات تحفظ کی ہے۔ بات قدم جوڑنے کی ہے۔"بولتے بولتے اس کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا لیکن یہ طے تھا کے وہ روئے گی نہیں خاص طور پر اس شخص کے سامنے جس سے اس کی امیدیں وابستہ تھیں۔ ابھی تک سامنے کھڑا مرد اسے ٹک ٹک دیکھے جا رہا تھا جیسے سمجھ نہ پا رہا ہو اس کے الفاظ۔

"تم نے کہا تھا تم ہمیشہ میری حفاظت کرو گے پر تم جب کہاں تھے جب مجھے سب چھوڑ چکے تھے؟ بلکہ ایک منٹ۔"آنکھوں کو بے دردی سے رگڑ کر وہ سیدھی ہوئی ایسے کے اب وہ پوری طرح شہرام کے سامنے کھڑی تھی۔

"چھوڑ کر تو سب سے پہلے تم گئے تھے ہمیں۔"شکوہ طور بھوری آنکھیں اٹھا کر شہرام کو دیکھا تو ایسا لگا جیسے ان نظروں نے اس کی روح قبض کر لی۔

سات ماہ ہو گئے تھے اس بات کو لیکن ان ماہ کا فاصلہ کبھی کسی نے طے کرنے کی کوشش نہیں کی۔

"فبی میں۔" اس کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہے کیسے اپنی صفائی دے۔

"تمہیں ایسا لگتا ہے کہ میں اس وقت رک کر لوگوں کی باتیں سچ کر جاتا؟" اس کا لہجہ کھردرا تھا مگر آنکھوں میں کوئی تھکن سی تھی۔

"لوگ وہی مانتے ہیں جو ان کی مرضی ہو۔ سچ سے انہیں کوئی غرض نہیں بس اپنی زبان کا زہر نکالنے کے لیے کہانیاں گھڑ لیتے ہیں۔"

اس کی نظریں جھک گئیں جیسے کوئی بوجھ سینے پر رکھ دیا گیا ہو۔ دکھ ملال ایک ایسی بے بسی جو زبان سے زیادہ آنکھوں میں نظر آتی ہے۔

وہ لمحہ بھر کو رکی پھر ایک تلخ ہنسی ہونٹوں پر آئی۔

"سب نے اس وقت تو سچ کو دفن کر دیا مگر اب اس نکاح کے بعد تم سب نے انہیں سب سے بڑا موقع دے دیا انکے الزامات کو سچ کرنے کا۔ اب انہیں اپنی جھوٹی کہانیوں پر یقین آ ہی گیا ہو گا نہ؟"

یہ کہتے ہی اس نے چہرہ موڑ لیا ایک واضح اشارہ کہ اب مزید کچھ کہنے کو باقی نہیں تھا۔

ہوا میں ایک عجیب سا بوجھ تھا جیسے کسی نے الفاظ کی چھریاں پھینکی ہوں اور وہ سیدھا دل میں جا گھُسی ہوں۔اس نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے ہی تھے کے کوئی الفاظ نہ بن پائے۔وہ جانتا تھا کے وہ اس کا کبھی یقین نہیں کرے گی۔بنا کچھ کہے وہ زینے چڑھتا ہوا اوپر کمرے میں غائب ہو گیا۔

وہ جو اتنی دیر سے آنسو باہر آنے کے لیے بے تاب تھے وہ اب بھر بھر کر بہہ رہے تھے۔کچن کاؤنٹر کا کونا مضبوطی سے تھامے وہ خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ہمیشہ سے وہ سوچتی تھی کے اگر شہرام سے وہ شکوہ کرے گی تو اس کا کیا جواب ہو گا دور کہیں دل میں اس کو امید تھی کے وہ آکر صفائی دے گا اور وہ یقین کر لیگی۔مگر آج وہ بنا کچھ کہے چلا گیا جیسے ہمیشہ جاتا ہے تو اس کے دل کے اندر جو ننھا سا نرم گوشہ تھا وہ بھی ختم ہو گیا۔

کچن کا منظر تحلیل ہوا تو اس نے خود کو یونیورسٹی کی لائبریری میں بیٹھا ہوا پایا۔سامنے کھڑی ثبات اسے کب سے کچھ کہے جا رہی تھی شاید۔

"سنا تم نے مجھے کہاں جانا اور کیوں؟" فبیہا کے برابر میں بیٹھتے ہوئے اس نے غور سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔اس نے صرف اثبات میں سر ہلا دیا پلے اس کے کچھ نہیں پڑھا تھا۔

"تو چلو انتظار کیا کر رہی اٹھو اس سے پہلے سر کلاس شروع کر دیں اور ہمیں وہاں بیٹھنا پڑے۔"

وہ اس کو گھسیٹتے ہوئے وہاں سے لے گئی۔سارے راستے ثبات پتا نہیں اپنے کون سے دادا پر دادا کے زمانے کے قصے سناتی رہی اور فبیہا بے دلی سے سنتی رہی۔جب گاڑی "ZID realty" کے آگے آکر رکی فبیہا کی مسلسل سوچوں کا سلسلہ ٹوٹا اور بے یقینی سے ثبات کو دیکھا جو اپنا سیٹ بیلٹ کھول رہی تھی۔نظروں کی تپش محسوس کر کے ثبات نے اپنا رخ فبیہا کی جانب موڑا اور گہری سانس بھرتے ہوئے کہنے لگی۔

"دیکھو فبی تم جانتی ہو کے ابو کے جانے کے بعد میں گھر میں سب سے بڑی ہوں اور اپنے دو چھوٹے بہن بھائیوں کو پالنا کتنا مشکل کام ہے۔" وہ رکی اور سامنے بیٹھی لڑکی جسکی آنکھوں میں صرف شاک تھا اس کو دیکھتے ہوئے بات جاری رکھی۔

"مجھے ذکا کی کمپنی سے ایک اچھی آفر آئی ی تو بس میں نے اس پر نظر ڈالی۔"فبیہا کے تاثرات سے وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ کیا ردعمل دے گی۔

"میں نے ابھی ہامی نہیں بھری بس ٹرائل کے لئے یہاں آئی ہوں۔۔"جلدی جلدی اس نے اپنی بات مکمل کی۔"کچھ بولو گی نہیں۔"

"چلو جلدی ورنہ تمہارے ٹرائل کو دیر نہ ہو جائے۔"سپاٹ سے کہتے ہوئے وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔دروازہ کھولتے وقت اس کے ہاتھوں میں لرزش تھی جسے ثبات نے باخوبی محسوس کیا تھا۔

"اللہ میں ہی کیوں؟"آنسو بمشکل ضبط کر کے اس نے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھا دیئے۔

اس وقت آسمان ہلکا ہلکا برس رہا تھا اور فضا میں ٹھنڈک تھی۔جب وہ دونوں اندر داخل ہوئی تو اندر کا ماحول دیکھ کر ثبات کا جوش اور بڑھ گیا۔ابھی وہ اپنی دوست سے آفس کی شانو شوکت بیان کرتی کہ اس کا موڈ دیکھ کر رک گئی۔

"دیکھو ثبات جلدی کرو میں زیادہ دیر تک نہیں رک سکتی مجھے اور بھی کام ہیں۔"

"بس تھوڑی دیر صبر کرو۔"فبیہا کی جلد بازی کو اس نے ہوا میں اڑا دیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

رسیپشن پر جا کر ثبات نے اپنے آنے کی اطلاع دی اور فبیہا کی طرف مڑی ہی تھی کہ فبیہا کے پیچھے کسی کا وجود دیکھ کر ٹھٹک گئ۔ ثبات کی نظروں کا ارتکاز دیکھ کر اس نے بھی اپنے کندھے سے پیچھے جھانکا۔اس کی نظروں میں جو تصویر بنی تھی وہ اس کے دل کی دھڑکن روکنے کے لیے کافی تھی۔

"ارے شہرام آپ یہاں۔ بہت اچھا لگا آپکو یہاں دیکھ کر۔" ثبات کی سمجھ نہیں آرہا تھا کے وہ کس طرح کارد عمل دے۔اس کو یہاں شہرام کی موجودگی کی بلکل توقع نہیں تھی۔ شہرام نے ثبات کو کوئی جواب نہیں دیا۔اس کی تیز نظریں سامنے کھڑی اپنی بیوی پر جمی تھی۔ چند قدم وہ آگے بڑھا اور عین فبیہا کے سامنے کھڑا ہو گیا۔فبیہا جو برف کا مجسمہ بنی کھڑی تھی اس نے نظر اٹھا کر سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو تمہاری تو ایک ضروری پریزنٹیشن تھی۔" خشک لہجے میں اس نے فبیہا سے اس کے یہاں آنے کی وجہ پوچھی۔اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتی ثبات بول پڑی۔

"جی جی فبیہا اس ہی کی تیاری کر رہی تھی وہ تو میں اس کو زبردستی لائی ہوں۔"

شہرام نے فرصت سے ثبات کو دیکھا اور کہنا شروع کیا۔

"آئندہ میری بیوی کے ساتھ زبردستی کرنے سے گریز کیجیے گا۔" ایک نظر اس نے ذکا کے آفس کو دیکھا اور کہا۔ "خاص طور پر یہاں آنے کے لیے۔" ٹھنڈے لہجہ میں کہتا ہوا وہ فبیہا کی طرف مڑ گیا۔

"آؤ میں تمہیں گھر ڈراپ کر دوں۔"

"نہیں ٹھیک ہے بس۔" ابھی وہ بول ہی رہی تھی کے اس کی نظر سامنے سے آتے ذکا پر پڑی ۔بدنامی رسوائی دھوکہ ان سب چیزوں نے اُس کے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

"میری کچھ طبعیت ٹھیک نہیں تم مجھے گھر ہی چھوڑ دو ثبات اپنا کام اب خود کر لیگی۔ کیوں ثبات؟" شہرام کے تاثرات دیکھے بنا وہ ثبات کی طرف مڑ گئی۔

"اوہ آج تو پرانا گروپ یہاں اکٹھا ہے۔" قریب پہنچ کر ذکا نے بڑے دوستانہ انداز میں بات شروع کی۔

"اکٹھا تھا۔ کیا تمہارا پاسٹ پریزنٹ کمزور ہے؟" شہرام نے آنکھیں گھماتے ہوئے جواب دیا اور مڑ گیا۔ ذکا کے ہنستے چہرہ پر غور کرو تو کچھ نمایا ہوا تھا۔ شاید تکلیف یا پچتاوا؟ یا شاید تمھارا وہم؟

"چلو فبیہا مجھے بھی دیر ہو رہی ہے۔" فبیہا نے تو جیسے ذکا کی موجودگی محسوس ہی نہیں کی اور ثبات کو خدا حافظ کرتی ہوئی شہرام کے پیچھے ہو لی۔

"ذکا وہ میرا انٹرویو۔" گہری سانس لیتی ہوئی ثبات سامنے کھڑے شخص سے مخاطب ہوئی۔

"It's Sir Zaka! Miss Sabat"

فبیہا کو دیکھ کر جو آنکھوں میں پھول کھلے تھے وہ اُس کے جاتے ہی کانٹوں میں بدل گئے۔ ثبات کی بات کاٹتے ہوئے اس نے جواب دیا تو لڑکی کی مسکراہٹ اڑن چھو ہو گئی۔

"سوری سر مجھے نہیں پتہ تھا ہمارے درمیان فار میلیٹیز آ گئی اب۔"

"After 10 minutes sharp"

ثبات کی بات پوری ہوئے بنا اس نے جواب دیا اور اپنے آفس کی طرف چل دیا۔ موڈ برباد ہو چکا تھا اس کا شہرام اور فبیہا کو ساتھ جاتے ہوئے جو دیکھ لیا تھا۔

"میں بھی دیکھتا اور کتنی دیر یہ سب چلتا ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ذکا کے آفس سے باہر قدم رکھے تو ایک شناسا سا چہرہ دیکھ کر ٹھٹھک کر رکا۔ہاتھوں کی مٹھیاں تک بھینچ گئیں۔سامنے ہی ریسپشن پر فبیہا کسی کے ساتھ کھڑی تھی۔لال چہرہ لیے اس نے اپنے قدم اس کی طرف بڑھا دیئے۔وہ اس کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اس کی آواز سماعت میں گونجی۔

"یار ثبات جلدی کرو۔I am feeling uncomfortable۔"اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتی ہوئی وہ جیسے یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔

لاکھ دوریاں سہی لیکن وہ اس کی بیوی تھی اور اس کو اس جگہ سے دور رکھنا جو اسے تکلیف دیتی ہے اس کا فرض تھا۔

"تکلیف میں تو وہ تمہارے ساتھ بھی ہے تو خود سے دور کیوں نہیں کرتے؟"کانوں میں کسی نے سرگوشی کی۔اس کے قدم سست پڑے لیکن فبیہا کو پریشان دیکھ کر وہ اس کی طرف بڑھ گیا۔تو یہ توطے تھا وہ اس کو اپنے آپ سے دور نہیں ہونے دے گا چاہے نفرت میں ہی سہی۔

فبیہا کے پاس پہنچ کر اس نے ثبات کو مکمل طور پر نظرانداز کیا۔ پتہ نہیں کیوں لیکن شروع سے ہی اس کو فبیہا کی یہ سہیلی چبھتی تھی۔ فبیہا کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر وہ بالآخر ثبات کی طرف گھوما۔

"آئیندہ میری بیوی کے ساتھ زبردستی کرنے سے گریز کیجیے گا۔" وہ رکا پھر کہا۔

"خاص طور پر یہاں آنے کے لیے۔" اس کو نہیں پتہ تھا وہ سخت کیوں ہوا لیکن کوئی اس کی بیوی کے ساتھ زبردستی کرے اس کو منظور نہیں تھا چاہے وہ خود کیوں نہ ان لوگوں میں شامل ہو۔

"آؤ میں تمہیں گھر ڈراپ کردوں۔"

"نہیں ٹھیک ہے بس۔" وہ بس اس کو یہاں سے لے جانا چاہتا تھا جیسے یہ جگہ کوئی جہنم ہو اور ذکا یہاں کا بادشاہ۔ لیکن وہ ابھی فبیہا کے ساتھ زبردستی نہیں کرنا چاہتا تھا نہ ہی اپنا کوئی رعب دکھانا چاہتا تھا۔ وہ بس وہاں سے جانے ہی لگا تھا کہ اس نے اپنے سامنے ذکا کو اس طرف آتے ہوئے دیکھ لیا۔ دماغ کی ساری رگیں تن گئیں۔ ابھی وہ فبیہا کو کچھ کہتا ہی تو وہ بول پڑی۔

"میری کچھ طبعیت ٹھیک نہیں تم مجھے گھر ہی چھوڑ دو ثبات اپنا کام اب خود کر لیگی۔ کیوں ثبات؟" اس کی بات سن کر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی جسکو وہ بڑی مہارت سے چھپا گیا۔ "چلو فبیہا مجھے بھی دیر ہو رہی ہے۔"

ذکا کو ٹھنڈا سا جواب دینے کے بعد اس نے سامنے حجاب میں کھڑی لڑکی کو مخاطب کیا اور خود باہر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ آفس سے باہر نکلتے وقت وہ دیکھ سکتا تھا کہ اس کی بیوی اس سے دو قدم پیچھے چل رہی۔ گہری سانس لیتے ہوئے اس نے اپنی رفتار آہستہ کر لی تا کہ اس کے ساتھ ہو لے۔ کار پارکنگ میں وہ دونوں ساتھ رکے تو شہرام اپنی گاڑی لینے چلا گیا۔ باہر بارش رک چکی تھی لیکن موسم خاصا ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ فبیہا نے بھی گہری سانس لے کر خود کو کمپوز کیا۔ وہ گاڑی لے کر اس کے سامنے آکر رکا تو وہ آگے بڑھی۔ اس سے پہلے وہ پچھلی سیٹ پر جا کر بیٹھتی شہرام نے آگے بڑھ کر آگے والی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ وہ اس وقت اتنی سوچوں میں گم تھی کہ بنا احتجاج کیے آگے بیٹھ گئی۔ جیسے ہی اس نے دروازہ بند کیا شہرام نے گاڑی زن سے آگے بڑھا دی۔

"کچھ کھایا ہے تم نے؟" سرسری سے انداز میں فبیہا سے پوچھا۔اس نے نفی میں اپنا سر ہلا دیا۔

سارا سفر خاموشی سے گزرا۔فبیہا اپنی سوچوں میں اتنا گم تھی کہ اس کو اندازہ ہی نہیں ہوا کب شہرام گاڑی دوسرے راستہ پر لے جا رہا۔گاڑی کے رکنے پر وہ ایک دم سے چونکی اور سامنے گھر کا راستہ نہ پا کر شہرام کو سوالیہ نظروں سے دیکھا جواب اپنا سیٹ بیلٹ کھول کر باہر نکل رہا تھا۔اس نے پورے آستینوں والی سیاہ شرٹ کے ساتھ جینز پہن رکھی تھی اور بال ہمیشہ کی طرح ماتھے پر تھے۔

"تم بیٹھو میں آ رہا ہوں۔"اس کا جواب سنے بنا وہ باہر نکل گیا۔اس نے اپنا سر سیٹ سے ٹکا دیا اور آنکھیں بند کر لی۔آج کے سارے منظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگ گئے جس کو اس نے جھٹکنے کی کوشش کی۔شیشے پر دستک ہوئی تو اس کی آنکھ کھلی۔شیشے کے دوسری طرف ایک بچی ہاتھ میں پھول لے کر کھڑی ہوئی تھی۔مشکل سے اس کی عمر کوئی آٹھ دس سال ہو گی۔اس نے مسکرا کر گاڑی کا شیشہ نیچے کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"باجی یہ پھول لے لو۔۔گھر میں کھانا لے جانا ہے۔"منت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے پھول فبیہا کی جانب بڑھایا۔

فبیہا مسکرا کر اپنے پرس سے پیسے نکالنے لگ گئی۔اس نے پیسے لڑکی کی طرف بڑھائے اور لڑکی نے پھول اس کی طرف۔

"نہیں یہ تم رکھو میری طرف سے۔"اس نے پھول واپس لڑکی کو دیتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو باجی آپ بہت پیاری ہو۔"اس کے چہرے پر خوشی کے رنگ دیکھ کر فبیہا کو آج کا منظر بھولنے لگا۔اکثر اللہ کچھ لوگوں کو ہمارے لیے بھیج دیتے چاہے وہ چند پل ہی کے لیے کیوں نہ آئیں تاکہ ہم ہر مشکل حالات میں اس کا شکر کرنا نہ بھولیں۔وہ لڑکی چلی گئی تو اس کو سامنے سے شہرام آتا ہوا دکھائی دیا۔ہاتھ میں کچھ پکڑے وہ اس کی طرف شیشے پر جھکا۔

"یہ لو تم نے کچھ کھایا ہوا نہیں ہے۔"فبیہا نے ہاتھ آگے نہیں بڑھایا تو اس نے ڈبہ اس کی گود میں رکھا اور گھوم کر اپنی سیٹ کی طرف آیا۔اندر بیٹھ کر اس نے ایک نظر برابر بیٹھی لڑکی اور اس کی گود میں رکھے ڈبے پر ڈالی اور بنا کچھ کہے اس کی گود سے ڈبہ اٹھا کر کھولا۔اندر رکھے

برگر کی خوشبو پوری کار میں اپنا بسیرا اجمار ہی تھی۔ برگر اٹھا کر اس نے فبیہا کی طرف بڑھایا جو عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اب کھا خود لو یا یہ بھی مجھے کھلانا ہو گا؟" اس سے پہلے کے وہ واقعی اس کو خود کھلانا شروع کر دیتا اس نے جھپٹنے والے انداز میں اس کے ہاتھ سے برگر لیا اور کھانا شروع کر دیا۔ گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے کار سٹارٹ کر دی۔ گھر بس پانچ منٹ کے فاصلے پر تھا۔

"اگر جو جگہ ہماری تکلیف کا باعث بنتی ہے تو بہتر ہے وہاں نہ جایا جائے۔" خاموشی توڑتے ہوئے اس نے فبیہا کو نصیحت کی۔

"تکلیف کا باعث تو میرے لیے تمہارا ساتھ بھی ہے تو کہو تو اس کا بھی کوئی حل نکالیں؟" طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ وہ شہرام کو لاجواب کر گئی۔ سٹیر نگ ویل پر اس نے اپنی گرفت مضبوط کر دی جذبات کچھ ضبط کیا ہو۔

"کیا تم سب کچھ بھول نہیں سکتی؟ میری ایک غلطی کو معاف نہیں کر سکتی؟" یہ سوال پوچھتے وقت دکھ غصہ بے بسی کیا کیا نہیں تھا اس کے لہجے میں۔

"میری اس زندگی میں تو شاید کبھی نہیں۔ تمھارے ساتھ ایک گھر میں رہ رہی ہوں اتنا ہی میرا صبر ہے مجھے اور مت آزماؤ۔"

"ٹھیک ہے پھر ایسے تو ایسے سہی۔" غصے سے اس نے گاڑی جھٹکے سے گھر کے آگے روکی اور اس کی طرف دیکھا۔

"اتنی ہی نفرت ہے مجھ سے تو آج ہی آزاد کر دیتا ہوں تاکہ تمھاری بھی آزمائش ختم ہو اور میری بھی۔"

بغیر جواب دیئے وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر گھر کی طرف بڑھ گئی لیکن دروازہ بھی ٹھا کی آواز میں بند کرنا نہیں بھولی۔ اس کے اندر جانے کا انتظار کیے بغیر اس نے بھی گاڑی آگے بڑھا دی۔ فبیہا نے مڑ کر نم آنکھوں سے اس کو دور جاتے ہوئے دیکھا۔

"ہمیشہ کی طرح چھوڑ کر چلے جاتے تم۔"

"تمہیں کیوں دکھ ہو رہا تم تو نفرت کرتی اس سے پھر یہ رکے یا جائے تمہیں اس سے سروکار نہیں ہونا چاہیئے۔" اندر سے دل نے جواب دیا۔ آنکھ کا کنارہ صاف کرتے ہوئے وہ اندر کی طرف بڑھ گئی۔

گلی کے کونے سے اس کو اندر جاتا ہوئے دیکھ کر اس نے اپنا سر کار کی سیٹ سے ٹکا دیا۔

"میں ایسا کیا کروں فبی کے تم پھر سے مجھ پر اعتبار کرنے لگو۔" خود کو کمپوز کرتے ہوئے وہ گاڑی سٹارٹ ہی کرنے والا تھا کہ اس کا موبائل بجنے لگا۔ "فضل خان کالنگ" اس کی کال دیکھ کر موڈ مزید بگڑ گیا۔

"آج ہی ساری مصیبتوں کو میری راہ دیکھنی تھی کیا۔" جھنجھلاہٹ سے اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور فون اسپیکر پر ڈال دیا۔

"اگر کام کی بات کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو فوراً سے بھی پہلے فون بند کر دو فضل۔"

"یاسر کو میں نے کل ذکا کے ساتھ دیکھا تھا۔" بھاری آواز میں شہرام کی بات کاٹتے ہوئے اس نے اس مرد کے سر پر بلاسٹ کیا۔

"یاسر کو واٹ؟ وہ اس کے ساتھ کیا کر رہا تھا؟"

"یہی تو میں تم سے پوچھ رہا کہ شہرام مرزا تمہارا سب سے وفادار بندا ذکا کے ساتھ کیوں تھا؟"

شہرام نے گہری سانس لے کر خود کو نارمل رکھا اور جواب دیا۔

"میں دیکھتا ہوں کے کون مجھے دھوکا دے رہا۔ پر یاد رکھنا فضل خان اگر اس کے پیچھے تمھارا کوئی ہاتھ ہوا تو یہ ہاتھ سلامت نہیں رہیں گے۔" کاٹ دار لہجے میں اس نے کال کے دوسری طرف کے آدمی کو وارن کیا۔

"مجھے دھمکیاں دینے سے اچھا ہے تم اپنے بندوں پر نظر رکھو۔" اور یہ کہہ کر اس نے کال کاٹ دی۔

اسلام آباد کی صاف ستھری سڑکوں پر ایک ہاتھ کار ڈرائیو کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے موبائل پر ایک نمبر ملایا۔ تیسری گھنٹی پر فون اٹھا لیا گیا۔

"جی کہیئے شہرام صاحب۔"

"فضل خان سے خبر ملی کے تم ذکا کے ساتھ کل دیکھے گئے ہو۔" رعب دار لہجے میں وہ سیدھا مدعا پر آیا۔ فون کے دوسری طرف یاسر اپنے لیپ ٹاپ کے آگے چشمہ لگا کر بیٹھا ہوا ہنس دیا۔

"اوہ تو اس کا مطلب ویسا ہی ہوا جیسا ہم نے سوچا تھا۔" یہ سن کر شہرام کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

یاسر شہرام کا خاص بندہ ہونے کے ساتھ ساتھ ذکا کا بھی جاننے والا تھا۔وہ ذکا سے ملا تھا کسی گھر کی ڈیل کے تحت مگر شہرام نے اور یاسر نے فضل خان کو تاثر ایسا دینا تھا جیسے شہرام کو اس بات کی خبر نہ ہو۔انکا اصل مقصد فضل خان کو کنفیوز کرنا تھا۔

"گڈ جاب یاسر۔"

"گڈ جاب سے میرا والٹ نہیں بھرتا بھائی جان گڈ پیسوں سے بھرتا ہے۔" شہرام نے فون کان سے ہٹا کر گھور کر دیکھا اور دل کیا یاسر کا سر گاڑی کے نیچے دے دے۔

"اگر تم کام کے نہ ہوتے تو کب کا میں تمہارا کام تمام کر چکا ہوتا۔" گاڑی ایک فائو سٹار ہوٹل کے آگے روکتے ہوئے اس نے انجن بند کیا۔

"فلحال میرے پیسے تمام کریں بھائی جان۔" اپنی چیئر پر گھومتا ہوا وہ مزے سے اپنی قبر کھودنے کی تیاری کر رہا تھا۔

"ابھی کام مکمل ہو جائے کر دونگا تمہارے غریب اکاؤنٹ میں پیسے ٹرانسفر ابھی آگے کا پلان سنو۔" گاڑی سے نکل کر وہ اس ہوٹل کی طرف اپنے قدم بڑھا رہا تھا اور اس کی آواز مدھم ہو رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گھر میں قدم رکھتے ہی فبیہا کا ارادہ سیدھا اپنے کمرے میں جا کر سکون کا سانس لینے کا تھا۔ آج کا دن ذکا کے ساتھ ٹکراؤ پھر شہرام سے تلخ کلامی سب کچھ ذہن پر ہتھوڑے برسا رہا تھا۔ اسے بس اپنے واحد رازدار اپنے رب کے سامنے بیٹھ کر دل ہلکا کرنا تھا۔ کسی انسان کے آگے وہ کبھی نہیں ٹوٹی تھی اور نہ آج ٹوٹنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

اپنی سوچوں میں گم سیڑھیاں چڑھ رہی تھی کہ سمینا خالہ کی آواز نے اس کے قدموں کو باندھ دیا۔

"خیریت ہے آج جلدی آگئی؟ طبیعت تو ٹھیک ہے؟ اور شہرام کہاں گیا؟"

خالہ کی محبت بھری فکرمند آواز میں ہمیشہ ماں کی سی گرمی محسوس ہوتی تھی۔ شہرام سے بے شمار شکوے سہی لیکن کیا وہ اپنی اکلوتی خالہ کو جنہوں نے ماں بن کر اسے پالا تھا نظرانداز کر سکتی تھی؟ دل نے فوراً نفی کی اور خود کو سنبھالتے ہوئے وہ ان کی طرف مڑ گئی۔

"السلام علیکم آنی کیسی ہیں آپ؟ ناشتہ کیا آپ نے؟" اس سوال میں محبت کی سچائی تھی۔

"وعلیکم السلام میں ٹھیک ہوں پر تم ٹھیک نہیں لگ رہی۔ شہرام سے کوئی جھگڑا ہوا ہے کیا؟" خالہ نے نرمی سے ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا اور اسے اپنے ساتھ ڈائننگ روم میں لے آئیں۔

"چچ چچ آنی آپ کو میں اتنی لڑاکا لگتی ہوں؟" وہ افسوس سے سر ہلا کر ہنسی۔ حجاب اتار کر قریب رکھی کرسی کھینچ لی۔ خالہ بھی مسکرا دیں۔ وہ بڑی بڑی مہربان ہیزل آنکھیں جن کو دیکھ کر ہی سکون مل جاتا تھا۔ گندمی رنگت، پر کشش نقوش رکھنے والی عورت تھیں۔ گلابی شلوار قمیض اور ہم رنگ دوپٹہ اوڑھے وہ سراپا شفقت لگ رہی تھیں۔

"اس میں کوئی شک ہے کیا؟" چمکتی آنکھوں کے ساتھ چھیڑنے والے انداز میں کہا۔

"اب تو آپ کی بیٹی سمجھدار ہو گئی ہے۔ جب میٹھی باتوں سے ہی دوسروں کی بولتی بند کر سکتے ہیں تو جھگڑے کا فائدہ؟" فبیہا نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

خالہ نے مصنوعی ناراضی سے سر جھٹکا۔ "تم نہیں سدھر سکتیں۔ لیکن سب ٹھیک چل رہا ہے نافبی؟ شہرام تمہارے ساتھ ٹھیک ہے؟"

Clubb of Quality Content

"ٹھیک کا اندازہ تو نہیں بس سب چل رہا ہے۔" فبیہا کی آواز میں سرد مہری تھی مگر اس کے ہاتھوں میں تھکن کی لرزش تھی۔ خالہ نے نرمی سے اس کے ہاتھوں کو تھام لیا جیسے اس کے اندر چھپے زخموں کو محسوس کر رہی ہوں۔

"بیٹا میں جانتی ہوں کہ اپنوں کے چھوڑ جانے کا دکھ کیا ہوتا ہے۔ میں تمہیں یہ نہیں کہوں گی کہ سب کچھ بھول جاؤ۔ تم بہت صبر والی ہو لیکن اپنے آپ کو اذیت دینا بند کر دو۔ بچپن سے جانتی ہوں تمہیں اور یہ بھی کہ تم بہادر ہو۔ مگر یاد رکھو ہر بہادر سپاہی کو بھی جنگ کے دوران کسی نہ کسی پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ لوگوں کی باتیں میرے لیے معنی نہیں رکھتی مجھے یقین ہے تو صرف اپنی بیٹی پر۔"

سامنے بیٹھی لڑکی کی آنکھوں میں جھانکو تو ہلکی سی نمی دکھائی دے گی۔ انسان جتنا خود پر مضبوطی کا خول چڑھا لے لیکن سچ تو یہ ہے کہ ماضی کے حادثات ہمیشہ نئے سرے سے تکلیف دیتے ہیں۔

Clubb of Quality Content

"خود کو معاف کر دو فبی۔ ماہ نور کی موت کی ذمہ دار تم نہیں ہو۔" ان کے الفاظ میں ایک ماں کی سی اپنائیت تھی۔ فبیہا کی آنکھوں میں نمی چمکی مگر اس نے جلدی سے پلکیں جھپکا کر خود کو مضبوط کر لیا۔ خالہ ہلکا سا اس کا ہاتھ دبا کر اٹھنے لگیں۔

"اور اب جلدی اٹھو فریش ہو اور میرے ساتھ سبزیاں لگانے میں مدد کرو یہ کمبخت الماس سے تو مجھے کوئی امید ہی نہیں ہے۔ کل بھی پورے گھر میں مٹی پھیلا دی تھی جیسے اس کے باپ نے آ کر صاف کرنی تھی ہونہہ۔"

فبیہا جو گم سم سی بیٹھی تھی وہ ہنس دی۔

"سیکھ جائیگی بیچاری ابھی عمر ہی کیا ہے اس کی۔"

"عمر ہی کیا ہے اس کی؟ لو بھلا بیس کا ہندسہ پار کرنے والی ہے اور تم کہتی عمر ہی کیا ہے؟ پہلے ہی شہرام نے بہت بگاڑ رکھا اس کو۔ شہرام سے یاد آیا تم اس کے ساتھ واپس آئی تھی نہ کہاں گیا وہ؟"

"پتا نہیں کچھ بتا کر نہیں گیا۔" کندھے اچکاتے ہوئے وہ اٹھنے لگی کہ اچانک سیڑھیوں پر دھپ دھپ کی آواز اور چپس کے پیکٹ کی کھڑ کھڑاہٹ سنائی دی۔

"آگئی آفت!" دونوں نے ایک ساتھ سوچا۔

کانوں میں ہینڈ فری، کندھوں تک آتے بال چھوٹی سی پونی میں بندھے، رف سی ٹراوزر اور شرٹ میں ملبوس چپس کھاتے ہوئے اور موبائل پر غالباً اپنا پسندیدہ ڈرامہ دیکھتی الماس ٹیبل پر دھپ سے آبیٹھی۔

"ہاں بھئی کرلی میری برائیاں اپنی لاڈلی بیٹی کے ساتھ؟ آپ میری اصل ماں ہیں بھی یا نہیں؟" الماس نے آنکھیں سکیڑ کر خالہ کو دیکھا۔

"شرم کرو ماں ہے تمہاری ہر وقت اپنی بے وقوفیوں کا مظاہرہ کرنا ضروری ہے؟" فبیہا نے ہلکی سی چپت لگا کر اسے سیدھا کیا۔

"بس کیا کریں آج کل کی اولاد ہی ایسی ہے۔۔ سسرال جائے گی تو جوتے پڑیں گے۔" خالہ گہری سانس لے کر کچن کی طرف بڑھیں۔

"کون سا سسرال؟ آپ نے تو گھر داماد ہی ڈھونڈنا ہے میرے لیے۔" الماس کا تابڑ توڑ جواب آیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"سہی کی ذلیل ہو الماس تم بھی۔اور ویسے یہ بتاؤ اکیڈمی تمہارے پیارے بھائی کی ہے جو تم نہیں گئی آج؟"

"آآآآمی بھابھی جی نے بھائی کو پیارا کہا۔" اور یہ ہوئی پھر سے اس کی زبان میں کھجلی۔

"الماس سدھر جاؤ!" خالہ کی سخت آواز کچن سے آئی۔

"تم سے بات کرنا فضول ہے خالہ ٹھیک کہتی ہیں سسرال جا کر جوتے نہیں ڈنڈے کھاؤ گی تم۔" ایک اور چپت اس کے سر پر پڑی۔

"آوچ! آرام سے آپ کا ہاتھ تو بھائی سے بھی زیادہ بھاری ہے۔" الماس نے سر سہلاتے ہوئے کہا۔ فبیہا اس کے تبصرے کو نظر انداز کرکے اوپر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔

"خالہ میں تھوڑی دیر بس سو رہی ہوں پھر میں آپکے ساتھ مدد کرواتی۔"

"رکیں رکیں ایک بات تو سنتی جائیں۔" الماس عجلت میں زینوں کی طرف اس کے سر پر پہنچی۔

"راز کی بات ہے ایک۔" ہلکی آواز میں کہنے لگی کہ کہیں امی سن کر پھر سے اس کو اس کے نا معلوم سسرال والوں کے ظلم گنوانا نہ شروع کر دیں۔

"اب کیا کارنامہ انجام دے دیا تم نے؟"مشکوک نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"کارنامہ میں نہیں آپکے شوہر محترم انجام دے رہے ہیں۔"فبیہا کے کانوں کی طرف جھک کر اس کو رازداری سے بتایا۔

"شہرام؟'فبیہا نے ناسمجھی سے اس کو دیکھا۔

"اف تو اور کتنے شوہر ہیں آپکے؟"اور بس فبیہا کی ایک گھوری پر اس کی چلتی زبان کو بریک لگا۔

"کل میں نے ان کو کسی سے بات کرتے ہوئے سنا تھا۔"اپنی طرف سے اس نے بڑے پتے کی بات بتائی۔

"تو اب گونگا تو ہے نہیں وہ کہ چپ رہے گا۔"

"ارے نہیں نہیں کوئی لڑکی تھی۔"اس سے پہلے فبیہا اوپر جاتی وہ فوراً بول پڑی۔

"لڑکی؟"ایک ابرو اٹھا کر اس سے جیسے وضاحت مانگی۔

"ہاں ہاں قسم سے کوئی لڑکی تھی کہہ رہے تھے کل ملوں گا تم سے۔"

"ویسے بڑے افسوس کی بات ہے الماس کسی کی ایسے چھپ چھپ کر باتیں سننا۔"

"چھپ کر کہاں سنی۔ میں وہیں تو بیٹھی ہوئی تھی تو میرے کانوں نے تھوڑا سا سن لیا۔"

ساتھ میں بتیسی نکال کر اس کود کھائی۔

"ویسے آپ جیلس نہیں ہو رہی؟ آپکا شوہر کسی لڑکی سے ملنے جا رہا؟"

"وہ کسی لڑکی سے ملے یہ اس کی ماں سے آئی ڈونٹ کیئر۔" اور یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے میں گم ہو گئی۔

"ہا! ہو گئی جیلس وہ۔" ساتھ میں کمینی سی مسکراہٹ لے کر اب اپنی ماں کا دماغ کھانے چلی گئی۔

کمرے میں آکر اس نے اپنا عبایا اترا اور واشروم کہ جانب بڑھ گئی۔ آج کا واقعہ ذکا کا سامنہ شہرام سے بحث خالہ کی باتیں سب اس کے دماغ میں گھومنے لگیں۔

اس نے ابھی بہت سارا رونا تھا۔ لیکن باتھ روم میں نہیں کہ وہاں موجود شیاطین آپ کو اور کمزور کر دیتے ہیں۔ بلکہ اپنے خالق کے آگے جہاں سے اس کو بہادری اور طاقت ملتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دروازہ دھاڑ کی آواز سے کھلا اور بکھرے بال، بنا میک اپ کے چہرے کے ساتھ وہ اندر داخل ہوئی۔ پاگلوں کی طرح سے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مار کر بتیاں روشن کی اور بیڈ پر سوتے ہوئے وجود پر سے کمفرٹر اتار کر پھینکا۔

"ذکا داؤد دومنٹ کے اندر اندر اپنی اس غار سے نکلو تم۔" اس کو جھنجھوڑتے ہوئے ذکا کے اندر کے عضا تک ہلا گئی تھی۔

"کیا ہے نوری صبح صبح کونسی مرچ کھالیں آپ نے؟" بیزاریت سے کہہ کر وہ واپس اپنی غار میں غرق ہو گیا۔

"شام کے پانچ بجنے کو آئے ہیں اور تم کہہ رہے صبح صبح؟ مجال ہے کہ تم ایک آواز پر اٹھ جاؤ۔" افسوس سے کہتی ہوئی وہ پھر سے اس کے غار پر حملہ کر چکی تھی۔

"صبح کے پانچ بج رہے ہوں یا شام کے آپ نے تو قسم کھا رکھی میری نیند نہ پوری ہونے دینے کے لئے۔"

اوپر سے کمفرٹر اتار کر پھینکتے ہوئے اس نے ایک نظر اپنے فون کو دیکھا اور ایک نظر اپنے سامنے بیٹھی ہوئی آلارم کلاک کو جو لگ بھگ اٹھائیس سال پرانی ہو گی۔

نولز کلب
Clubb of Quality Content

کندھوں تک آتے بال جن پر گولڈن ڈائی کی گئی تھی۔ بڑی بڑی ہیزل آنکھیں جن میں تھوڑی فکر واضح تھی۔ روئی کی طرح پھولے پھولے نرم گال۔ سانولا رنگ جس میں ایک الگ ہی کشش تھی وہ بہت خوبصورت تھی مگر اس وقت ذکا کو وہ سخت زہر لگی تھی۔

"اب اگر شیر کی طرح آکر میری آرام گاہ پر حملہ کر ہی دیا تو یہ بھی بتا دیں آگے کیا مجھے میرینیٹ کر کے رکھیں گی یہ سیدھا اپنا نوالہ بنائیں گی؟" معصومیت سے آنکھیں جھپکا کر پوچھا تو سامنے والی لڑکی نہ چاہتے ہوئی بھی ہنس دی۔

"اپنا بزنس کیا شروع کر دیا تمہاری تو زبان ہی نہیں ٹک رہی۔" بالوں کو ہاتھ سے سیٹ کرتے ہوئے وہ مسکرا دیا۔

"آپ بھی اب اپنی زبان چلا کر بتا دیں کہ کیا کام ہے اب آپکو میڈم؟"

"وہ نہ آج میری دوست نے اپنی انگیجمینٹ پارٹی رکھی ہے۔۔۔"

"اور مجھے گیس کرنے دیں۔ مام آپکو جانے نہیں دے رہیں کیونکہ انہوں نے آپکو اپنی دوست کے گھر لے جانا ہے اور آپ چاہتی ہیں میں اپنے کسی کام کا بہانہ کر کے آپکو اپنے ساتھ لے جاؤں رائٹ؟" اس کی بات سن کر سامنے والی لڑکی نے تالیاں بجانا شروع کر دی۔

"واہ میرے نمر قربان جاؤں میں تمھاری اس قابلیت پر۔۔ تم ایسا کرو اپنا اسٹیٹ ایجنسی کا کام چھوڑ کر طوطے لے کر بیٹھ جاؤ بہت کمائی ہو گی۔"

"ہاہا ویری فنی۔" آنکھیں گھما کر کہتے ہوئے وہ واش روم کی جانب بڑھنے لگا۔

"تو اس کا مطلب تم مجھے لے کر جا رہے ہو؟" ابھی وہ مکمل طور پر خوش بھی نہیں ہوئی تھی کہ آگے سے وہ بول پڑا۔

"آئی ایم سوری بٹ ناٹ سوری مائی ڈیئر نوری میں اس وقت جم جا رہا ہوں۔"

"ابھی آنکھیں نہیں کھل رہی تھی اور اب میرا کام سن کر جم یاد آ گیا؟ چچ چچ اللہ آپ دیکھ رہے ہیں نہ اپنے اس بندے کو کیسے آپکی اس پیاری سی بندی کو تنگ کر رہا۔" مصنوعی خفگی سے اوپر دیکھتے ہوئے بڑبڑائی۔ جب دیکھا کے اس مرد کو کسی بھی بات کا اثر نہیں ہوا تو اپنا آخری طریقہ آزمایا۔ اور یہ تو اس کو پتہ ہی تھا کہ اب ذکا کا ہاں کرنا بنتا ہی ہے۔

"ہاں وہ فبہیا کی بھی کال آئی تھی کہہ رہی تھی اس نے سنامن رولز (cinnamon rolls) بنائے ہیں۔ میں نے تو سوچا تھا پارٹی کے بعد آنٹی کی طرف چل لینگے لیکن تم تو جم

چلے جاؤ کوئی مسئلہ نہیں میں مام سے خود بات کر کے ڈرائیور کے ساتھ چلی جاونگی۔" وہ اٹھ کر کمرے سے جانے ہی لگی تھی کے ذکا نے اسے روک دیا۔

"اب آیا نہ ذکا سنامن رولز کے نیچے۔" منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے اس کے طرف گھومی۔

"آپ بھی ڈریس ڈیزائننگ کا پیشہ چھوڑ کر شوبز میں کیوں نہیں آجاتی؟" اور یہ لوٹا دیئے نوری کو اس کے الفاظ۔

"جب سارا کام تمہارے سامنے اداکاری کرنے پر ہو جاتے تو مجھے شوبز کی کیا ضرورت؟" آخر وہ بھی تو ذکا کی ہی بہن تھی تو اثر تو ہونا تھا۔

"اچھا میں پانچ منٹ میں نیچے آرہا جب تک اپنی شکل سنوار لیں یہ نا ہو آپکی دوست دیکھ کر ڈر جائے۔" اس سے پہلے وہ کچھ اٹھا کر اس کو دے مارتی وہ جن کی طرح واش روم میں غائب ہو گیا۔

Clubb of Quality Content

"اپنا بھی منہ یاد سے دھولینا یہ نا ہو فبہیا تمہیں پہچاننے سے ہی انکار کر دے۔"اس کا جواب سنے بنا جو اس کو پتا تھا اس نے دینا ہی نہیں وہ کمرے سے نکل کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

ٹھیک پانچ منٹ وہ واش روم سے نکلا۔گہری نیلی شرٹ اور نیلی جینز پہنے شیشے کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ماتھے پر بکھرے گیلے بالوں کو وہ برش سے سیٹ کرنے لگا۔آج ان سیاہ آنکھوں میں علیحدہ سے ہی کوئی چمک تھی جو شاید سنا من رولز کا نام سن کر ہوئی تھی یا رولز بنانے والی کا سن کر؟

آنکھیں بند کر کے کھولی تو منظر تحلیل ہوا۔اس نے خود کو اپنے آفس میں بیٹھا ہوا پایا۔کمرے کا شیشہ اور ڈریسنگ کہیں بہت پیچھے جا چکی تھیں۔پیچھے شاید وہ خود بھی گیا تھا۔

"پیچھے چھوڑنے والوں کو ہر دفعہ ہماری سوچوں کا راستہ انکے ہی قریب کیوں لے جاتا نوری؟"

سرد آہ بھرتے ہوئے اس کو مخاطب کیا جو اس کو تو شاید خود بھی نہ سن سکتی تھی۔

"پر آپکو کیا فکر میری آپ نے تو خود مجھے اس جہاں میں پیچھے چھوڑ دیا۔" وہ ہلکا سا مسکرایا تو ہونٹوں کے گرد گڑھے واضح ہوئے۔ان گڑھوں میں درد کی گہرائیاں واضح تھیں۔

"لیکن آپ دیکھیے گا آپ کا نمر ایک دن سب پر حکمرانی کرے گا۔"

ہاتھ میں بندھی گھڑی میں وقت دیکھا تو وہ شام کے ساڑھے پانچ بجا رہی تھی۔اپنا موبائل اور لیپ ٹاپ اٹھایا ہوا وہ اپنی سیٹ سے اٹھا اور پیچھے سٹینڈ پر سے اپنا کوٹ اٹھا کر اپنے بازو پر ڈالا۔ کوٹ پہننے کا وہ اتنا شوقین نہ تھا مگر آفس میں خود کو اچھا دکھنے کے لیے پہن لیتا تھا۔آفس سے باہر نکل کر اپنی سیکریٹری کو چند ہدایت دی اور لفٹ کی جانب بڑھ گیا۔لفٹ کے دروازے بند ہی ہونے لگے تھے کے ایک لڑکی بھاگتی ہوئی آئی۔ذکا نے اس کے لیے دروازہ روکا۔ذکا داؤد اتنا مہربان؟

"آپ جانتی ہیں کے اگر بندہ اس مضبوط لفٹ کے دروازے کے درمیان آگیا تو وہ دو حصوں میں بٹ سکتا ہے؟" یہ کہہ کر اس نے پھر سے بٹن دبا دیا اور یہ ہوئی اس کی مہربانی ختم۔

"جب ایک بندہ لفٹ کی طرف آتا ہے تو اس نے شاید خود اس میں سوار ہونا ہوتا ہے نا؟" ہانپتے ہوئے اس نے بڑے پتے کی بات بتائی۔

دکھنے میں وہ کوئی ٹین ایجر لگتی تھی شاید انیس بیس سال کی۔ پتلے دبلے سے جسم پر اس نے گھٹنوں سے تھوڑی اوپر کھلی سبز قمیض اور ہم رنگ کھلا ٹراوزر پہنا ہوا تھا۔ سر پر پشمینہ سکارف لیا ہوا تھا جسکے آگے سے اس کی دو لٹیں جھول رہی تھی۔ ذکا نے اس کا پورا جائزہ لیا اور نظریں اس کی آنکھوں پر ٹکا دی۔ ہیزل آنکھیں جو اس کو پھر سے دو سال پہلے کے اپنے کمرے میں لے گئی تھیں۔ سر جھٹک کر اس نے راستہ چھوڑا اور اس لڑکی کو اندر آنے دیا۔ لڑکیوں سے اس کو جتنی زیادہ کوفت ہوتی تھی اتنا ہی اس کے راستے ہمیشہ عورتوں سے ٹکراتے تھے۔

گراونڈ فلور کا بٹن دبا کر اپنے موبائل میں میسج ٹائپ کرنے لگ گیا۔ کن انکھیوں سے وہ دیکھ سکتا تھا کے لڑکی مسلسل اپنے ہاتھ میں پہنی ڈیجیٹل تسبیح کے بٹن دبائے جا رہی ہے۔

گراونڈ فلور آیا تو ذکا نے اس لڑکی کے نکلنے کا انتظار کیا پھر خود باہر آیا۔

"ویسے آپ جیسے کھڑوس اور بد لحاظ انسان کا شکر گزار تو نہیں ہونا چاہئے مگر پھر بھی اخلا قا آپکا شکریہ۔"

Clubb of Quality Content

اگر ابھی اس لڑکی کو پتہ لگ جائے کے یہ کھڑوس اور بدلحاظ انسان یہاں کا مالک ہے تو اپنے منہ پر زنگ والا تالا لگا کر گھومے جو کبھی کھل ہی نہ سکے۔ ذکا نے سوچا اور عادتاً اپنا سر تائید میں ہلا کر آگے بڑھ گیا جیسے شکریہ قبول کیا ہو۔

"عجیب انسان ہے یہ بھی پتا نہیں کیسے کیسے لوگ یہاں آتے۔" ہونہہ نزاکت سے اپنا پرس درست کر کے باہر کی طرف بڑھ گئی جہاں ابھی وہ کھڑوس انسان غائب ہوا تھا۔

"تو آج آپ نے اس غریب بندے کو کیسے یاد کر لیا فضل صاحب؟" فون کان سے لگایا اور گاڑی سٹارٹ کرنے لگا۔

"آج؟ آج تو کافی مشکل ہو جائے گا آنا کسی اور دن رکھ لیتے میں آپکو کنفرم کر کے بتا دونگا۔" اسلام آباد کی صاف ستھری سڑکوں پر اپنی گاڑی دوڑاتا ہوا وہ سامنے والے کی باتوں کا جواب دے رہا تھا۔

شہر کی مصروف سڑکوں پر سفر کرتے ہوئے گاڑی ایک منفرد عمارت کے آگے روکی۔ پتھریلی دیواریں برف سے ڈھکے مینار اور ایک جادوئی سا تاثر دیتی عمارت سامنے منتظر

تھی۔اپنا کوٹ گاڑی میں ہی چھوڑے دروازہ کھول کر وہ باہر نکل آیا اور تجسس سے لبریز نظروں کے ساتھ اس کیفے کی طرف بڑھا۔

"سموکی کولڈرن" یہ کوئی عام کیفے نہیں بلکہ ہیری پوٹر کی جادوئی دنیا کا ایک دروازہ ہے۔دروازے پر ہاتھ رکھتے ہی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہاگ وارٹس کی کسی خفیہ گلی میں قدم رکھا جارہا ہو۔اندر داخل ہوتے ہی دیواروں پر گریفینڈور، سلیدرین، ریونکلا اور ہفلپف کے جھنڈے لہراتے نظر آئیں گے اور ہر گوشے میں جادو کی ایک انوکھی چمک دکھے گی۔ کہیں کوئی ڈچ کے ہوپس لٹک رہے تھے تو کہیں جادوئی ٹوپیاں اور چھڑیاں سجی ہوئی تھیں اور کہیں ہیری پوٹر کا مشہور چشمہ کسی نایاب خزانے کی طرح رکھا ہوا نظر آرہا تھا۔ ہلکی مدھم روشنی اور لکڑی کی قدیم میزیں جیسے کسی جادوئی سرائے کا احساس دلا رہی ہوں ۔اندر داخل ہونے والا شخص آگے بڑھا اور کیشیر کے پاس بیٹھے عملے نے جادوگر کے لباس میں ملبوس مسکراہٹ کے ساتھ "ونگارڈیم لیویوسا" کی ہلکی سی گونج میں اس کو خوش آمدید کہا۔آگے بڑھ کر وہ اپنی مخصوص جگہ بیٹھ گیا جیسے وہ اس کے لئے ہی بنی گئی ہے۔وہیں سے بیٹھے بیٹھے اس نے ویٹر کو سلام کیا اور آنکھ بند کر کے کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔آرڈر اس کو

لکھوانے کی ضرورت نہ تھی وہاں کا پورا اسٹاف جانتا تھا اس کو کیا چاہیے ہوتا ہے۔ جس طرح ہم سب کا کچھ کمفرٹ زون ہوتا ویسے ہی یہ جگہ اس کا کمفرٹ زون تھی۔ یہاں آکر ہمیشہ اس کو اپنا ماضی یاد آتا تھا یا شاید ماضی کے بچھڑے ہوئے لوگ۔ یہ کیفے اس کے لیے صرف کھانے پینے کی جگہ نہیں بلکہ ایک پورا تجربہ تھا جہاں اس شخص کا ہر لمحہ جادو حیرت اور کہانیوں سے جڑا ہوا تھا۔ جب بھی وہ تھک جاتا تو عام دنیا کو پیچھے چھوڑ کر چند لمحوں کے لیے یہاں آکر کسی جادوئی کہانی کا مرکزی کردار بن جاتا ہے۔ جادوئی کہانی بھی وہ جو خود اس کی اپنی تھی۔

"کمفرٹ زون میں تو آگیا لیکن میرے کمفرٹ لوگ اتنے پیچھے کیوں رہ گئے؟ یا شاید مجھے پیچھے چھوڑ دیا۔" اپنی چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے افسوس سے سر جھٹکا۔

مقام ملا تو احباب چھوٹ گئے۔

احباب ملے تو مقام کھو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کیفے سے آنے کے بعد وہ سیدھا اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگا تو ایک میٹھی سی آواز نے جو ہمیشہ اس کے لیے کڑوی ہی ہوتی تھی اس کے قدم روک دیئے۔

"تو بالآخر اس نوجوان کو یاد آگیا ہی گیا کہ اس کا بھی کوئی گھر ہے۔"

نوجوان نے مڑ کر گیسٹ روم کی طرف دیکھا جہاں وہ عورت کھڑی تھی جسکی وجہ سے اس کو عورتوں سے چبھن تھی۔

"اسلام علیکم مام کیسی ہیں آپ؟" کھڑے کھڑے اس نے سلام کیا۔

"وعلیکم اسلام یاد آگئی ماں کی خیریت پوچھنا۔" اور یہاں ذکا کا دل چاہا کہ وہیں سے پلٹ جائے۔ لیکن ایک آہ بھر کر وہ انکے قریب گیا۔ اب جو بھی تھا ماں تھی وہ اس کی لیکن صرف نام کی۔

"ارے نہیں مام آپ سے ملاقات ہی کہاں ہوتی سارا دن میں آفس میں بزی ہوتا ہوں۔ اور جب گھر آؤ تو آپ کسی نہ کسی پارٹی میں گئی ہوتیں۔" انکے عین سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ وہ قد میں اس سے چھوٹی تھیں مگر وہ ہمیشہ انکے لیے نیچے جھکتا تھا۔

لمبے خوبصورت بال جن پر مہنگی ڈائی کی گئی تھی۔ چھوٹی بھوری آنکھیں جو مسکرانے سے اور چھوٹی ہو جاتی تھیں۔ گندمی رنگ کے چہرے پر ہلکہ ٹین میک اپ اور پتلا نازک جسم جو ورزش سے سیٹ رہتا تھا۔ انگلیوں اور گلے میں جیم سٹونز کی انگوٹھیاں اور ہار۔ لمبے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

خوبصورت پنک گاؤن اور ہم رنگ سٹولر میں ملبوس وہ عورت ایک ملکہ لگتی تھی۔ مگر صرف گھر کی کسی کے دل کی نہیں اور اپنے بیٹے کے دل کی تو بالکل نہیں۔

"یو نواب آج کل کی دنیا میں سوشل تو رہنا پڑھتا ہے۔ تمہاری طرح اینٹی سوشل تو رہ نہیں سکتی میں۔" ہلکا سا اس کے گال پر تھپتھپا کر نزاکت سے جواب دیا۔

"لازمی ہے جو عورتوں کے ساتھ گھومے پھرے وہی سوشل کہلائے گا؟ سوری مام آپکی ڈکشنری میں سوشل ہونے کی ڈیفینیشن تھوڑی غلط ہے۔"

"عورتوں کے ساتھ گھومنے کو کس نے کہا؟ تعلق ان لڑکیوں کے والد کے ساتھ اچھے بناو لڑکیاں خود آ جائنگی۔"

"اور آپ کو کس غلط فہمی نے یہ یقین دلا دیا کہ آپ کی اولاد کے معیار اتنے لو ہیں؟ میں اپنی توانائی اور تعلقات وہاں صرف کرتا ہوں جہاں واقعی ضرورت ہو۔" ایک نظر گیسٹ روم کی طرف ڈالی جہاں قہقہوں اور باتوں کا شور تھا۔

"میں ہر جگہ خود کو بچھانے کا عادی نہیں۔"

Clubb of Quality Content

"یہ مکالمات میرے آگے تو نہ ہی کہو تو اچھا ہے مجھے انکا اثر نہیں ہونے والا۔اچھا خیر آو میں تمہیں کسی سے ملواتی ہوں میری بہت اچھی دوست اور ان کی بیٹی آئی ہوئی ہیں پیرس سے۔"

اس کو گھسیٹ کر اندر لے جانے ہی والی تھی کہ اس نے مداخلت کر دی۔

"نو تھینکس مام آپکی دوست اور ان کی بیٹی آپ کو مبارک میں آل ریڈی بہت تھکا ہوا ہوں اور اس وقت صرف آرام کرنا چاہتا ہوں۔" انکا جواب سنے بنا وہ اوپر زینے چڑھنے لگا۔ گیسٹ روم سے کوئی لڑکی باہر آتی ہوئی دکھائی دی۔

"ارے بیٹا تم باہر کیوں آگئی کسی چیز کہ ضرورت تو نہیں تمہیں؟"

"نہیں نہیں آنٹی I am all good بس وہ ممی آپ کو بلا رہی تھیں۔"

زینے چڑھتے ہوئے ایک مانوس سی آواز نے اس کے کانوں میں پڑی۔ ٹھہر کر نیچے جھانکا تو دیکھا۔ایک نازک سی لڑکی سر پر پشمینہ اسکارف جمائے کھڑی تھی۔ مگر وہ پشت کیے ہوئے تھی اس لیے چہرہ دیکھنا ممکن نہ ہوا۔ذکا نے ذہن پر زور دیا کہاں دیکھا ہے اسے؟ یاد کی کھڑکی پر دستک دی مگر کوئی تصویر نہ ابھری۔ بیزاری سے سر جھٹکا اور قدم پھر سے کمرے کی سمت بڑھا دیے۔ نیچے سے ہنسی اور باتوں کا شور بدستور گونج رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سورج بھی تھک ہار کر اپنے گھر کو روانہ ہو گیا اور اس کی جگہ پر باریک سا چاند آسمان پر نمودار ہو چکا تھا۔ شہر کی ٹھنڈی خوشگوار ہوائیں ہر جانب اپنی موجودگی کا احساس دلا رہی تھیں۔ جب سب لوگ اپنے گھروں کو جا چکے تھے تب ایک لمبے قد آور مضبوط جسامت کا شخص چابی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ ڈائننگ روم سے برتنوں کی آوازیں آرہی تھیں جس کا مطلب تھا کہ یا تو کھانا لگ چکا تھا یا لگایا جا رہا تھا۔ اس نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی تو سوئیاں ساڑھے نو بجا رہی تھیں۔ چہرے پر تھکن کے آثار لیے وہ اندر آیا اور تیز آواز میں سلام کیا۔

اندر ڈائننگ روم کی بتیاں جل رہی تھیں اور سامنے درمیانے سائز کی ٹیبل پر فبہیا برتن لگا رہی تھی۔ سلام کی آواز سن کر اس طرف دیکھا جہاں سے وہ داخل ہوا تھا۔ سلام کا جواب دے کر واپس وہ اپنے کام میں مشغول ہو گئی۔

"وعلیکم السلام آ گئی گھر کی یاد تمہیں؟" دوپٹے سے ہاتھ پونچھتی اور ہاتھ میں پانی کا گلاس پکڑے اس کی ماں اس کی طرف بڑھی۔ آگے بڑھ کر اس نے اپنی ماں کا ماتھا چوما۔ یہ اس کی

بچپن سے عادت تھی گھر سے نکلنے سے پہلے اور گھر میں قدم رکھنے کے بعد سب سے پہلا جو اس کا کام تھا وہ اپنی ماں کا ماتھا چومنا تھا۔ سامنے کھڑی فبیہا برتن لگاتے ہوئے بے حد غور سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔ کچھ لمحے کے لیئے وہ سب بھلا کر ماضی کی یادوں میں اپنے پیر جما چکی تھی۔

"آنی دیکھیں شہرام کو۔۔ یہ مجھے اپنے ساتھ باہر کھلانے نہیں لے کر جا رہا۔"

آٹھ سالہ فبیہا اپنے بھرے بھرے گالوں کو اور پھلائے اور ناک پر دنیا جہاں کا غصہ اور ناراضگی لیئے شہرام کی شکایات کرنے اپنے خالہ کے سر پر پہنچ چکی تھی۔ اس کی شکایات سن کر خالہ ہنس دی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بلایا۔

"ہاں بھئی شہرام کیوں میری فبی کو تم اپنے ساتھ نہیں لے کر جا رہے ہے؟"

"امی وہاں سب لڑکے ہیں اس اکیلی لڑکی کو میں کیسے لے جا سکتا وہاں؟" بارہ سالہ لڑکا اپنی ماں کے سامنے روحانسہ ہو رہا تھا۔

"ہاں تو کیا مطلب لڑکے ہیں تو کیا ہوا تم ہو نا میری حفاظت کے لئے۔" اور یہ آ گئی آٹھ سالہ بچی میں اسی سالہ بڑھیا کی روح۔

"امی آپ سمجھائیں اس کو پلیز ضد نہ کرے مجھے میچ کی دیر ہو رہی ہے۔" منت بھرے لہجے وہ تقریباً رونے کو تھا۔

"اچھا تم جاؤ میں اور فبی تو کیک بنائیں گے اور تمہیں نہیں دیں گے۔" بڑی مہارت سے اس کی خالہ اس ضدی بچی کا دھیان بٹا چکی تھی۔

"اللہ حافظ امی۔" قریب آ کر ان کا ماتھا چوم کر وہ باہر نکل گیا۔

"فبی بیٹے ایسے ضد نہیں کرتے آپ تو اچھی بچی ہو آپ نہیں جانتی دنیا کیسی ہے خاص طور پر اس دنیا کے مرد۔" اس کے بال سہلاتے ہوئے وہ اس کو اس جنگل جیسی دنیا اور یہاں پر بسنے والے حیوانوں سے آگاہ کر رہی تھی۔

"اچھا آنی سب چھوڑیں یہ بتائیں یہ شہرام آپکا ماتھا کیوں چومتا ہے ہمیشہ باہر جاتے وقت؟" معصومیت سے کیا ہوا معصوم سا سوال۔

"یہ تو اس کی عادت ہے یہ جانتا ہے کہ باہر جاتے وقت اس کی ماں اس کی واپسی کا انتظار کرے گی اور باہر سے آتے وقت اس کو دیکھ کر خوش ہو گی۔" آنکھوں میں محبت شفقت اور خلوص کے ساتھ وہ بڑبڑائی۔

"کہاں گم ہو گئیں آپی آپ؟ لگتا ہے بھائی کو دیکھ کر زون آوٹ ہو گئیں۔" الماس کی آواز نے اس کو ماضی سے حال میں لا کر پٹخا۔ ناسمجھی سے الماس کو دیکھتے ہوئے اس کو سمجھ نہ آیا یہ کہاں ہے مگر پھر بہت جلد خود کو سنبھال بھی لیا۔

"کھانا جلدی نہ ملنے پر لگتا ہے بھوک دماغ پر چڑھ گئی ہے۔" آگے سے اور کچھ بڑبڑاتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

"ہر وقت دیکھو مرچیں چبائی ہوئی ہوتی میری تو کوئی عزت ہی نہیں عجیب۔" برا سا منہ بنا کر الماس بھی ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔

"بس آفس میں آج کل کچھ زیادہ ہی کام آگیا میری کولیگ بھی چھٹیوں پر چلی گئی تو ساری ذمہ داری مجھ پر ہے۔" سالن نکالتے وقت شہرام اپنی ماں کو ہمیشہ کی طرح اپنے دن کی روداد سنا رہا تھا۔

"اہم اہم میری کولیگ۔" کرسی کھینچ کر بیٹھتے وقت الماس کی زبان پھر سے مچلی اور میری پر زور دیتے ہوئے اپنے ساتھ بیٹھی فبیہا پر ایک میٹھی نظر ڈالی مگر جب دیکھا کہ اس کے اطمینان میں رتی برابر بھی فرق نہیں آیا تو برا سا منہ بنا کر کھانا نکالنے لگی۔

"تمہیں کم سنائی دیتا جو دہرا رہی ہو؟اور یہ تم اکیڈمی کیوں نہیں جا رہی؟تمہارے بھائی نے کیا کا اکیڈمی خرید لی ہے؟"روٹی کا لقمہ چباتے ہوئے الماس سے مخاطب ہوا۔ مگر ڈر نے کے برعکس وہ زور سے ہنس دی کہ سب کو لگا اس کا دماغ ماوف ہو چکا ہے۔ ٹیبل پر موجود تینوں افراد نے اس کو دیکھا جیسے ہنسنے کی وضاحت مانگی ہو۔

"کھانا سامنے رکھا ہوا آپ سب کے تو مجھے ان کھا جانے والی نظروں سے نہ دیکھیں۔"ابھی بھی کوئی کچھ نہ بولا تو وہ خود بول پڑی۔

"لگتا ہے بھائی اور فبیہا آپی نے ایک ہی کتاب سے میری بے عزتی کرنا سیکھی ہے جبھی الفاظ بھی ایک جیسے بول رہے۔"پہل تو فبیہا کو سمجھ نا آیا مگر صبح الماس کے ساتھ ہونے والی گفتگو ذہن میں گونجی تو وہ بھی ہلکا سا ہنس پڑی۔ شہرام کی ماں الماس کو گھوریاں دے رہی تھی جبکہ شہرام لاعلم سا اس کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر اس کی نظر مسکراتی ہوئی فبیہا پر پڑی تو جیسے پورے دن کی تھکن ہی کہیں غائب ہو گئی۔

"بڑی بات ہے بھائی نے کچھ کہا نہیں ورنہ مجھے تو لگا تھا دس باتیں تو سنا ہی دیں گے مجھے۔" جھک کر فبیہا کے کان میں سرگوشی کی جس کے بدلے میں اپنے ہاتھ پر ایک چپت کھائی۔

"شہرام بیٹا کراچی سے تمہارے تایا کا بلاوا آیا ہے انکے بیٹے کی شادی ہے۔" کھانے کے درمیان شہرام کے ہاتھ رک گئے اور گردن کی رگیں تن گئیں۔اسے ددھیال سے کبھی دلچسپی نہیں تھی۔تایا کا ذکر آتے ہی پرانی تلخ یادیں دماغ میں گردش کرنے لگیں۔فبیہا جانتی تھی کہ شہرام کی یہ کیفیت بچپن سے ہی تھی مگر اس نے ماں بیٹے کی گفتگو میں مداخلت کرنا مناسب نہ سمجھا۔

"ہوں تو پھر؟" سرسری سے انداز میں اپنی ماں سے پوچھا اس کے اس انداز کا مطلب تھا اس کو دلچسپی نہیں سننے میں اور نا ہی جانے کا شوق ہے۔

"تمہارا تو آفس ہے اور فبیہا کی یونیورسٹی اور ایک ہفتے کے لیے جانا ہے تو میں سوچ رہی تھی میں اور الماس چلے جاتے ہیں۔" اور یہ سن کر تو الماس کی سات نسلیں تک جوش میں آگئی۔

ابھی وہ کچھ اور ایکسائٹڈ ہوتی کے شہرام بول پڑا۔

"اور الماس کی پڑھائی کا کیا ہوگا؟" شہرام کے الفاظ واضح طور پر انکار کا عندیہ دے رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اس کا مسئلہ نہیں اس کی ٹیچر سے بات کر لو نگی ایک ہفتے کی تو چھٹی مل ہی جائے گی۔" وہ تو ٹلنے پر راضی ہی نہ تھیں۔

"جب سارے فیصلے آپ نے کر ہی لئے ہیں تو مجھ سے پوچھنا ضروری نا تھا۔" فبیہا کی آنکھیں گیند کہ طرح کبھی اپنی خالہ کی طرف کبھی انکے بیٹے کی طرف گھوم رہی تھیں۔

"فیصلہ میرا ہے میں تمہیں اطلاع دے رہی ہوں اجازت نہیں مانگ رہی۔" وہ اٹل تھیں۔

"ٹھیک ہے پھر شوق سے جائیں مگر اس بار یہ یاد رکھیے گا اگر انہوں نے پھر سے چوری کا الزام لگا کر گھر سے باہر نکالا تو ساتھ الماس بھی ہو گی آپ کے۔" بنا کسی کا جواب سنے ٹیبل سے اٹھا اور اوپر سٹڈی کی طرف چل دیا۔

"آنی آپ اس گھر کی مالکن ہیں۔ آپ کو اس سے پوچھنے کی ضرورت نہ تھی ویسے۔" ماحول کا تناو کم کرنے لیئے فبیہا نے بات کو گھمانا بہتر سمجھا۔

"جب اولاد بڑی ہو جائے تو کوئی کہیں کا مالک نہیں رہتا۔" ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے وہ کھانا کھانے لگی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"امی کیا سچ میں انہوں نے آپ کو نکالا تھا؟" الماس جو کب سے سب پر اسپیس کرنے کی کوشش کر رہی تھی بول پڑی۔ کھانا کھاتے ہوئے انکے بوڑھے ہاتھ رک گئے اور آنکھوں میں کرچیاں نظر آنے لگی جو انکے دل کے ٹوٹ جانے کا پتا دے رہی تھیں۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے شہرام کو بلاوجہ غلط فہمی ہے۔ وہ زیادہ اٹیچڈ نہیں نا ان سے۔ اس لئے بس۔ خیر تم جا کر اپنا سامان وغیرہ باندھ لو ہم کل انشاءاللہ کراچی کے لیے نکل جائیں گے۔" اور یہ سن کر تو الماس کھانا تک بھول گئی اور اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔

"ارے کھانا تو ختم کروا تنی بھی جلدی کیا ہے۔" اس کی ماں نے پیچھے سے آواز لگائی۔ لیکن جواب میں ان کو صرف دروازہ ٹھا کی صورت میں بند کرنے کی آواز آئی۔

"یہ کبھی نہیں بڑی ہوگی۔" مسکراتے ہوئے وہ برتن سمیٹنے لگیں۔

"اس لیے کیونکہ آپ نے خود کبھی اس کو بڑا نہیں ہونے دیا۔" وہ جو کافی دیر سے خاموش بیٹھی ہوئی تھی بول پڑی۔

"کیوں اس سے سچ چھپاتی ہیں آپ آنی؟ کیوں اس کو سب حقیقت سے آگاہ نہیں کر دیتی آپ؟"

Clubb of Quality Content

"کیونکہ اس کے سر پر اس کا باپ نہیں ہے۔" آنسو کو پیچھے دھکیل کر اطمینان سے فبیہا کو جواب دیا۔

"شہرام کے سر پر تو اس کا باپ تھا نا مگر کیا ہوا؟" افسوس اور ملال کیا نہیں تھا اس کے لہجے میں۔

"فبیہا تم۔" وہ کہتے کہتے رک گئیں۔

"آنی الماس کا حق ہے سچ جاننا۔ جب آپ آٹھ سالہ فبیہا کو اس جنگل اور یہاں کے حیوانوں کے بارے میں بتا سکتی ہیں تو بیس سالہ الماس کو اس کے باپ اور ددھیال والوں کے بارے میں کیوں نہیں بتا سکتی؟" ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر بہت محبت سے سمجھایا۔

"میں وعدہ خلافی کر کے منافق کی صف میں شمار نہیں ہونا چاہتی ہوں۔" تھکا ہوا لہجہ جیسے بس مزید ہمت نہ ہو ان میں۔

"ویسے بھی تو آپ سچ چھپا کر منافقت کر رہی ہیں اس کے ساتھ؟"

"بیٹے کبھی کبھار رشتوں کو بچانے کے لیے منافقت ضروری ہوتی ہے۔" وہ جیسے تھک چکی تھیں۔

"اور اگر وہی رشتے آپ کو بے قصور ہوتے ہوئے بھی سزا دیں تو پھر؟" یہ کہہ کر وہ خالہ کو وہیں بیٹھے ہوئے چھوڑ کر برتن اٹھا کر کچن میں چلی گئی۔ کچن سے وہ دیکھ سکتی تھی کے اس کی پیاری آنی اپنے ڈوپٹہ سے اپنے ان دیکھے آنسو صاف کر رہی۔

ہم دوسروں کو اذیت سے بچانے کے لیے خود کو تکلیف دیتے ہیں مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ ایسا کر کے ہم اللہ کی امانت میں خیانت کر رہے ہیں۔ ہمارا جسم ہماری روح سب کچھ اس ذات کی عطا ہے جس نے ہمیں مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا پھر نطفے میں بدلا اور اس نطفے کو خون کے لوتھڑے میں تبدیل کیا۔ پھر اسی لوتھڑے سے گوشت کی بوٹی بنائی اسے ہڈیوں میں ڈھالا اور پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ بلآخر اس نے ہمیں ایک مکمل اور بہترین مخلوق کی شکل دی۔ پس کیا ہم اس کامل تخلیق کے ساتھ ناانصافی کر سکتے ہیں؟ کیا ہم اس امانت کو یوں برباد کر سکتے ہیں؟ نہیں کیونکہ ہمارا وجود صرف ہمارا نہیں بلکہ رب کی عطا کردہ امانت ہے جسے سنوارنا اور اس کا حق ادا کرنا ہمارا فرض ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سٹڈی میں داخل ہونے کے بعد وہ سید ھا وہاں بنے واشر وم کی جانب بڑھ گیا۔ اپنے کمرے میں سوائے وہ اپنی ضروری چیزیں لینے کے علاوہ کم ہی جاتا تھا۔ نکاہ کے بعد سے اس نے وہ کمرہ فبیہا کو دے دیا تھا۔ وہ اس کو وقت دے رہا تھا۔ کس چیز کا یہ اس کو خود بھی معلوم نہ تھا۔ نکاہ کے باوجود بھی کبھی اس نے فبیہا پر حق نہیں جتایا تھا وہ جانتا تھا کہ زبردستی کی شادیاں آج کل زیادہ دیر نہیں چلتی یا شاید وہ خود بھی کچھ قبول کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ کبھی جب آپکو اپنی پسندیدہ چیز مل بھی جاتی جب بھی آپ اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ واشر وم سے پانی بہنے کی آواز رک گئی اور وہ باہر نکلا۔ کائی رنگ کی ٹی شرٹ اور بلیک ٹراوزر میں ملبوس وہ بھیگا ہوا نظر آرہا تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے اپنا بجتا ہوا موبائل آف کیا اور دراز سے جائے نماز نکال کر نیت باندھ لی۔ جتنا ٹھہرا ہوا وہ خود تھا اتنی ہی سکون والی اس کی نماز ہوتی تھی۔ کچھ وقت گزرا اور سلام پھیر کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔ دعا میں اس نے کیا مانگا یہ تو صرف اس کے رب اور اس کا راز تھا۔ دعا کے بعد وہ اٹھا اور لیپ ٹاپ لیے کھڑکی کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ یہ اس کا کمفرٹ زون تھا۔ کھڑکی کے باہر سے جھانکو تو گھر میں بنا ہوا چھوٹا لان نظر آتا تھا۔ چلتی ہوئی ٹھنڈی سکون والی ہوا ہر طرف اپنا بسیرا جمائے ہوئی تھی۔ ریڈ نگ

Clubb of Quality Content

گلاسز لگاتے ہوئے وہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔ گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ اس کو باہر سے کسی کے چیخنے کی آواز آئی۔ پہلے پہل تو اس نے اپنا وہم سمجھ کر اگنور کیا مگر جب کھٹر پٹر کی آواز آئی تو اپنا لیپ ٹاپ رکھ کر باہر کی جانب بڑھنے لگا۔ وقت دیکھا تو گھڑی بارہ بجا رہی تھی۔ اس وقت تو امی سو جاتی اور الماس امی کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ اس کا ذہن فبیہا کی طرف گیا اور ایک دم سے دل کی دھڑکنوں نے بے چینی کی جگہ لے لی۔ زینے پھلانگتا ہوا نیچے آیا تو دیکھا زمین پر کانچ بکھرا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی فبیہا وائپر لے کر کھڑی ہوئی تھی۔

"یہ سب کیا ہے؟ تم ٹھیک ہو نا؟" پریشانی اس کے چہرے پر جھلک رہی تھی۔

"ہاں وہ بس گلاس سلپ ہو گیا تھا ہاتھ سے۔" وائپر اپنی جگہ رکھتے ہوئے کانچ سمیٹنے لگ گئی۔

"گلاس سلپ ہوا تھا تو وائپر ہاتھ میں کیوں لیا ہوا تھا؟"

"وہ میں کانچ ایک طرف کر رہی تھی اس سے۔" اب وہ اس کو یہ بتاتی کے وہ اس وقت اپنے لیئے کافی بنانے آئی تھی اور کچن میں موجود اڑنے والے کاکروچ نے اس کا استقبال کیا تھا۔

"تم چھوڑ دو ہاتھ میں لگ جائے گا کانچ میں اٹھا لیتا ہوں۔" نیچے جھکتے ہوئے کانچ سمیٹنے لگا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں تم تو جیسے man of steel ہو جو تمہارے نہیں لگ سکتا۔" طنز کا موقع اور فبیہا ہاتھ سے جانے دے یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔

"مین آف سٹیل نا سہی پر جینٹل مین ضرور ہوں۔"

"سس۔" شاید فبیہا کو اس کی بات ہضم نہیں ہوئی تھی جبھی اپنے ہاتھ پر کانچ لگوا کیا۔

"منع بھی کر رہا تھا نا میں کے مت اٹھاؤ ایسے اب لگوا لیا نا کانچ اپنے۔؟ ادھر دکھاؤ ہاتھ۔"

فبیہا نے اس کی طرف ایک بیزار سی نظر ڈالی اور فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔" اس کا لہجہ سخت تھا جیسے کسی ناپسندیدہ شخص سے سامنا ہو گیا ہو۔

ناولز کلب Clubb of Quality Content

شہرام کی آنکھوں میں لمحہ بھر کے لیے حیرت ابھری مگر اس نے فوراً اپنا رویہ سنبھالا۔" ضد مت کرو خون بہہ رہا ہے میں بس۔"

"میں خود کو سنبھال سکتی ہوں اتنی نازک پری نہیں ہوں میں۔" اس نے ہاتھ پیچھے کرتے ہوئے کہا لیکن انگلی سے خون بہنے لگا تھا۔ شہرام نے ایک گہری سانس لی اور پیچھے ہٹ گیا۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔ مگر اپنی ضد میں خود کو نقصان مت پہنچانا۔"

اس نے رخ موڑ لیا جیسے وہ اس کی بات سن ہی نہ رہی ہو مگر اس کے چہرے پر اب بھی ناگواری کی ایک پرچھائیں موجود تھی۔ شہرام خاموشی سے پلٹ گیا لیکن جاتے جاتے اس نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ سے خون بہہ کر نیچے ٹپک رہا ہے۔ کچن میں پھر سے سناٹا چھا گیا مگر اب ماحول میں ایک عجیب سی کشیدگی گونج رہی تھی۔ کچھ لمحے بعد ہی وہ پھر سے زینے اترتا ہوا دکھائی دیا۔ ہاتھ میں چھوٹا سا ایک فرسٹ ایڈ باکس تھا۔ لا کر وہ سامنے کچن کاؤنٹر پر رکھ دیا۔

"اس میں دوائی اور پٹی رکھی ہے لگا لینا۔ کیونکہ میں تو ویسے بھی تمہیں کرنٹ مارتا ہوں۔"

اور یہ کہہ کر وہ مڑ گیا واپس۔

" سمجھتا کیا ہے خود کو ہاں۔ اتنی بھی کمزور نہیں ہوں میں۔" بڑبڑاتی ہوئی اپنی کافی کپ میں ڈالنے لگی مگر دیکھا خون پھر سے بہہ رہا ہے۔

"کیا مصیبت ہے یہ عجیب۔" کپ واپس سلیپ پر رکھتے ہوئے فرسٹ ایڈ کٹ کھولی اور دوائی نکالنے لگی۔ ساتھ ہی نظر اٹھا کر سامنے بھی دیکھ لیتی کہ کہیں وہ آ تو نہیں رہا۔ اپنی انا کی فکر نہ ہو تو ہو نہہ۔ اوپر سے جھانکتے ہوئے ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر بکھر گئی۔ ایسے ہی ایک بھولا بسرا منظر یاد آ گیا تھا۔ جب وہ مطمئن ہو گیا کے وہ اپنے پٹی کر چکی تو واپس سٹڈی

میں آگیا۔ کھڑکی کے پاس بیٹھ کر اپنا کام کرنے لگا۔ مگر اندر کی آوازوں نے اپنا سر اٹھالیا۔

آنکھیں بند کر کے اس نے گہرا سانس لیا۔

"شہرام کیا ہوا ہے؟ یہ سب آخر کیا ہے؟ فبیہا کی یہ کیا حالت ہے؟ کچھ بولو کون تھا وہ؟ تم تھے کیا؟" آوازیں، شور، الزامات نے اس کو زمین کے اندر دھنسا دیا تھا۔ وہ کچھ بھی پراسیس نہیں کر پا رہا تھا۔ بس اس کو یاد تھا تو اتنا کے فبیہا سرونٹ کوارٹر میں بری حالت میں پائی گئی تھی۔ اور جو اس حالت کا ذمہ دار تھا وہ کبھی ہاتھ نہیں آسکا تھا۔ آنکھیں بند کر کے کھولی تو ان میں ٹھہری نمی باہر کو جھلکی۔

"مجھے معاف کر نا فبی میں تمہیں بچا نہیں سکا۔ i have failed you۔"

لیپ ٹاپ بند کر کے کمرے کے کونے سے گدا اٹھایا اور زمین پر بچھا کر لیٹ گیا۔ نیند تو اس کو آنی نہیں تھی۔

ساتھ والے کمرے میں جھانک کر دیکھو تو ایک لڑکی تمہیں کھڑکی کے پاس بیٹھے ہوئے کافی پیتے ہوئے دکھائی دے گی۔

"کاش تم اس وقت۔۔وقت پر آجاتے شہرام۔" ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کافی کا آخری گھونٹ بھرا اور اٹھ کر بیڈ پر آکر لیٹ گئی۔ سات ماہ پہلے کے واقعہ سے سب کی نیندوں نے تو ان سے منہ ہی موڑ لیا تھا۔ اگر تم تھوڑا فاصلہ قدم بڑھا کر دوسرے علاقے میں جاو اور زینے چڑھ کر ایک کمرے میں قدم رکھو تو اندھیرے میں ڈوبا کمرا تمہیں سلام کرے گا۔ نظروں کو تیز کر کے یہاں وہاں گھماو تو جائے نماز پر ایک وجود گھٹنے سینے سے لگائے بیٹھا نظر آئیگا۔

"کاش مجھ سے وہ سب نا ہوا ہوتا جو میں چاہ کر بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔" کتنے عجیب اور بے بس انسان ہیں ہم جو حال کی حقیقتوں کا سامنا کرنے کے بجائے ماضی کی دھند میں بھٹکتے رہتے ہیں زخموں کو کریدتے ہیں اور ان کہانیوں میں الجھے رہتے ہیں جن کا وقت کب کا گزر چکا ہوتا ہے۔

رات اپنی سیاہ چادر میں خاموشی لپیٹے قطرہ قطرہ پگھلتی رہی جیسے ہر لمحہ کسی ان کہی کہانی کا نوحہ پڑھ رہا ہو۔ چاند زرد ملال میں ڈوبا ان تین ساکت وجودوں کو دیکھتا رہا اس کی روشنی جیسے کسی دلگیر دکھ میں ڈوبی ہوئی تھی رات کی گہری اداسی میں گھلتی جا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دن کی روشنی تھی مگر ہر طرف اندھیرا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے روشنی ہونے کے باوجود سب دھندلا ہو، گم ہو، بوجھل ہو۔ بھیڑیوں کی خوفناک آوازیں فضا میں گونج رہی تھیں مگر دھیان دینے پر وہ آوازیں کسی انسان کی لگنے لگیں۔ نہیں۔۔۔ انسان نہیں بلکہ کسی درندہ صفت وحشی کی۔ لوگ آس پاس سے گزر رہے تھے نظریں چرا کر نفرت سے تھوک کر جیسے وہ کوئی جیتا جاگتا شخص نہیں بلکہ زمین پر گرا ہوا ایک بے جان ٹکڑا ہو۔ پھر یکا یک ہجوم ہٹا اور ہر چیز کو لپیٹ میں لینے والی آگ بھڑک اٹھی۔ ایسی آگ جو باہر نہیں اندر جھلسا دینے والی تھی۔ جو صرف جسم نہیں روح کو جلا دیتی ہے۔ مگر یہ آگ قدرت کی نہیں تھی یہ آگ انسانوں کی لگائی ہوئی تھی۔

زمین پر پڑے اس کمزور بے بس شخص نے آنکھیں اٹھائیں تو شعلوں میں لپٹا ایک ہیولا نظر آیا۔ وہ ہیولا ہنستا تھا مگر اس ہنسی میں شیطانیت، تحقیر اور ایک ناقابل بیان گند تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا۔ ایک۔۔۔ دو۔۔۔ تین قدم۔ ہر قدم کے ساتھ زمین لرزتی محسوس ہوئی جیسے قیامت کا نقارہ بج چکا ہو۔

اور پھر۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ چیختے ہوئے جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اور دل پسلیاں توڑ کر باہر نکلنے کو تھا۔ پورے جسم پر وہی غلیظ لمس محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی زہریلی چپک دار چیز نے اسے اپنی گرفت میں لے رکھا ہو۔ اس نے جھٹکے سے کمبل پھینکا اور دیوانہ وار باتھ روم کی طرف بھاگی۔ دروازہ بند کیا۔ سانسیں اکھڑی ہوئی تھیں اور ہاتھ مسلسل کانپ رہے تھے۔

اگلے ہی لمحے وہ شاور کے نیچے کھڑی تھی۔ پانی کا تیز بہاؤ بھی اس کی روح سے وہ پلید لمس نہیں دھو سکتا تھا مگر وہ رگڑ رگڑ کر خود کو صاف کرنے لگی۔ ناخن جلد میں دھنسنے لگے مگر سکون نہیں آیا، نجات نہیں ملی۔

پانی کے ساتھ اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو بھی جیسے ایک ہو گئے تھے۔ ہچکیاں بندھ گئیں گھٹن اس قدر بڑھ چکی تھی کہ لگتا تھا وہ یہیں مر جائے گی۔ پانچ۔۔۔ سات۔۔۔ شاید دس منٹ بعد جب سانسیں تھوڑی سنبھلیں تو اس نے نل بند کیا۔

باہر نکل کر شیشے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے ہونٹ کانپ رہے تھے آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ مگر جو چیز سب سے زیادہ خوفناک تھی۔۔۔ وہ اس کی اپنی ہنسی تھی۔

"میں ابھی بھی زندہ ہوں؟" اس نے خود سے سوال کیا۔ اور پھر زور سے ہنس پڑی۔ ایک خالی کھوکھلی اجڑی ہوئی ہنسی جو کمرے کی خاموشی میں کسی ماتم کی طرح سنائی دے رہی تھی۔

"تم تو بہادر تھی نا؟ پھر اس خواب سے اتنی لرز کیوں گئی؟" شیشے میں ابھرتے اپنے ہی عکس نے زہر خند لہجے میں طنز کیا۔ آنکھوں میں جمی وحشت، ہونٹوں کی لرزش، بھیگے بالوں سے ٹپکتے پانی کے قطرے۔ سب اس کے خوف کا مذاق اڑا رہے تھے۔

"میں بہادر ہوں۔۔۔ سن رہے ہو تم؟" وہ سرگوشی کے انداز میں بولی مگر اس کی آواز کسی ویران گلی میں کھو جانے والے سائے کی طرح لگ رہی تھی۔

"میں بہادر ہوں!" اس بار وہ چیخی جیسے خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہی ہو۔

"دنیا مجھے جب جب توڑنے کی کوشش کرے گی میں جب جب خود کو جوڑ کر ایک نئی کہانی بنا لوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ جھٹکے سے شیشے کے سامنے سے ہٹ گئی جیسے اپنے ہی عکس کو پیچھے چھوڑ رہی ہو۔

تیز قدموں سے الماری کی طرف بڑھی دروازہ کھولا اور جلدی سے سوکھے کپڑے نکالے۔

جسم پر چپکے گیلے بے جان کپڑوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے وہ بدلنے چلی گئی جیسے گزرے لمحوں کی سفاکی کو بھی اپنے وجود سے اتار پھینکنا چاہتی ہو۔

باہر سورج کی ہلکی کرنیں کھڑکی سے اندر جھانک رہی تھیں اور پرندوں کی خوبصورت تسبیح فضاء میں سکون گھول رہی تھی۔ مگر اس کے اندر ایک طوفان ابھی بھی شور مچا رہا تھا۔ ایک جنگ جو ہر روز لڑنی تھی ہر لمحہ جیتنی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام آباد کی ٹھنڈی ہلکی ہوا خاموشی سے راولپنڈی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ سورج مشرق کے افق پر دھیرے دھیرے چمک رہا تھا مگر آسمان پر بکھری ہلکی بادلوں کی چادر روشنی کو پوری طرح زمین تک پہنچنے سے روک رہی تھی۔ پرندوں کی چہچہاہٹ صبح کی خاموش فضا میں مدھم سی گونج رہی تھی جیسے کسی انجانے خطرے سے بے خبر ہوں۔

ایک چھوٹے بوسیدہ سے کمرے میں رات کی گھٹن ابھی بھی باقی تھی۔ پرانے پردے آدھے گرے ہوئے تھے کھڑکی کے کنارے سگریٹ کی راکھ سے بھرے ہوئے تھے۔ کونے میں رکھی اسٹڈی ٹیبل پر فائلوں، کافی کے خالی کپوں اور ایک چمکدار پستول نے بے ترتیبی کا منظر

پیش کر رکھا تھا۔ کرسی پر جھکا ایک شخص بکھرے بال، بے ترتیب داڑھی اور آنکھوں کے گرد گھرے سائے جیسے کئی راتوں سے نینداس کی آنکھوں کا رخ نہیں کر پا رہی ہو۔اس شخص کا سراپا اس کی بے فکری اور لاپرواہی کی تصویر پیش کر رہا تھا اور وہ فون پر چلنے والی گفتگو میں الجھا ہوا تھا۔اس کا حلیہ ایسا تھا کہ پہلی نظر میں کوئی اسے ایک عام سا آوارہ شخص سمجھ سکتا تھا مگر آنکھوں میں بسے ہوئے عجیب ٹھہراؤ اور ہونٹوں پر کھیلتی ہلکی مسکراہٹ اس کے اندر چھپے طوفان کی چغلی کر رہے تھے۔

میز پر پڑا فون اسپیکر پر تھا اور دوسری طرف کسی شخص کی غصے سے لرزتی ہوئی آواز گونج رہی تھی۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا نا کہ ذکا سے دور رہو؟ تمہاری عقل میں نہیں آتی یہ بات؟" آواز میں اتنا جلال تھا کہ جیسے فون کی تاروں میں آگ دوڑ گئی ہو۔ لیکن کرسی پر بیٹھے شخص کے تاثرات میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی۔ وہ خاموشی سے سگریٹ کے کش لگا تا رہا جیسے یہ سب کچھ اس کے لیے نیا نہ ہو۔ صبح کی روشنی میں اس کا چہرہ اور زیادہ زرد اور سخت لگ رہا تھا جیسے نینداور سکون اس کی زندگی سے کب کے رخصت ہو چکے ہوں۔

Clubb of Quality Content
novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیوں تم میرے لیے مشکلات پیدا کر رہے ہو؟ پہلے کیا کم مسائل حل کیے ہیں میں نے؟"
دوسری طرف کا شخص اتنا برہم تھا کہ اگر ممکن ہوتا تو فون کے پار سے ہی گلا دبا دیتا۔

"تم سن بھی رہے ہو یا نہیں؟"

"ہاں ہاں سن رہا ہوں میں۔" اس نے بیزاری سے جواب دیا جیسے کوئی فضول سی بات ہو۔

"میری بات کان کھول کر سن لو! اگر آئندہ تم نے ذکا داؤد سے رابطہ رکھنے کی کوشش کی تو مجھ سے بڑا تمہارا کوئی دشمن نہیں ہوگا۔" یہ ایک سیدھی دھمکی تھی مگر کرسی پر بیٹھے شخص کے لبوں پر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ ابھری جو سکون سے زیادہ خطرناک معلوم ہو رہی تھی۔

"اوہ پلیز میں کوئی بچہ نہیں ہوں جو وہ میرا کچھ بگاڑ لے گا۔ اتنی کچی گولیاں نہیں کھیلیں میں نے بھی۔ اور ویسے بھی مسٹر داؤد کی ایک کمزوری میرے ہاتھ میں بھی ہے آپ فکر نہ کریں۔"

دوسری طرف کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی جیسے اگلا شخص اس کی بات کو تول رہا ہو۔ پھر ایک آخری ٹھہری ہوئی سانس کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی ایک زہریلا جملہ۔

Clubb of Quality Content

"تم نے گولیاں کچی کھیلیں یا نہیں مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مگر میری گن میں جو گولیاں ہیں وہ بہت پکی ہیں۔ سمجھ گئے؟" اور اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا۔

کمرے میں اب صرف خاموشی تھی۔ کھڑکی سے آتی ہلکی ہوا نے پردوں کو تھوڑا سا ہلایا مگر اندر کی فضا میں موجود تناؤ ویسا ہی تھا۔ وہ طنزیہ انداز میں ہنسا، سگریٹ کا آخری کش لیا اور دھواں آہستہ آہستہ چھوڑتے ہوئے زیرِ لب بولا۔

" سمجھتے کیا ہیں خود کو؟ کیا سارے پکے کام صرف انہیں کرنے آتے ہیں؟"

اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سگریٹ کا آخری کش لگایا اور راکھ زمین پر گرا دی۔ دھندلے شیشے سے باہر جھانکا باہر بادل چھٹ رہے تھے سورج کی سنہری کرنیں بادلوں کے پردے چاک کر کے زمین پر بکھر رہی تھیں۔ پرندے چہچہا رہے تھے جیسے ہر چیز معمول پر آ رہی ہو۔ مگر اس کی زندگی میں کچھ بھی معمول پر نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا یہ سب ایک دھوکہ تھا۔

"ایک دن آئے گا فضل صاحب۔۔۔ کہ آپ اپنی اکلوتی اولاد پر فخر کریں گے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے سگریٹ کی راکھ جھاڑی پستول کو آرام سے میز پر رکھا اور ایک نئی چال چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہفتے کا دن تھا اور پورا گھر اب بھی نیند کی وادیوں میں گم تھا۔ ہلکی سنہری دھوپ کھڑکیوں سے چھن کر فرش پر پھیل رہی تھی اور کچن سے چائے کی ہلکی مہک فضا میں تحلیل ہو رہی تھی۔ گھڑی کی ٹک ٹک خاموشی میں نمایاں تھی جو صبح کے دس بجنے کا اعلان کر رہی تھی۔

سیڑھیوں پر ہلکی آہٹ ہوئی اور وہ نڈھال قدموں کے ساتھ نیچے آئی۔ اس کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے نیند کی کمی اور اندرونی کشمکش کا پتہ دے رہے تھے۔ ڈائننگ ٹیبل پر خالہ سکون سے بیٹھی چائے کے گھونٹ بھر رہی تھیں ان کے چہرے پر صبح کی تازگی نمایاں تھی۔ جیسے ہی اس نے سلام کیا خالہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"السلام علیکم آنی کیسی ہیں آپ؟" اس نے دھیمی مگر مہذب آواز میں پوچھا۔

خالہ کے چہرے پر نرمی تھی لیکن آنکھوں میں گہری سوچ چھپی تھی۔ وہاں کل کی گفتگو کے کوئی آثار نہیں تھے یا شاید وہ انہیں چہرے سے مٹا چکی تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں بچے تم کیسی ہو؟" ان کی آواز میں مانوس شفقت تھی۔

"ہمم ٹھیک۔" وہ اپنے خیالات میں مگن تھی بس سر ہلا کر رہ گئی۔ خالہ نے بغور اس کا چہرہ دیکھا اور بھنویں سکیڑ لیں۔

"فبی بچے ادھر دیکھو تم روئی ہو؟" ان کے لہجے میں تشویش تھی۔

"نہیں آنی بس وہ شاید تھکاوٹ کی وجہ سے لگ رہا ہو گا آپ کو۔" فبیہا نے نظریں چرا کر بات ٹالنے کی کوشش کی مگر آواز میں چھپی لرزش خالہ کی نظر سے اوجھل نہ ہوئی۔

"پھر سے کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے نا؟" اس نے ایک پل کو نظریں جھکائیں پھر ہلکی سانس لے کر بولی۔

"ایک بات پوچھوں آنی؟"

"تمہیں کچھ پوچھنے کے لیے اجازت کی ضرورت ہے؟" وہ مسکرائیں ان کی آنکھوں میں محبت کی چمک تھی۔ وہ کچھ لمحے خاموش رہی جیسے الفاظ چن رہی ہو۔ پھر دھیرے سے بولی۔

"اگر لوگ آپ کا ماضی بھول بھی جائیں تو آپ خود کیوں نہیں بھول پاتے؟" انہوں نے گہری سانس لی ان کی آنکھوں میں جیسے کسی دور کی یاد ہلچل مچا گئی ہو۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بچے ماضی کبھی نہیں بھولنا چاہیے کیونکہ ماضی ہماری جڑیں ہیں۔ مگر یاد رکھو ماضی سے سیکھنا ایک بات ہے اور اس میں قید ہو جانا بالکل دوسری۔" وہ غور سے سننے لگی جیسے کسی بکھری پہیلی کے جوابات تلاش رہی ہو۔ "دو الگ باتیں کیسے؟" خالہ ہلکا سا مسکرائیں اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"ماضی ہماری پہچان ہے اسے بھلا دینا گویا خود کو کھو دینا ہے۔ ہم آج جس مقام پر بھی کھڑے ہیں اس میں

ہمارے ماضی کا سب سے بڑا ہاتھ ہے۔ اگر آج ہم مضبوط ہیں تو یہ بھی ماضی کے تجربات اور گزرے ہوئے واقعات کی بدولت ہے جو ہمیں سنوار کر آگے بڑھنے کا حوصلہ دیتے ہیں۔"

ان کی آواز میں نرمی تھی مگر الفاظ میں مضبوطی جھلک رہی تھی۔

"اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم ماضی سے کچھ سیکھ کر اپنی نئی پہچان بنائیں یا اس کے غم میں ڈوب کر اپنی شناخت ہی کھو دیں۔"

وہ ایک پل کے لیے چپ رہی پھر سرگوشی جیسی آواز میں بولی۔

Clubb of Quality Content

"کبھی کبھی لگتا ہے کہ میں اس قید سے آزاد ہو چکی ہوں مگر پھر اچانک خود کو ایک بلند و بالا ٹاور میں قید اس بے بس شہزادی کی طرح پاتی ہوں جس کے پاس نہ باہر نکلنے کا کوئی راستہ ہوتا ہے اور نہ کوئی امید کی کرن۔"

خالہ کی آنکھوں میں درد کی پرچھائیاں لرز گئیں۔ چائے کا کپ ایک طرف کھسکاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"بیٹا ہم انسان ہیں۔ چاہے جتنا بھی اعلیٰ مقام حاصل کر لیں پھر بھی کہیں نہ کہیں ہماری کمزوری ہمیں آ ہی لیتی ہے کیونکہ آخر میں ہم بھی احساسات اور جذبات رکھنے والی مخلوق ہیں۔"

"لیکن میں کمزور نہیں پڑنا چاہتی۔ میں نے خود کو بہت مشکل سے سنبھالا ہوا ہے۔ پر کبھی ایسا لگتا ہے کہ ہر چیز میرے ہاتھ سے نکلتی جا رہی ہے۔ سات ماہ گزر چکے ہیں مگر میں اپنے لیے کوئی سٹینڈ نہیں لے سکی۔ اپنے مجرم کو نہیں پکڑ سکی۔ میں اتنی بزدل تو نہیں تھی آنی۔" اس کے لہجے میں بے بسی اور خود پر غصہ واضح تھا۔ آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔

Clubb of Quality Content

"میری بھانجی اگر بزدل ہوتی تو آج تک زندہ نہ ہوتی سروایو کرنا تو دور کی بات ہے۔ مجرم کو پکڑنے سے پہلے تمہیں اپنے زخموں پر مرہم لگانا ہوگا کیونکہ ٹوٹے ہوئے وجود کے ساتھ جنگیں نہیں لڑی جاتیں۔ اس دنیا کا کڑوا سچ یہ ہے کہ جب تک انسان خود اپنے حق کے لیے نہ لڑے کوئی اس کی آواز نہیں بنتا۔ اور جب روزِ محشر اپنے ہی ماں باپ پہچاننے سے انکار کر دیں گے تو دنیا والوں سے امید رکھنے کی بھلا کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟"

وہ خاموش ہوگئی جیسے الفاظ کھو گئے ہوں۔ آنکھیں بھیگ رہی تھیں مگر چہرے پر کچھ فیصلہ کن سا تھا۔

"میں کوشش کر رہی ہوں آنی۔"

"اللہ تمہیں تمہاری کوششوں اور آزمائش کا بہترین انعام دے گا کہ تم اپنا ہر غم بھلا دو گی۔" نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ محفل میں گمبھیر سکون چھا گیا۔ چند لمحوں بعد اس نے فضا کو ہلکا کرنے کے لیے کہا۔

"اچھا سب چھوڑیں یہ بتائیں پیکنگ مکمل ہوگئی؟ یہ الماس کہاں ہے ابھی تک سو رہی ہے؟ آج تو جلدی اٹھ جانا چاہیے تھا۔"

"الماس کو اٹھا کر آئی تھی پتہ نہیں کہاں رہ گئی۔پیکنگ تو اس نے رات کو ہی کر لی تھی پہلی بار اپنے ددھیال سے ملنے جا رہی ہے بہت پر جوش ہے۔بس دل میں ایک کھٹکا لگا رہتا ہے اس کی طرف سے۔" خالہ ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولیں۔

"آپ پریشان نہ ہوں اس ذات پر یقین رکھیں جس نے آج تک اسے محفوظ رکھا ہوا ہے۔"

اتنی دیر میں الماس سیڑھیوں سے اترتی دکھائی دی۔چہرے پر نیند کی خفگی مگر آنکھوں میں جوش کی چمک واضح تھی۔

"الماس نیچے آنے سے پہلے بھائی کو اٹھا دو جا کر۔ناشتہ کر لے رات کو بھی ٹھیک سے نہیں کھایا تھا کچھ۔" ماں کی آواز میں وہی روایتی فکر تھی جو بیٹوں کے لیے مخصوص ہوتی ہے اور جس پر الماس کو ہمیشہ سے جلن ہوتی تھی۔اس نے آنکھیں گھما کر جواب دیا۔

"اگر میں رات کیا پورا دن بھی کچھ نہ کھاؤں تو میری تو کبھی ایسی فکر نہیں ہوئی آپ کو ہونہہ۔۔میں بھی تو اکلوتی بیٹی ہوں"

ماں نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر بھنویں چڑھائیں۔

"جا رہی ہو یا یہیں سے اکیس جوتوں کی سلامی دوں تمہیں؟"

الماس نے سر جھٹکا اور پیر پٹختی ہوئی بھائی کو اٹھانے چل دی۔ کمرے کے باہر پہنچ کر اس نے دروازہ بجایا لیکن اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ایک لمحے کے لیے اس نے اپنے شیطانی دماغ میں کچھ سوچا اور پھر ہلکی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر آگئی۔ چلو آج دیسی اماں کی طرح جگانے کا طریقہ آزماتے ہیں۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی جہاں کھڑکیوں کے پردے ابھی بھی گرے ہوئے تھے اور ایک طرف شہرام بستر میں دبکا ہوا تھا۔

''بھائی اٹھ جائیں دوپہر کے دو بج رہے ہیں اور کتنا سوئیں گے ؟"

کوئی جواب نا پاکر وہ اس کے اوپر سے کمبل کھینچنے لگی۔"اٹھیں بھائی ورنہ میں امی کو اوپر بھیج دوں گی۔"

"اٹھ جاؤں گا میری ماں نہ بنو۔"الماس نے ایک جھٹکے سے کمبل کھینچا اور باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔

"کیا بد تمیزی ہے الماس۔"شہرام غصے میں ہڑ بڑا کر اٹھا مگر جب تک وہ دروازے سے نکل چکی تھی۔اس نے ایک نظر خالی دروازے پر ڈالی اور پھر جھنجھلا کر دوبارہ کمبل تان لیا۔

رِنگ رِنگ۔۔اس نے بیزاری سے آنکھیں کھولیں۔

"کیا مصیبت ہے سب کو۔چھٹی کے دن بھی سکون نہیں لینے دیتے۔"

زبردستی خود پر سے کمبل ہٹاتے ہوئے فون کی طرف بڑھا۔اسکرین پر نظر پڑتے ہی ایک بیزار سی آہ بھری اور پھر کال ریسیو کی۔

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں یاسر۔۔اگر کام کی بات نہ ہوئی تو اپنی قبر تیار کر لینا تم۔"فون کے دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا۔

"نہیں آج تم بتا ہی دو تم کسی سیریل کلر کی اولاد ہو کیا؟"

"بکواس نہیں کرو اور کام کی بات بتاؤ ورنہ ابھی تم نے میرا سیریل کلر والا روپ نہیں دیکھا۔"شہرام نے زچ ہوتے ہوئے کہا اور دو انگلیوں سے ناک کی ہڈی دبائی۔یاسر نے ذرا توقف کیا پھر سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"وہ تم نے جس بندے کے بارے میں معلومات نکلوانے کا کہا تھا۔میں نے پتہ کیا تھا مگر۔۔"

"مگر کیا؟"شہرام کی بے چینی لمحہ بہ لمحہ بڑھنے لگی۔

"مگر وہ کوئی لڑکا نہیں ہے۔"

"لڑکا نہیں ہے؟ کیا مطلب؟" ماتھے پر آئی لکیریں نا سمجھی کا ثبوت دے رہی تھیں۔

"مطلب یہ کہ وہ ایک لڑکے کے بھیس میں لڑکی ہے۔" یاسر نے گہری سانس بھرتے ہوئے شہرام کے سر پر ایٹم بومب پھاڑا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ ظاہری حلیہ سے وہ کوئی مرد ہی لگتا تھا۔ پھر فضل خان سے ملاقات۔ وہ سب؟" اس نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں مسلیں اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ایسا لگتا تھا کسی مشکل پہیلی کا سامنا ہو رہا ہو۔

"مسٹر شہرام یہ 2024 ہے۔ ایک لڑکی کو لڑکے کا بھیس بدلنے میں وقت نہیں لگتا۔" یاسر کی آواز میں ہلکی سی تفریحی آمیز سنجیدگی تھی۔ وہ مسلسل بیٹھا خلا میں گھورے جا رہا تھا جیسے ذہن میں کوئی تصویر جوڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"یہ تو دلچسپ ہے۔۔" آہستہ سے انگلیاں ٹھوڑی پر حرکت کر رہی تھی۔ یاسر نے کان سے فون ہٹا کر غور سے دیکھا جیسے شہرام کا دماغ ہل گیا ہو۔

"اوہ ہیلو بھائی میرا یہاں دماغ گھوم رہا اور تمہیں یہ سب دلچسپ لگ رہا؟"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ لڑکی ہے؟" یاسر کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے اس سے ایک دفعہ پھر اس بات کی تصدیق کی۔

"سو فیصد۔اور جہاں تک مجھے لگتا وہ کسی کو بچانے کے لیے یہ سب کر رہی ہے ورنہ کوئی لڑکی اس خطرناک کھیل میں کیوں شامل ہو گی؟"

شہرام نے ہلکی سی مسکراہٹ دبائی جیسے کوئی پہیلی اسے اپنی طرف متوجہ کر رہی ہو۔

"وہ کسی اور کو نہیں خود کو بچانے کے لیئے یہ سب کر رہی ہے۔"

"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟" یاسر نے حیرانی سے سوال کیا۔

"احساسات یاسر۔کچھ چیزیں عقل سے نہیں مشاہدے سے سمجھی جاتی ہیں۔آج کل کے زمانے میں کون کسی کو بچانے کے لیے ایسے خطرناک کھیل میں ہاتھ ڈالتا؟"

"ہاں ہاں دی گریٹ شہرام مرزا۔ہمیشہ درست اندازے لگانے والے۔اتنا over confident نا بنو ہو سکتا تم غلط بھی ہو۔" شہرام اندازہ لگا سکتا تھا کے دوسری طرف یاسر نے آنکھیں گھمائی ہیں۔

"ظاہر ہے انسان ہوں غلط ہو سکتا ہوں میں۔ خیر میں کچھ دیر میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ پھر بیٹھ کر اس مرد نما عورت کا حل نکالتے۔"

"وہ تم کیا رات میں آ سکتے ہو؟ آج مجھے تھوڑا ضروری کام ہے۔"

"اس ضروری کام کو بولو بعد میں شاپنگ کر لے۔ ابھی یہ مسئلہ زیادہ ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو بات ہاتھ سے نکل جائے۔ ویسے ہی پہلے بھی دھوکہ کھا چکے ہیں ہم۔"

"خود کی بیوی تو تمہیں منہ لگاتی نہیں۔ مگر مجھے اپنی والی کے ساتھ تو جانے دو۔ رات کو ہی ملاقات ہو گی۔ خدا حافظ۔" اس سے پہلے شہرام کچھ بول پاتا رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ شہرام کا بس نہیں چل رہا تھا کے اس کی قبر واقعی کھدوا کر پکی بھی کروا دے۔ گہری سانس بھرتے ہوئے وہ اٹھا اور فریش ہونے چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ چنا ہوا تھا۔ روشنی کھڑکیوں سے چھن کر اندر آ رہی تھی اور چائے کی مہک پورے ہال میں پھیلی ہوئی تھی۔ فبیہا اور الماس ناشتہ کر رہی تھیں جبکہ خالہ سفر کے لیے لے جانے والے کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں۔

"بھئی میں تو ابھی سے اتنی ایکسلایٹڈ ہوں وہاں جانے کے لیے۔ میں نے تو اتنے کپڑے رکھ لیے اور میچنگ کی جیولری بھی۔" الماس کی آنکھوں میں چمک تھی وہ خوشی سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ بے حد پر جوش تھی جبکہ دوسری طرف سننے والی مسکرا رہی تھی مگر خاموش تھی۔

"آپ بھی چلتی تو کتنا مزہ آتا نا۔ شادی سے فارغ ہو کر ہم کراچی گھومتے۔ انسٹا پر وہاں کی ریلز دیکھ کر میرا بس نہیں چل رہا کہ ابھی ہی چلی جاؤں۔"

"نہیں تم جاؤ اور مزے کرو۔ میرے کچھ دن میں امتحانات ہیں اس کی تیاری کرنی ہے۔ بس وہاں کی سنیپس بھیجتی رہنا۔" دوسری نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ نرمی سے جواب دیا۔

فبیہا کے لیے الماس چھوٹی بہن کی کمی پوری کرتی تھی جبکہ الماس کو بھی فبیہا کی صورت ایک بڑی بہن مل گئی تھی۔ آفتاب بھائی کی شادی کے بعد بھابھی آئی تھیں مگر کبھی فبیہا کا ان سے بہن کا سا رشتہ نہ بن سکا۔

"ایک تو جب دیکھو آپ کے ایگزامس ہو رہے ہوتے ہیں۔ بھئی میں نے تو یونیورسٹی پڑھنا ہی نہیں ہے۔"

"پھر کیا کرو گی؟"اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں تو باہر جاؤں گی وہاں دیکھنا کتنی کامیاب بنوں گی۔"

"باہر جا کر وہاں انگریزوں کے باتھ روم صاف کر رہی ہو گی یا ان کے بچے سنبھال رہی ہو گی۔"یہ جملہ اچانک پیچھے سے سنائی دیا۔وہ جو کھانے میں مصروف تھی سر اٹھایا مگر نگاہیں جھکائے رکھیں۔

شہرام جو رات والے ہی لباس میں تھا نیند کے آثار چہرے پر لیے سیدھا چلتا آیا اور نگاہ اس پر ڈالی جو اس کے الفاظ پر خاموش ہو گئی تھی اور الماس کا جواب سنے بغیر کچن کی طرف بڑھ گیا۔

"ہاں ہاں آپ کو تو ان چیزوں کا ایکسپیرینس ہے تب ہی مجھے ایسا کہہ رہے۔"الماس نے بنا برا مانے جواب دیا مگر اس کو نظر انداز کر دیا گیا۔

"سلام امی ناشتہ تیار ہے میرا؟"تھکے ہوئے لہجے کے ساتھ کہتے ہوئے کچن میں داخل ہوا۔

"وعلیکم السلام۔ہاں بنا دیا ہے یہ رکھا ہوا ہے لے جاؤ۔"لہجہ روکھا تھا شاید رات کی بحث کی خفگی ابھی باقی تھی۔

"تیاری کرلی آپ نے؟ میں نے آپ لوگوں کی شام کی ٹکٹ بک کروادی تھی کل ہی الماس کو بھیج دیا تھا مسیج۔اس نے بتایا نہیں؟" کچن کاؤنٹر سے ٹیک لگائے گفتگو بڑھانے کی کوشش کی۔

"ہم بتایا تھا۔ناشتہ کرلو ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" روکھا سا جواب دے کر پھر کھانے کی تیاری میں مشغول ہو گئیں۔ مگر وہ جانے کے بجائے آگے بڑھا اور پیچھے سے انہیں گلے لگا لیا۔

"اب ایسے بات کریں گی میرے ساتھ؟" اس کی تھوڑی ان کے کندھے پر ٹکی تھی اور لہجہ نرمی لیے ہوئے تھا۔

"جب اولاد ماں سے ایسے بات کرنے لگ جائے تب ہمیں بھی اپنا لہجہ سخت رکھنا پڑتا ہے۔" وہ مزید خفا ہوئیں۔

"اچھا نہ معاف کردیں۔ غلطی ہو گئی۔بس کل پریشان تھا تو غصہ آپ پر اتار دیا۔آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔"

"ہم تو معافی مانگ کر خود کو آزاد کرلیتے ہیں۔ مگر کبھی سوچا ہے کہ ہمارے لہجے کی کاٹ سامنے والے کے دل پر کیا زخم چھوڑ جاتی ہے؟"

"معافی مانگ رہا ہوں نا امی معاف کر دیں اپنے اس ہینڈسم سے بیٹے کو۔" اس کا لہجہ منت والا تھا لگتا تھا ابھی رو دے گا۔ دنیا کے لیے وہ جتنا بھی سگما مین بنتا تھا مگر اپنی ماں کے آگے وہی دو سالہ شہرام ہی رہتا تھا۔

"اچھا بس بس اب زیادہ ایکٹنگ نہیں کرو۔" اور پھر ماں کی ناراضگی تو ہوتی ہی چند پل کے لیئے ہے۔ وہ پلٹیں، غصہ جیسے پانی ہو چکا تھا۔

"ویسے یہ بتائیں آج اس میڈم کو کیا ہوا ہے؟" آنکھوں سے باہر بیٹھی چائے پیتی فبیہا کی طرف اشارہ کیا۔

"خود پوچھ لو جا کر اتنی ہی فکر ہے تو۔"

"اور جیسے میرے پوچھنے سے وہ بتا دے گی؟ اتنی تابعدار لگتی ہے آپ کو؟"

اس کی ماں نے توقف کیا پھر ایک لفظی جواب دیا۔

"نائٹ میئرز۔" بس ایک لفظ نے ہی اسے ساکت کر دیا۔ جبڑا بھینچ گیا آنکھوں میں کچھ پرانا درد لوٹ آیا۔

وہ کچن سے جانے لگا تو پیچھے سے ان کی آواز نے روک لیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بیٹا اس کو ضرورت ہے تمہاری اس سے منہ مت موڑو۔" آنکھوں میں فکر لیے وہ اپنی اولاد اور اولاد سے جڑی اس لڑکی کو جیسے کسی درد سے بچانا چاہتی تھیں۔ آنکھوں میں التجا تھی دل میں کسی دکھ کی کسک۔ وہ رکا پلٹ کر ان کی طرف دیکھا۔ پل بھر کو خاموش رہی پھر نگاہ پھیر لی۔

"جب اس کو میری ضرورت تھی میں اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ اب اس نے میری ضرورت محسوس کرنا چھوڑ دی ہے۔" یہ کہہ کر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

پیچھے وہ دکھ اور ملال سے اسے دیکھتی رہیں۔ وہ بھی بے بس تھیں۔ کبھی کبھی آپ کا ایک غلط قدم آپ کو سو قدم پیچھے دھکیل دیتا ہے اور پھر ان کھوئے ہوئے قدموں کو واپس آگے بڑھانا نہ صرف مشکل بلکہ تکلیف دہ بھی ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الارم کلاک بج بج کر پاگل ہو رہا تھا لیکن کوئی اسے بند کرنے والا نہیں تھا۔ کمرے میں دوپہر کی دھوپ کھڑکی کے پردوں سے چھن کر ہلکی روشنی پھیلا رہی تھی۔ دوپہر کے ڈیڑھ بج چکے تھے اور وہ بستر پر ابھی تک بے سُدھ پڑا تھا۔ نرم و گداز بستر پر بے ترتیبی سے بکھری چادر،

ایک طرف زمین پر گرا تکیہ اور فرش پر بکھرے کاغذات اس کے لاپرواہ طرز زندگی کا مظہر تھے۔ کمرے کی فضا میں ایک خاص قسم کی اداسی بسی ہوئی تھی شاید رات دیر تک جاگنے کا اثر تھا۔ فرش پر فجر کا بچھایا ہوا جائے نماز ویسے ہی پڑا تھا جسے اٹھانے کی زحمت بھی نہیں کی گئی تھی۔

کافی دیر تک کروٹیں بدلنے کے بعد وہ نیم خوابیدہ کیفیت میں اٹھا اور ماتھے پر آئے بال ہٹائے۔ ایک گہری سانس لی جیسے نئے دن کا بوجھ محسوس کر رہا ہو پھر ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایا اور اس پر اپنی لمبی انگلیاں چلانے لگا۔ اچانک اس کی حرکت تھم گئی اور چہرے پر ایک کمینگی بھری مسکراہٹ در آئی۔

"آہ کتنا انتظار کیا تھا اس پل کا میں نے اور دیکھو the wait is worth it "

کچھ سوچ کر اس نے کال ملائی اور گھنٹی جانے کا انتظار کرنے لگا۔ نگاہ ادھر اُدھر دوڑائی تو دیکھا اس کا گٹار زمین پر بے یار و مددگار پڑا تھا۔ وہ بیڈ سے نیچے اترا اور اپنی محبوبہ کو محبت سے اٹھایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں کہتا تھا نا کہ یہ پارٹی واپس ہمارے پاس آئے گی۔" سلام دعا کے بغیر ہی سید حامد عا بیان کیا۔ دوسری طرف سے جواب سن کر اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی اور گال کے گڑھے نمایاں ہوئے۔

"نہیں خالد اب ہم اس کو اس قیمت میں نہیں بیچیں گے۔ اس پراجیکٹ کے لئے ہمیں انتظار کروانے کی قیمت ادا کرنی ہی پڑے گی۔ کب کیسے کیوں ان سوالوں کے جواب تم مجھ پر چھوڑ دو ذکاء داؤد نے پہلے کوئی کام کچا کیا ہے کیا؟" سامنے والے کی بات رک کر سنی گئی۔

"آج تو میں آفس نہیں آرہا سنڈے کو تو میرا پیچھا چھوڑ دیا کرو تم لوگ۔" مصنوعی ناراضگی سے کہتا ہوا وہ آگے آیا اور شیشے میں ابھرتے اپنے عکس کو دیکھا۔ سیاہ آنکھیں جو زندگی کے اندھیروں کو اپنی طرف کھینچنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ گندمی رنگت جو سفید اجالوں کو بھی مات دے دیتی تھی اور وہ سراپا جو ایک پرفیکٹ انسان کا عکس تھا۔ مگر ایک پرفیکٹ انسان ہونا بھی بعض اوقات مصیبت بن جاتا ہے۔

"میں باقی کا کام تمہیں میل کر دونگا تم ان کو دکھا دینا اور اگر وہ نہیں مانے تو ذکاء داؤد اپنے طریقے سے منوائیگا ان سے۔" اور یہ کہہ کر کال کاٹی اور موبائل بیڈ پر پھینکا۔ کچھ لمحے آئینے

میں خود کو دیکھنے کے بعد کمرے سے نکلا اور اپنے ہوم آفس میں داخل ہوا۔ ٹیبل پر رکھے فوٹو فریم کو اٹھایا۔ تصویر میں ایک نوجوان لڑکا اور اس کے برابر کھڑی ایک لڑکی دکھائی دے رہی تھی۔ تصویر کے نیچے سیاہ جلے حرف میں لکھا گیا تھا۔

نمرا اور نوری۔

تصویر پر انگلیاں پھیرتے ہوئے آنکھوں میں ایک چمک ابھری۔ ہمیشہ سے تصویر میں موجود چہرہ اس کے اندر کہیں روشنی لے آیا کرتا تھا۔ تصویر کو واپس جگہ پر رکھ کر ادھر ادھر نظر دوڑائی تو فرش پر ایک کالی رنگت کا کوارٹس جیم اسٹون (Quartz gem stone) پڑا تھا۔ جھک کر اسے اٹھایا الٹ پلٹ کر دیکھا اور پہچان گیا۔ یہ قیمتی پتھر اس کی نوری کے تھے۔ ایک پل کے لیے ہاتھ سختی سے مٹھی میں بند کیا جیسے نوری کے وجود کو محسوس کر رہا ہو۔ پھر آہستہ سے پتھر میز پر رکھ دیا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

لاؤنج میں آتے ہی اس نے ماں کو ناشتہ لگاتے دیکھا۔ یہاں ہر چیز بے حد منظم تھی براؤن اور کریم رنگوں کی ہم آہنگی میں سجے صوفے نیلے اور سفید امتزاج والے پردے اور وسط میں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شیشے کی ٹیبل پر رکھا تازہ گلابوں کا گلدستہ۔خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی مگر اس کے دماغ میں منتشر خیالات کی بو بسی ہوئی تھی۔

"مارننگ! کیسی ہیں مام آپ؟" وہ لاپرواہی سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"میں ہمیشہ کی طرح خوبصورت۔" وہ نخرے سے بولیں۔ناشتہ لگاتے ہوئے ایک نظر اپنی اکلوتی اولاد پر ڈالی۔

"میری ماں جو ہیں۔" وہ ہنسا مگر وہ ہنسی کسی طنز سے خالی نہ تھی۔

"یہ کوئی وقت ہے اٹھنے کا؟ میں کب سے انتظار کر رہی تھی تمہارا۔"

"ایک سنڈے ہی تو ملتا ہے آرام کے لیے اس میں تو سکون لینے دیں مجھے سب۔" برا سا منہ بنا کر کہا۔

"تمہارے ڈیڈ ہوتے تو کبھی یہ نہ سنتے۔بے حد اصول پسند تھے کہتے تھے صبح جو جلدی نا اٹھے اور سب کے ساتھ ناشتہ نہ کرے اس کو بعد میں بھی ناشتہ نہیں ملنا۔"

"کہتے تو ایسے تھے جیسے ان کا گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔آپ،ڈیڈ اور نوری ہی تو ہوتے تھے وہاں روس میں۔" ایک دم دے اس کو نوری کے ساتھ روس میں گزارا ہوا وقت یاد آیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جو بھی تھا مگر تمہاری طرح رات بھر جاگا نہیں کرتے تھے۔"

"زمانہ بدل گیا مام۔ ہم نئی جنریشن ہیں یو نو gen z ہم پر یہ اصول لاگو نہیں ہوتے۔"

"تم سے بحث کرنا فضول ہے۔" انہوں نے ہوا میں اس کی بات اڑائی۔

"تو نہ کیا کریں نا۔" وہ شوخی سے مسکرایا اور چائے کا گھونٹ لیا۔

"آج تمہارے کوئی پلانز ہیں؟" چمچ رکھتے ہوئے بڑے مان سے پوچھا۔ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ وہ فوراً بول پڑیں۔ "ہیں بھی تو کینسل کر دو آج رات ڈنر پر جانا ہے اور یہ میرا آخری حکم ہے۔"

"پر مام آج میری ضروری میٹنگ ہے۔"

"ابھی تو سنڈے کا سکون یاد آ رہا تھا اور اب میٹنگ؟" ماں نے طنزاً کہا۔

"تو وہ رات کی ہے نا۔ ہم ایسا کرتے ہیں لنچ پر چلتے ہیں۔" لو بس مسئلہ کا حل بھی نکل آیا۔

"چلو یہ بھی ٹھیک ہے تم ریڈی رہنا ہم پانچ بجے تک چلیں گے۔" وہ تیار لگتی تھی۔

"میں نے کونسا دلہن بننا ہے تیاری تو آپکی ہوتی ہے۔" بریڈ کا لقمہ چباتے ہوئے جواب دیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہاں تو اپنے سرکل کی سب سے بڑی فیشن آئی کون میں ہوں تیاری تو رکھنی پڑتی ہے۔" وہ نخرے سے بالوں کی لٹ پیچھے کرتے ہوئے بولی جیسے کسی کیمرے کے فلیشز میں گھری ہو۔

ذکا بس آگے سے مسکرا دیا۔

"یہ بتاؤ فبیحا سے ملاقات ہوئی تمہاری؟" اس کا ذکر سنتے ہی اس کے سیاہ آنکھوں کی چمک مدھم پڑی۔ گہری سیاہی جیسے کسی پرانی یاد کے بوجھ تلے دب گئی ہو۔

"ہمم۔" ٹوسٹ پر جیم لگاتے ہوئے اس نے ایک لفظی جواب دیا۔ سامنے بیٹھی عورت نے گہری نظروں سے اسے دیکھا جیسے ان سیاہ آنکھوں کے پیچھے چھپے جذبات ٹٹول رہی ہو۔

"کیسی ہے وہ؟"

"ٹھیک ہو گی۔" اس کی آواز سپاٹ تھی۔ بے رنگ جیسے کسی خاموش طوفان کے آثار ہوں۔

"پوچھا نہیں تم نے اس سے؟" ماں کے سوال میں سرزنش کی ہلکی سی رمق تھی۔

"ضرورت نہیں پڑی۔" چند لمحے خاموشی نے ٹیبل پر سایہ ڈال دیا۔ ناشتے کی خوشبو بھی جیسے کسی بوجھل فضا میں تحلیل ہو گئی ہو۔ سامنے بیٹھی عورت دیکھ سکتی تھی کیسے اس کے لہجے کی سختی لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی۔ اور یہی لہجہ تو وہ سننا چاہتی تھی۔

Clubb of Quality Content

"he is rude for her hmm good" اس کی ماں کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی مگر آنکھوں میں جیت کی چمک تھی۔

" کبھی کبھی تو افسوس ہوتا ہے اس بیچاری پر۔ لیکن سچ یہی ہے کہ قصور لڑکیوں کا بھی ہوتا ہے۔اب کوئی بھی یوں ہی آ کر زبردستی تو نہیں کر دیتا نا۔ عورت کو خود اپنا خیال رکھنا چاہیے اپنی حد میں رہنا چاہیے۔ مردوں کا تو چل جاتا ہے مگر عورتیں۔۔ بس ذرا سی غلطی کریں تو تماشہ بن جاتی ہیں۔ چچ چچ۔"

وہ اب تک چپ چاپ بیٹھا تھا جیسے کسی گہرے غار میں گم ہو۔ایک دم اس کا سانس بھاری ہونے لگا۔ حلق میں جیسے کوئی سخت گرہ پڑ گئی ہو۔ نگاہیں نیچے کر لیں کیونکہ اگر اوپر اٹھاتا تو شاید اندر کا طوفان اس کی پتھر دل ماں کو دکھ جاتا۔

"میرا بس چلے تو آج ہی اس کو اپنے گھر کی عزت بنا لوں۔ بٹ یو نو اس کا قصہ تو جہاں بھر میں مشہور ہے۔اور اس کے مجرم کا بھی کوئی سوراخ نہیں ملا۔ تم اس سے شادی کر لیتے تو لوگوں کا شک تو تم پر جاتا نا۔"ماں کی آواز میں زہر گھلا تھا ایسا زہر جو آہستہ آہستہ کسی کے اندر سرایت کر جائے۔

ذکا کے گلے میں گلٹی سی ابھری جیسے کوئی لفظ اندر ہی اٹک گیا ہو۔ایک لمحے کے لیے یوں محسوس ہوا کہ سانس بھی رک جائے گا۔ارد گرد کی آوازیں معدوم ہو گئیں جیسے کسی گہرے کنویں میں جا گرا ہو۔وہ سن تو رہا تھا مگر سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔اچانک وہ کرسی پیچھے دھکیل کر اٹھا۔

"ارے ناشتہ تو کرتے جاؤ۔"ماں نے چونک کر پیچھے سے آواز دی۔

"میں نے کر لیا۔آپ پانچ بجے تک تیار رہنا میں آپ کو پک کر لوں گا۔"آواز سپاٹ تھی اور لہجہ جذبات سے عاری۔یہ کہہ کر وہ دروازے کے پار غائب ہو گیا۔عورت نے چند لمحے سوچ میں گزارے پھر چائے کا کپ لبوں سے لگایا۔ایک گہرا گھونٹ بھرا اور مسکرا دی۔

"عجیب آدمی ہے یہ بھی ابھی تک محبت کا بھوت سر سے نہیں اترا اس کے۔خیر میں بھی ماں ہوں اس کی۔دیکھتی ہوں اور کتنے دن تک چلتا ہے یہ سب۔"چائے کی بھاپ نے اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ کی دھندلاہٹ بکھیر دی جیسے کوئی سائے میں ہو۔

گھر سے باہر نکل کر وہ پیدل ہی سڑک پر چلنے لگا۔تیز ہوا چہرے سے ٹکرا رہی تھی مگر اندر کے طوفان کا مقابلہ کرنے میں ناکام ہو رہی تھی۔چلتے چلتے ایک پارک کے سامنے رک گیا۔یہ

جگہ ہمیشہ اس کی پناہ گاہ رہی تھی۔ اندر قدم رکھا تو ہریالی نے استقبال کیا درختوں کی قطاریں، بینچوں پر بیٹھے لوگ، کھیلتے ہوئے بچے اور ایک جھیل جس پر سورج کی کرنیں چمک رہی تھیں۔ وہ ایک بینچ پر بیٹھ گیا اور اپنا سر ہاتھوں میں گرایا۔

"یا اللہ یہ کیا ہو گیا مجھ سے؟ کیوں ہو گیا؟ کیا میں نے کچھ غلط کر دیا؟" افسوس ابھی اس کے اندر اپنی جگہ بنا رہا تھا کہ اچانک ایک گیند آ کر اس کے پاؤں سے ٹکرائی۔ چونک کر نظر اٹھائی تو سامنے ایک ننھی بچی معصوم مسکراہٹ لیے اپنی گیند واپس مانگ رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے گیند اس کی طرف اچھالی اور وہ خوش ہو کر واپس کھیلنے میں مشغول ہو گئی۔

"نہیں تم نے کچھ غلط نہیں کیا۔ تم نے بس نوری کا بدلہ لیا تھا۔" وہی شخص جو اتنی دیر سے اپنے دائیں کندھے کی سرگوشی میں گم تھا اچانک بائیں جانب سے ایک ٹھہری ہوئی مگر گہری آواز آئی۔ شیطان خود طاقتور نہیں ہوتا ہماری کمزوری اسے طاقت دیتی ہے۔ جب انسان اپنے خوف، لالچ اور وسوسوں پر قابو پا لے تو شیطان بھوکا مرنے لگتا ہے۔ اسے کمزور کرنا ہے؟ تو خود کو مضبوط کر لو۔

اس کا چہرہ یکدم بدل گیا۔ جو پچھتاوے کے آثار وہاں پہلے نمایاں تھے وہ اب کہیں غائب ہو چکے تھے یا شاید چھپا لیئے گیے تھے۔

"نہیں میں نے بالکل سہی کیا۔an eye for an eye, it is the ruleاور ہمیشہ یہی اصول رہے گا میرا۔"

جیب سے موبائل نکال کر اس نے کال ملائی۔ انگلیاں موبائل کی سکرین پر ہلکی لرزش کے ساتھ حرکت کر رہی تھیں جیسے دماغ میں کوئی کشمکش ہو کوئی ان کہی باتیں اسے روک رہی ہوں۔ لیکن جیسے ہی دوسری طرف سے کال اٹھائی گئی اس کے چہرے پر ایک کرخت مسکراہٹ ابھری جو آنکھوں میں سرد چمک چھوڑ گئی۔

"جی فضل صاحب آج رات کا ڈنر ساتھ ڈن ہے نہ؟"اس کی آواز میں وہی روایتی اعتماد تھا وہی سرد مہری جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ دوسری طرف سے تصدیق ہوئی تو اس نے اطمینان کا ایک مصنوعی سانس بھرا اور سر کو بینچ سے ٹکا دیا۔

"جی جی بالکل بس رات کو ملاقات ہوتی ہے آپ سے۔"چند رسمی جملے، چند بے ربط باتیں اور پھر وہ کال کاٹ چکا تھا۔ آنکھیں بند کیے وہ سر کو پیچھے ٹکائے رہا۔ نرم ہوا اس کے چہرے کو

چھو کر گزر رہی تھی مگر اس کے اندر کوئی طوفان تھا جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

"an eye for an eye, it is the rule۔"

مسلسل دھیمی آواز میں وہ یہی جملہ دہرا رہا تھا جیسے خود کو کسی ان دیکھی جنگ کے لیے تیار کر رہا ہو۔ جیسے اندر کا کوئی زخم پھر سے ہرا ہو چکا ہو۔ جیسے کوئی پرانی یاد اس کی رگوں میں زہر کی طرح پھر سے دوڑ گئی ہو۔اس کی آنکھوں کے سامنے ایک دھندلی تصویر ابھری۔ کسی کا چہرہ، کوئی پرانی یاد کوئی ایسی حقیقت جسے وہ قبول نہیں کرنا چاہتا تھا۔انگلیاں مٹھی میں جکڑنے لگیں۔ سانسیں بھاری ہونے لگیں مگر اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں جیسے اندر کے اندھیروں کو جھٹک دیا ہو۔ ہوا کی سرسراہٹ میں بچوں کی ہنسی گھل گئی تھی۔ قریب ہی کچھ بچے کھیل میں مگن تھے۔ان کے قہقہے فضا میں گھل رہے تھے لیکن اسے یوں محسوس ہوا یہ قہقہے اس پر طنز کر رہے ہوں۔اس کے اندر کی تلخی اور گھٹن کو بے نقاب کر رہے ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الماس اور اپنی ماں کو بس سٹاپ پر چھوڑ کر جب گھڑی دیکھی تو رات کی سیاہی ہر سمت پھیل چکی تھی۔ شہرام کے لاکھ اصرار کے باوجود اس کی ماں نے کہا تھا وہ بس سے ہی راولپنڈی کے

سٹیشن چلی جائیں گی۔ شہر کی ہوا میں ایک ٹھنڈک گھلی ہوئی تھی جو اس کی کھلی آستینوں کو چھوتی تو ایک عجیب سا احساس جاگتا۔ بس سٹاپ کی زرد روشنی میں کئی چہرے دھندلے نظر آ رہے تھے مگر اس کے ذہن میں صرف ایک ہی خیال تھا۔ یاسر سے ملاقات کا۔

اس نے اپنی جیب سے موبائل نکالا اور گاڑی کا رخ یاسر کے اپارٹمنٹ کی طرف موڑ دیا۔

اپارٹمنٹ بس سٹاپ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ منزل پر پہنچ کر گاڑی سے اترا اور عادت کے مطابق دروازہ بجانے کے بجائے فون نکال کر کال ملائی۔ یوں لگتا تھا جیسے بیلنس مفت میں آتا ہے۔ اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی مگر اگلے ہی لمحے وہ کال کاٹ دی گئی۔ شہرام کے بھنویں تن گئیں۔ اس نے دوبارہ کال ملائی مگر دروازہ اس سے پہلے ہی کھل چکا تھا۔ سامنے ہی ایک جانا پہچانا سا چہرا نمودار ہوا۔

یاسر دروازے کے کنارے سفید رنگ کی ٹی شرٹ اور جینز میں بے پروا نظر آ رہا تھا مگر شہرام جانتا تھا کہ وہ جتنا لاپروا لگتا ہے اتنا ہی کام کا بندہ ہے۔ شہرام کی نظروں نے ایک لمحے کے لیے اسے پرکھا۔ قد اور جسامت میں وہ شہرام سے کمزور تھا۔ درمیانے قد کا گندمی رنگت کا مالک

مگر سب سے زیادہ دلکش اس کی وہ موٹی موٹی آنکھیں تھیں جو ہمیشہ چمکتی رہتیں۔ شہرام اور اس کی دوستی آفس میں ہوئی تھی اور جب سے شہرام نے اس کو گود لے لیا تھا۔

"شاید اس گھر میں ڈور بیل بھی ہے جس کو بجانے کی زحمت کر لی جاتی مگر نہیں ناجناب تو پرانی عادت نہیں چھوڑ سکتے۔"

شہرام نے بغیر مسکرائے اندر قدم رکھا اور گہرے مگر سنجیدہ لہجے میں بولا۔ "اسلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ۔ کیف حالک۔" یاسر نے دروازہ بند کرتے ہوئے ہنستے ہوئے کہا۔

یاسر تو پھر یاسر ہی تھا۔ اس کے جیسی مخلوق دنیا میں کہیں پائی ہی نہیں جاتی تھی۔ یاسر نے اس کی طرف شرارت بھری نظروں سے دیکھا۔ شہرام جانتا تھا کہ اس کی زبان پر ہر وقت مسکراہٹ اور چبھتے جملے ہوتے ہیں۔ اس کا انداز ہی ایسا تھا کہ سننے والا پہلے غصے میں آئے پھر بے اختیار ہنس پڑے۔ مگر آج شہرام کے مزاج میں ہنسی کی گنجائش نہیں تھی۔

"لگتا ہے آج یا تو کارڈ استعمال کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی شاپنگ پر جب ہی خوش ہو۔یا پھر کارڈ کی لمٹ ختم ہو گئی جب ہی صدمہ دماغ پر چڑھ گیا ہے۔" شہرام نے جوتے اتارتے ہوئے اسے گھورا اور بے نیازی سے بولا۔

"ہماری ایسی قسمت ہی کہاں ؟ ہائے وہ تو بس بیگم میکے چلی گئی تو بس آزادی آزادی فیل ہو رہی ہے۔" اس نے بھی شوخ لہجے میں جواب دیا اور اندر لائونج میں موجو فریج سے کوکا کولا نکالنے لگا۔

"اتنی ہی آزادی کی فکر تھی تو نہ بنتے دلہا۔خود ہی مرے جا رہے تھے صحرا سجانے کے لیے اپنی اس شکل پر۔" صوفے پر بازو پھیلائے اپنے سامنے کھڑے نمونے کو فریج سے کچھ نکالتا ہوا دیکھنے لگا۔کوک کا کین دیکھ کر سیدھا ہو بیٹھا اور یاسر کو سخت نظروں سے گھورا۔"اوئے یہ کوکا کولا ہے ؟"

یاسر نے لاپروائی سے بوتل کو گھمایا۔"ہاں تو؟"

"تم نے یہ کیوں رکھی ہوئی ہے ؟" شہرام کے چہرے پر بیزاری چھا گئی۔یاسر نے ایک نظر اسے دیکھا اور بے فکری سے بولا۔

"کہہ تو ایسے رہے ہو جیسے کولڈ ڈرنک نہیں وائن رکھی ہو۔"

"میرا مطلب ہے تم بائیکاٹ نہیں کر رہے؟"شہرام کے لہجے میں سختی تھی۔

"ارے یار کونسا ہمارے بائیکاٹ کرنے سے وہ اسرائیلی اپنے حملے روک دیں گے؟"یاسر نے کندھے اچکائے۔ شہرام کا خون کھول اٹھا۔وہ تیزی سے آگے بڑھا یاسر کے ہاتھ سے بوتل لے کر ایک طرف رکھ دی اور غصے سے بولا۔

"وہ نہیں روکیں گے مگر تم تو شرم کرو۔یہی برانڈز اس genocide کو فنڈ کر رہے ہیں اور تم مزے سے گھونٹ بھر رہے ہو؟"

"اچھا اب لے آیا ہوں آئندہ خیال رکھوں گا ابھی تو پی لے۔"یاسر کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوئی اور ندامت سے سر جھکا لیا۔

"میں تو ویسے ہی کولڈ ڈرنک کہاں پیتا ہوں تو جانتا ہے نا؟ایک اچھی سی چائے بنا دے سر میں بہت درد ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں تمہاری بیوی ہوں کیا؟ جو نخرے اٹھاؤں تمہارے؟ ایک منٹ۔۔ نخرے تو آپکی زوجہ بھی نہیں اٹھاتی آپ کے۔" یاسر نے ہاتھ اٹھا کر مذاق میں کہا مگر شہرام کی گھوری نے اس کی زبان بند کر دی۔ وہ فوراً باورچی خانے کی طرف بڑھا اور اچھے بچوں کی طرح چائے بنانے لگا۔

"ایسے مت دیکھ اب ڈر لگ رہا ہے۔ بنا رہا ہوں چائے۔۔ ویسے ذکاء داؤد سے ملاقات ہوئی تمہاری؟" شہرام کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"نہیں کیا ہوا؟"

"ابھی راستے میں آتے ہوئے دیکھا فضل خان کے گھر میں داخل ہو رہا تھا۔ میں کہتا ہوں شہرام ایکسپوز کر دے تو فضل کو اس سے پہلے ذکاء بھی ان سب کا حصہ بن جائے۔"

"ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے یاسر۔ جلد بازی ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے پہلے پورے پکے ثبوت اکٹھے کرنے ہیں۔ بہت سی پہیلیاں ہیں جن کو حل کرنا ہے۔ بہت ٹکڑے مسنگ ہیں اس کہانی میں ابھی۔"

"تو تمہارا اگلا قدم کیا ہو گا؟" چولہا جلاتے ہوئے سرسری سا پوچھا۔

"چیس کھیلنا آتا ہے تمہیں؟" شہرام مسکرایا۔

"نہیں بھائی یہ فضول کھیل تم ہی کھیلو۔"

"فضل خان کا کھیل بھی میں چیس کی طرح کھیلنا چاہتا ہوں۔ فضل خان کے ہر مہرے کا ایک مقصد ہو گا لیکن وہ اپنے ہی مہروں سے غلط چالیں چلوا تا رہے گا اور اس کو اس بات کا علم بھی نہیں ہو گا۔اب میں وہ غلطیاں سب کے سامنے رکھو نگا۔ فضل خان جتنا بھی سمارٹ بن جائے پر وہ ایک پرانی سوچ رکھنے والا بڈھا ہے جس کو دین میں منافقت کے علاوہ کچھ نہیں آتا۔اسلئے میں پہلے اس کے مہروں پر مہر لگاؤ نگا اور آخر میں اس کی گردن پکڑوں گا۔" شہرام فخر سے اپنی پلاننگ بتا رہا تھا جو کہ یاسر کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔

"یہ جو تم یہ فلمی ڈائلاگ بول رہے ہو ان پر عمل کرنے کی کوئی ترکیب سوچی ؟ یا وہ بھی چیس سے نکالو گے ؟"

"فکر نہ کرو اس کے لیے تم ہو نہ۔" ایک مسکراہٹ یاسر کی طرف اچھالی اور یاسر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ایک جوتا اس کے خوبصورت چہرے کی طرف اچھال دے۔

"ہاں ہاں بنا دو بلی کا بکرا مجھے۔"

Clubb of Quality Content

"بکرا نہیں وہ گائے ہو تم جو روڈوں پر کمزور سی کچرا کھار ہی ہوتی ہیں۔" اور یہ آئی شہرام کے اوپر ایک چپل۔

"اب اپنے پھپا کے بیٹے سے ہی پوچھنا اس لڑکے نما لڑکی کی ڈیٹیلز۔" ناک پھلائے وہ منہ موڑ گیا۔

"آپکے تو والد صاحب بھی دیں گے اس کی ڈیٹیلز۔"

"پھر میں تمہیں ان کے پاس ہی اوپر بھیج دیتا ہوں۔ لے لینا ڈیٹیلز ان سے۔" یاسر نے پھولے منہ کے ساتھ کہا۔

"اب زیادہ نخرے نہیں کرو کام کی بات کرتے ہیں۔"

"کام کے وقت یاسر یاد آجاتا۔" چائے کی آنچ دھیمی کر کے بڑبڑاتے ہوئے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ واپس آیا تو ہاتھ میں ایک لیپ ٹاپ تھا۔ ایک ویڈیو کھول کر ٹیبل پر اس کے آگے رکھی۔

"یہ ویڈیو ہم دس دفعہ دیکھ چکے ہیں یاسر ہمیں کچھ نہیں ملا۔"

"ہاں جانتا ہوں مگر میں جب رات کو یہ ویڈیو دوبارہ دیکھ رہا تھا تو مجھے ایک چیز ملی۔" سامنے اسکرین پر ایک ویڈیو چل رہی تھی۔ اسلام آباد کا کوئی علاقہ تھا۔ رات کا وقت تھا اور اندھیرا زیادہ تھا اسلئے معلوم نہ ہو سکا کونسا علاقہ ہے۔ اسکرین پر ایک دم سے ایک شخص نمودار ہوا۔ بلیک لانگ کوٹ۔ سر پر کیپ، منہ پر ماسک اور ہاتھوں پر دستانے۔ دیکھنے میں وہ کوئی مرد ہی لگ رہا تھا۔ سڑک اس وقت سنسان پڑی تھی اور اس شخص کا چہرہ کیمرہ کے سامنے نہ تھا۔ کچھ دیر گزری اور اس شخص نے موبائل نکالا اور ہاتھ سے اپنا دستانہ اتارا۔ ویڈیو ختم ہو گئی مگر کچھ نہ ملا۔

"اس میں کیا خاص ہے؟" بولتے بولتے شہرام ٹھہرا اور سامنے رکی ہوئی ویڈیو کو دیکھا۔ اس شخص نے دستانہ اتارا ہوا تھا اور ویڈیو ختم۔ مگر حیران کن بات یہ تھی کے اس کے ناخن پر سرخ نیل پالش لگی تھی اور ہاتھ میں ایک انگھوٹی چمک رہی تھی۔

"Aha got ya ۔ یہ بات ہم نے پہلے کیوں نوٹ نہیں کی؟"

"کیونکہ پہلے ہم اس نظر سے اس ویڈیو کو نہیں دیکھ رہے تھے جیسے ہمیں دیکھنی چاہیے تھی۔ اب ہم کوئی CID تھوڑی نہ ہیں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اس نے موبائل نکالا ہے اور وہ فنگر پرنٹ سے کھلتا ہو گا جب ہی اس نے یہ دستانے اتارے۔"

"اب آگے کیا کرنا ہے؟اس شخص کو ہم نے صرف دو دفعہ دیکھا ہے۔ایک دفعہ فضل خان سے ملاقات کرتے وقت اور ایک دفعہ کیمرہ میں۔"یاسر سوچ سوچ کر بول رہا تھا۔

"تمہیں یاد ہے پہلی دفعہ جب تم نے فضل خان کے ساتھ اس کو دیکھا تھا؟"یاسر کی بات سن کر شہرام اپنی گھڑی کی سوئیاں پیچھے لے گیا۔

شہرام ایک ڈھابے پر بیٹھ کر چائے پی رہا تھا جب ہی اچانک اس کی نظر سامنے سے آتے فضل خان پر پڑی۔ فضل خان کے ساتھ ایک اور بھی شخص تھا۔دیکھنے میں اس کا حلیہ کچھ یوں تھا۔ درمیانا قد،لوز ہڈی، بیگی جینز اور ایک کیپ جو اس کا آدھا چہرہ چھپا رہی تھی۔اس کی چال بالکل یہ منٹینڈ تھی جیسے کوئی ٹرینڈ شخص ہو۔ فضل خان کی نظر شہرام پر نہیں پڑی اور وہ دوسری طرف جا کر بیٹھ گیا۔ایسے کے شہرام اب صرف فضل خان کا سائیڈ پوز اور اس شخص کی بیک دیکھ سکتا تھا۔ شہرام کچھ سیکنڈز کے لیے اس شخص کو گھورتا رہا۔کچھ عجیب محسوس ہو رہا تھا۔ چلنے کا طریقہ ہلکا اسٹف تھا جیسے کوئی اپنی موجودگی طاقتور دکھانے کی کوشش کر رہا ہو

۔اور سب سے عجیب بات۔اس کے ہاتھ تھوڑے نازک محسوس ہوتے تھے۔ مگر شہرام نے اس بات کو یہ سوچ کر جھٹک دیا کہ آج کل تو لڑکوں کے ہاتھ بھی نازک ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ اس شخص کی پوری باڈی لینگویج میسکولائن لگ رہی تھی۔ فضل خان اس شخص سے آرام سے بات کر رہا تھا جیسے یہ بندہ اس کا وفادار ملازم ہو۔ پھر کچھ دیر بعد وہ شخص اٹھا اور بنا کسی سے آئی کونٹیکٹ کیے سیدھا ہوٹل سے باہر کو چل دیا۔ شہرام کو کچھ کھٹکا لگا۔ فضل خان اپنے لیگل بزنس کی ڈسکشن کبھی بھی اس ڈھابے جیسی جگہ پر نہیں کرے گا اتنا تو شہرام اس کو جانتا ہی تھا۔ کچھ سوچ کر شہرام اٹھا اور دبے پاؤں اس شخص کا پیچھا کرنے لگا۔اس شخص نے ہوڈی چہرے سے ٹائٹ کر لی کہ اس کی چھٹی حس اس کو سگنل دے رہی تھی کہ کوئی اس کے پیچھے ہے۔ وہ سیدھا اک بڑی اسٹریٹ کی طرف بڑھا۔ پھر اک تنگ گلی میں گھس گیا۔ شہرام ہر جگہ اس کا پیچھا کرتا رہا مگر وہ شخص بہت سمارٹ تھا۔ کہی سے بھی ایکسٹرا اٹینشن نہیں لے رہا تھا اور بنا کسی شک کے موو کر رہا تھا۔ کبھی وہ ایک سگریٹ شاپ کے سامنے رکتا، جیسے اپنا فون چیک کر رہا ہو۔ شہرام بھی اسی جگہ ایک کارنر پر کھڑا ہو جاتا لیکن جتنی دفعہ بھی وہ شخص حرکت کرتا اس کی باڈی لینگویج اک مرد کی سی ہی لگ رہی تھی۔

اس کی سوچوں کا سلسلہ یاسر نے توڑا۔

"اس دن تو تم نے اس کو ہاتھ سے جانے دے دیا تھا مگر اب ہمیں بہت احتیاط سے کام لینا ہوگا ۔سہی کہتے ہیں بھائی۔۔عورتیں اس دنیا کی سب سے تیز اور چالاک مخلوق ہوتی ہیں توبہ توبہ ۔"کان پر ہاتھ لگاتے ہوئے اس نے تبصرہ کیا۔

"اب آگے کیا کرنا ہے ؟"شہرام کی سوچ پر یاسر کے سوال نے بریک ڈالا۔

"اس فوٹیج کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی چیز نہیں جس سے ہم اس کا پتہ لگا سکیں۔تم ایک کام کرو اس انگوٹھی کی صاف تصویر مجھے بھیجو اور میں جیویلیر سے پتہ کرتا اس کے بارے میں۔ہو سکتا کوئی سوراخ ہاتھ لگ جائے۔"

یاسر سر ہلاتے ہوئے کچن میں گھسا اور چائے کا چولھا بند کیا جو وہ رکھ کر تقریباً بھول ہی چکا تھا۔کنانکھیون سے دیکھا کے شہرام کسی گہری سوچ میں پھر سے کھو گیا۔وہ اندازہ کر سکتا تھا اس کے لیے یہ سب کرنا بے حد تکلیف دہ اور خطرناک ہے پر وہ اپنے سے جڑے لوگوں کو بچانے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا تھا اور وہ جا رہا تھا۔چائے ٹرے میں سجا کر شہرام کے

سامنے پیش کی اور اس کے برابر آن بیٹھا۔ شہرام سے مخاطب ہوئے بنا لیپ ٹاپ اٹھایا اور کام کرنے لگ گیا۔

"میں ذرا آتا ہوں۔" شہرام نے موبائل پر کسی کو کال ملاتے ہوئے اس کو اطلاع دی اور بالکونی کی طرف بڑھ گیا۔ چند منٹس بعد اس کی واپسی ہوئی تو دیکھا یاسر ابھی بھی لیپ ٹاپ میں مگن ہے۔ ٹیبل سے چائے اٹھاتے ہوئے واپس بیٹھا اور پیر لمبے کر کے ٹیبل پر رکھ دیئے۔

"میں نے تمہیں تصویر بھیج دی انگھوتی کی تم پتہ کروالو۔"

"اوکے۔" اس نے کوئی خاص جواب نہیں دیا۔ یاسر نے شہرام کی طرف دیکھا۔ چائے کا کپ اس کے ہاتھ میں تھا مگر وہ اسے بس گھور رہا تھا جیسے ماضی کی کوئی پرانی تصویر ذہن میں چل رہی ہو۔

"کیوں خود کو ان سب میں انوالو کر رہے ہو؟ کچھ لوگ ہیں جو اب تم سے جڑ چکے ہیں۔" یاسر نے آہستہ سے کہا۔ شہرام نے چائے کے کپ کے کنارے پر انگلی پھیری اور مدھم آواز میں بولا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"انہی کے لیے تو سب کر رہا ہوں۔۔ مگر وہ لوگ تو میرے ساتھ جڑ کر بھی مجھ سے دور ہیں۔"

"تم کوشش کیوں نہیں کرتے سب معاملات ٹھیک کرنے کی؟" یاسر نے گہری سانس لی اور اس کے برابر بیٹھے پتھر شخص نے سر اٹھایا۔ان سرمئی آنکھوں میں ایک گہرا درد تھا۔

"تمہیں لگتا ہے میں نے نہیں کی ہوگی؟"

"کی ہوگی۔مگر ویسی نہیں جیسے کرنی چاہیے تھی۔خود کو معاف کر دو شہرام خود کو ہر چیز کا قصوروار ٹھہرانا چھوڑ دو۔جو چند ماہ پہلے ہوا تھا۔۔وہ تمہاری غلطی نہیں تھی۔" یاسر نے بے بسی سے کندھے اچکائے۔اس کی آنکھوں میں کرچیاں بکھر گئی۔اور وہی کرچیاں جا کر دل میں زور سے چبھی۔شہرام نے چائے کا آخری گھونٹ بھر کر میز پر کپ رکھا اور کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"مجھے اب نکلنا چاہئے فبیحا گھر میں اکیلی ہوگی۔"

"تمھارے ساتھ ہوتے ہوئے وہ ابھی بھی خود کو اکیلا محسوس نہیں کرتی ہوگی؟" یہ سوال نہیں تھا۔ایک تلخ حقیقت تھی جو یاسر نے اپنے منہ سے ادا کی تھی۔پر حقیقت کون قبول کرنا چاہتا ہے؟

"میں جیویلیر سے پوچھ کر تم سے ملاقات کروں گا خیال رکھو۔" ٹیبل سے اپنی چابیاں اور موبائل اٹھاتا وہ باہر نکل گیا۔یاسر نے چائے کا گھونٹ لیا اور خالی دروازے کو دیکھنے لگا۔"یہ آدمی۔۔خود کو مٹی میں دفن کر چکا ہے۔"

قریب ہو کر بھی تم خواب کی مانند ہو۔

آنکھ کھلے تو ہاتھوں سے پھسل جاؤ۔

دسترس میں ہو تو اجنبی لگو۔

اور اپنے ہو تو کہیں کھو جاؤ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گھڑی کی سوئیاں دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہی تھیں مگر اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وقت نے اپنا سفر سست کر دیا ہو۔لنچ ختم ہونے کے بعد اس کی ماں نے بار بار کہا۔"بیٹا تم بھی

نالز کلب
Clubb of Quality Content

چلو کچھ خرید لو کب سے اپنی چیزیں نہیں لی تم نے۔" مگر وہ جانتا تھا یہ صرف ایک بہانہ تھا۔ ان کا اصل مقصد کچھ اور تھا۔ وہ ان کی نظروں میں چھپی چمک سے بخوبی واقف تھا۔ ایک اور "اچھی لڑکی" سے ملوایا جانا تھا اسے۔ ایک اور بے معنی مسکراہٹوں بھری ملاقات۔

"امی آپ جائیں میں بعد میں مل لو نگا۔" وہ قطعیت سے بولا اور ان کو شاپنگ سینٹر کے باہر اتار کر گاڑی آگے بڑھا دی۔ سڑک پر ٹریفک عام دنوں جیسا ہی تھا مگر اس کا دماغ منتشر تھا۔ وہ گھر جا کر تھوڑی دیر آرام کرنے کا ارادہ رکھتا تھا مگر اندر ہی اندر اسے معلوم تھا کہ سکون اب اس کی زندگی میں محض ایک خواب بن چکا ہے اور پھر خواب اکثر پورے کہاں ہوتے ہیں؟

پھر اچانک۔۔ ایک دھچکا۔۔ ٹائروں کی چرچراہٹ۔۔ لوگوں کی چیخ و پکار۔۔ شور بھاگم بھاگ۔۔ سب کچھ جیسے کسی مدھم گونج میں بدل گیا۔ وہ ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے سانس بے ترتیب ہو گیا۔ کانپتے ہاتھوں سے اس نے دروازہ کھولا اور گاڑی سے باہر نکلا مگر وہاں صرف ایک چیز کے سوا کچھ نہ تھا اور وہ چیز اس کا سب سے بڑا خوف تھا۔

سڑک پر خون پڑا تھا۔ گہرا، سرخ، چمکدار گرم تازہ بہتا ہوا مائع۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ خوف سے پیچھے ہٹنا چاہتا تھا مگر جیسے اس کے قدم وہیں جم چکے تھے۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی سر چکرانے لگا۔ اس نے بے اختیار اپنے ہاتھ دیکھے۔ خون اس کی انگلیوں کے پوروں سے بہتا ہوا ہتھیلیوں پر جم چکا تھا۔ وہ دیوانہ وار اِدھر اُدھر دیکھ دیکھ کر چیخ رہا تھا۔ لوگ آس پاس جمع ہو رہے تھے۔ ہجوم میں لوگوں کی آواز سنائی دی۔ "ایمبولینس بلاؤ!"

مگر وہ کچھ نہیں سن رہا تھا۔ بس خون تھا۔ ہر طرف خون تھا۔ ہجوم غائب ہوا اور اچانک سامنے سے ایک گاڑی کی ہیڈلائٹس اس کی آنکھوں میں چمکیں۔ روشنی اتنی تیز تھی کہ اس نے بے اختیار ہاتھ اپنی آنکھوں کے سامنے کر لئے۔ گاڑی کے اندر کوئی بیٹھا تھا۔

وہ شخص۔ جانا پہچانا تھا۔ سفید داڑھی چمک رہی تھی مگر اس میں موجود سیاہ بال بھی اپنی جھلک دکھا رہے تھے۔ اس شخص کا چہرہ دھندلا تھا۔ گاڑی تیز رفتار سے سیدھی اسی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ فضا میں ایک دل دہلانے والی چیخ سنائی دی پھر اندھیرا چھا گیا۔ وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔

سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ پیشانی پسینے سے بھیگی ہوئی تھی اور دل ایسے دھڑک رہا تھا جیسے سینے سے باہر آجائے گا۔ آنکھیں کھولیں تو اندھیرا تھا۔ کچھ دیر تو اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ

وہ کہاں ہے۔آفس کی بتیاں گل تھیں اور صرف ایک ٹیبل لیمپ جل رہا تھا۔پسینے میں بھیگا ہوا ہاتھ اٹھا کر دیکھا تو وہ صاف تھا۔کوئی سرخ مائع وہاں موجود نہ تھا مگر اس کو پھر بھی لگ رہا تھا سامنے سے ابھی کوئی آئے گا اور اس کو مار ڈالے گا۔لمبی لمبی سانس لے کر خود کو کمپوز کرنا چاہا مگر بے سدھ۔غصے اور فرسٹیشن میں آکر اس نے ٹیبل پر پڑا پانی کا آدھ خالی گلاس اٹھا کر زمین پر دے مارا۔کانچ کے ٹکڑے ہر طرف بکھر گئے جیسے اس کے اندر کی بے بسی اور غصے کے عکاس ہوں۔دروازے پر دستک ہوئی شاید کوئی ملازم دروازہ بجا رہا تھا۔وہ چند لمحے خاموش کھڑا رہا پھر پانی کے جگ میں ہاتھ ڈالا اور بھیگے ہوئے ہاتھوں سے اپنے چہرے پر چھینٹے مارے جیسے خود کو حقیقت کی دنیا میں واپس کھینچنا چاہتا ہو۔گہری سانس لے کر دروازہ کھولا۔سامنے کھڑا ملازم ہکا بکا سا اسے دیکھ رہا تھا۔

"اندر سے صاف کر دینا اور آفس لاک کر دینا۔" سخت آواز میں حکم صادر کیا اور بنا کسی نظر التفات کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"عجیب سائیکو آدمی لگتا یہ تو مجھے۔" ملازم اس کی شان میں تعریف کرتے ہوئے جھاڑو لینے چلا گیا۔

Clubb of Quality Content

کمرے میں داخل ہو کر اس نے ادھر اُدھر نظر دوڑائی۔ ہر چیز اپنی جگہ پر موجود تھی مگر اندر کا انتشار کسی طوفان سے کم نہ تھا۔ وہ بے سدھ ہو کر بستر پر گر گیا اور پیشانی مسلنے لگا۔

"یہ خواب۔۔یہ خواب میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتے؟"

ہر رات وہی خوف وہی خون وہی سایہ۔ زندگی میں سکون کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا تھا۔ یا شاید چھین لیا گیا تھا۔

اور پھر اسے کسی کا کہا یاد آیا۔

"انتقام کے راستے پر سکون کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ اگر سکون چاہتے ہو تو انتقام چھوڑ دو۔ اگر انتقام چاہتے ہو تو سکون کو دفنا دو۔"

اس وقت شدت سے اس کو کسی کی یہ کہی ہوئی بات یاد آئی۔ مگر اس شخص کو نہ ہی یاد کرتے ہوئے اپنا فون اٹھا لیا۔

"I've sent all the mails" خالد کو ٹیکسٹ بھیج کر نظر واٹس ایپ کی آرکائیو چیٹس پر پڑی۔ آرکائیو کھولا تو وہاں چار چیٹس تھیں۔

The three musketeers

کبھی رونق سے بھرا یہ گروپ اب ویران قبرستان لگ رہا تھا۔لوگ زندہ ہو کر بھی مر چکے تھے۔کم از کم ایک دوسرے کے لیے تو مر ہی چکے تھے۔

"زندہ لوگوں کو دفنانا مشکل ضرور ہوتا ہے مگر ناممکن تو نہیں۔" بوجھل دل کے ساتھ خود سے سرگوشی کر کے گروپ کلوز کیا اور باقی کی تین چیٹس دیکھے بنا واٹس ایپ بند کر دیا۔ ٹائم دیکھا تو ابھی آٹھ بجے تھے اور نو بجے تک اس نے فضل خان کے گھر ڈنر پر جانا تھا۔بیڈ سے اٹھ کر واک ان کلوزٹ کی طرف بڑھا۔الماری کھولی اور کپڑے نکالنے لگا۔ایش گرے رنگ کا پینٹ کوٹ اور ساتھ ہی سفید شرٹ۔کوٹ کو واپس ہینگر میں تنگائے الماری بند ہی کرنے لگا تھا کے کسی چیز پر اس کی نظر پڑی۔ہاتھ بڑھا کر واپس نکالا تو ہاتھ میں ایک ننھا سا باکس تھا جس میں کسی کی یاد جڑی تھی۔اس پر اپنی انگلیاں پھیرتے وقت ایک تبسم اس کے چہرے پر بکھرا۔باکس کھولا تو اس کے اندر ایک گٹار کی پک رکھی تھی جو اس کو بے حد عزیز تھی۔لرزتی ہوئی انگلیاں اس چھوٹی سی گٹار پک پر حرکت کرتی رہیں اور کہیں دور وہی پرانی زخموں سے بھری یادیں سر اٹھاتی رہیں۔مگر نا جانے کیوں اس نے اس واقع کے بعد سے اس

پک کو کبھی استعمال ہی نہیں کیا تھا۔اس واقع کے بعد سے تو کبھی اس نے اپنی نظروں کے سامنے رکھے گٹار کو بھی ہاتھ نہیں لگایا تھا۔

گزرے لمحات کو یاد کریں بھی کیوں کر؟

دکھ ملے ملال ملے تو ملے بھی کیوں کر؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یاسر کے گھر سے نکلنے کے بعد وہ گاڑی میں آبیٹھا تو لگا جیسے جسم میں سے ساری توانائی نچوڑ چکی ہے۔اسٹیر نگ پر کہنیاں ٹکائے وہ خاموش بیٹھا رہا۔ نظریں خلا میں کہیں گم تھیں۔وہ ایک ایسے بھٹکے ہوئے مسافر کی مانند تھا جسے راستہ معلوم ہونے کے باوجود بھی اس طرف قدم بڑھانے میں بے بسی محسوس ہوتی ہو۔

وہ جانتا تھا کہ اسے کہاں جانا چاہیے مگر وہ راستہ اب اس کے لیے بند ہو چکا تھا۔وہ چاہ کر بھی وہاں نہیں جا سکتا تھا جیسے کوئی دروازہ ہو جو ہمیشہ کے لیے مقفل کر دیا گیا ہو اور اس کے ہاتھ میں چابی ہونے کے باوجود بھی ہمت نہ ہو۔

Clubb of Quality Content

کچھ دیر یونہی بیٹھے رہنے کے بعد موبائل نکالا اور ایک نمبر ملایا۔ کال کی گھنٹی بجتی رہی۔ دل میں ایک عجیب سی بے چینی جاگ رہی تھی۔

"جی امی کیسی ہیں آپ؟ ٹرین چل گئی؟"

"الحمدللہ ٹرین اپنے وقت پر چل گئی تھی۔"

"حیرت ہے ویسے۔ پاکستان میں ٹرینیں وقت پر چلیں؟ یہ تو کسی معجزے سے کم نہیں۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا مگر اس کے اندر ایک بوجھل پن تھا۔

"اب تم بھی اپنی ٹرین کی رفتار تیز کر دو بیٹا۔ گھر جاؤ۔" امی نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ گفتگو کس سمت جا رہی ہے اور وہ اس بات کو زیادہ آگے نہیں بڑھانا چاہتا تھا۔

"اچھا امی میں فون رکھتا ہوں اپنا خیال رکھیے گا۔"

"زندگی سے اتنا دور نہیں بھاگا کرتے بیٹا۔ یہ نہ ہو زندگی تم سے منہ موڑ لے۔ خیال رکھو۔"

کال کٹ گئی اور اس کے دل پر جیسے کوئی چوٹ زور سے لگی۔ زندگی تو منہ موڑے ہوئے تھی اس سے۔ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے اسپیکر پر تلاوت چلا دی۔ یہ اس کا واحد فرار تھا۔ وہ چاہے جتنا بھی اچھا مسلمان نہ ہو مگر ہر چیز کوشش مانگتی ہے۔ جیسے ایک اچھا انسان بننے

Clubb of Quality Content

کے لیے محنت درکار ہوتی ہے ویسے ہی ایک اچھا مسلمان بننے کے لیے بھی کوشش اور نیت ضروری ہوتی ہے۔ مشکل وقت میں جو لوگ اللہ کے الفاظ سننے کے بجائے انسانوں کی باتیں سنتے ہیں وہ ہمیشہ اپنی مشکل میں ہی پھنسے رہتے ہیں۔ انسان حوصلہ توڑتا ہے مگر اس کا رب حوصلہ دیتا ہے۔

سڑک پر گاڑی دوڑ رہی تھی اور اندر قرآنی آیات کی خوبصورت تلاوت نے جیسے ہر چیز پر سکوت طاری کر دیا تھا۔ گھر کے آگے آکر گاڑی کا انجن بند ہوا اور تلاوت بند کی۔ باہر نکل کر دروازے میں چابی لگائی اور اندر داخل ہوا۔ گھر ایسا تھا گویا اس میں انسان بستے ہی نہیں۔ سب سے پہلے جا کر اس نے فبیحا کو ڈھونڈنا چاہا۔ اس کے کمرے کے باہر دروازہ بجانے لگا تو وہ پہلے سے ہی اندر سے کھلا ہوا تھا۔ اور وہ کسی سے بات کرتی ہوئی نظر آتی تھی۔

"پتہ نہیں سبی۔ کبھی کبھی ایسا لگتا ہے جیسے میں کسی قید میں ہوں۔ ایک ایسی غار میں جہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔" وہ آہستہ بول رہی تھی مگر اس کی آواز میں ایسا درد تھا کہ دل کو چیر کر رکھ دے۔ شہرام کے قدم وہیں رک گئے۔

"لیکن مجھے امید ہے کہ جب میرا رب اصحابِ کہف کو غار میں رکھ سکتا ہے تو مجھے کیوں نہیں؟ شاید میں اس غار میں رہ کر ہی محفوظ ہوں۔"اس کے شفاف چہرے پر الگ ہی سکون تھا اور یہ سکون اس کو اپنے خالق کی طرف سے ملا تھا۔

"تم جانتی ہو فبی تم بہت بہادر ہو۔ جس طرح تم نے ہر چیز کا سامنا کیا بہت کم لوگ سروائیو کر پاتے ہیں۔"

"میں نے سروائیو کیا کیونکہ میں ایک سروائیور ہوں۔ شاید لوگ یہ بات بھول چکے ہیں۔"

وہ مطمئن تھی یا نہیں اس کا علم کسی کو نہ تھا۔ مگر وہ ایک اچھی اداکارہ ضرور بن گئی تھی۔

"تم دیکھنا تمہیں اتنی خوشیاں ملیں گی کہ تم سب کچھ بھول جاؤ گی۔"ثبات کی دعا میں کچھ کچھ خلوص تھا۔

"انشاءاللہ۔"ایک پل کے لیے خاموشی چھا گئی جیسے کوئی کہانی بیچ میں ادھوری رہ گئی ہو۔

"ویسے شہرام ٹھیک ہے تمہارے ساتھ؟"ثبات نے ہمت جمع کر کے سوال کیا۔ یہ سن کر شہرام کا دل ایک لمحے کو ٹھہرا کہ ناجانے فبیہا کا آگے سے جواب کیا ہو گا۔

Clubb of Quality Content

"ہاں ٹھیک ہے۔" فیحا نے مختصر جواب دیا جیسے کوئی ایسا موضوع ہو جس پر وہ بات نہیں کرنا چاہتی۔

"فبی ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو۔"

"مجھے لگتا ہے۔۔ شاید اس واقعے میں شہرام کا بھی کوئی ہاتھ تھا۔" یہ جملہ کمرے کی فضا میں زہر کی طرح پھیل چکا تھا۔ فیحا کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا مگر اس نے فوراً خود کو سنبھالا۔

"نہیں۔۔ بالکل نہیں۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی مگر اس کی آواز میں کچھ ایسا تھا شہرام کے دل کو کھا گیا۔

"شہرام اس وقت مجھے صرف چھوڑ کر گیا تھا مگر میں یہ مان نہیں سکتی کہ اس کا کوئی عمل دخل ہو گا۔" نا جانے کیوں وہ شہرام کے حق میں صفائی دے رہی تھی۔

"چھوڑ کر تو ذکا بھی گیا تھا مگر اس پر تو تم اعتبار نہیں کرتی۔" کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ ثبات جانتی تھی اس نے فبیحا کی دکھتی رگ پر پیر رکھا ہے۔ اکثر اپنے دوست ہی کیوں ایسی اذیت دے جاتے جس تکلیف کی توقع ہم اپنے دشمن سے کرتے ہیں؟

"میں بعد میں بات کرتی ہوں تم سے۔" فبیحا نے روکھے لہجے میں کہا جیسے مزید کچھ سننے کی تاب نہ ہو۔

"فبی میرا مطلب وہ نہیں تھا۔" اس کی سہیلی کو اب اندازہ ہوا اس نے کیا کہہ دیا۔

"ارے خیر ہے بس پیپر کی تیاری کرنی ہے نہ۔ اپنا خیال رکھنا۔ اللہ حافظ۔" فوراً سے اس نے لیپ ٹاپ کی سکرین گرا کر آنکھیں بند کیں اور تیزی سے اپنی پیشانی مسلی۔

"یا اللہ جو غلط ہے اور جو صحیح ہے میرے سامنے لے آئیں۔ مجھے راستہ دکھا دیں۔" دل ہی دل میں دعا کرتے ہوئے وہ دروازے پر دی گئی دستک سے چونکی۔

"شہرام۔۔" وہ چونک کر کھڑی ہو گئی۔ دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

"کیا اس نے کچھ سن لیا؟" چہرہ ایک دم سفید پڑ گیا۔ لاکھ اختلافات سہی مگر شہرام کے لیے اس طرح کی باتیں سننا مناسب نہیں تھا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھی مگر ہاتھ بڑھانے سے

پہلے ہی دل کی دھڑکنیں بے قابو ہونے لگیں۔کمرے میں صرف مدھم روشنی تھی۔ہوا میں عجیب سا خوف اتر آیا اور جیسے دیواروں نے بھی ان کے درمیان کھڑی تلخ حقیقتوں کا وزن محسوس کرنا شروع کر دیا ہو۔شہرام دروازے کے پاس رکا پھر آہستہ آہستہ اس کے قریب آیا۔

"تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟"

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔"فیچا نے بنا اس کی طرف دیکھے کہا۔شہرام نے ایک گہری سانس لی اور آگے بڑھ کر عین اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔وہ قد میں اس سے اونچا تھا اور جب اس نے جھک کر اپنی سرمئی آنکھوں کو اس کی بھوری آنکھوں میں اتارا تو فیچا کے دل میں ایک عجیب سا اضطراب جاگا۔

سرمئی آنکھوں میں تھکن تھی درد تھا اور شاید کوئی ان کہی معذرت بھی۔

بھوری آنکھوں میں شکوہ تھا اکیلے رہ جانے کا ڈر اور کہیں دور امید کی کرن۔

"کیا تم واقعی میں ٹھیک ہو؟"

Clubb of Quality Content

"ہاں میں واقعی میں ٹھیک ہوں۔"اس نے"ٹھیک"پر زور دے کر کہا مگر اس کے لہجے کی سختی نظروں کی شدت کے سامنے کمزور پڑ گئی۔وہ فوراً چہرہ موڑ کر کھڑکی کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہ ایسے کیوں دیکھ رہا ہے؟ عجیب۔"وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی۔اس کی نظریں اتنی گہری تھیں کہ وہ خود کو ان کے سامنے بے بس محسوس کر رہی تھی اور یہ بے بسی اسے سخت ناگوار لگ رہی تھی۔

شہرام چند لمحے یونہی سوچ میں گم اسے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے پر جھولتی ہوئی ایک ضدی لٹ ہٹائی۔لمحہ ٹھہر گیا۔فیحا ساکت ہو گئی۔سانس لینا بھی مشکل محسوس ہونے لگا۔اس کا دل زور سے دھڑکنے لگا جیسے وہ بھی وقت کے ساتھ تھم گئی ہو۔

"میں جانتا ہوں تم مجھ سے نفرت کرتی ہو۔مجھ پر یقین نہیں کرتی۔وہ تو کوئی بھی نہیں کرتا۔۔لیکن آج تک مجھے خود سے اتنی نفرت محسوس نہیں ہوئی جتنی تمہاری آنکھوں میں خود کے لیے دیکھ کر ہوتی ہے فیحا۔"شہرام کی آواز نرمی اور بے بسی کا امتزاج تھی۔

بس ایک لمحہ۔

Clubb of Quality Content

صرف ایک لمحہ لگا اس کے دل کو پگھلنے میں۔ لیکن جیسے ہی ماضی کی تلخ یادیں ذہن میں گردش کرنے لگیں اس کے اندر کی برف پھر سے جم گئی۔ شہرام اس کے جواب کا منتظر تھا۔اس کی نظریں تھوڑی بہت امید سے بھری ہوئی تھیں۔

"تم مجھے دھوکہ دیتے تو شاید میں معاف کر دیتی۔" اس کا لہجہ کانچ کی طرح نازک مگر لفظوں کی چبھن خنجر جیسی تھی۔

"پر تم نے تو منافقت کی ہے شہرام۔ ہمیشہ میری حفاظت، میرا ساتھ دینے کا وعدہ کر کے عین وقت پر چھوڑ گئے؟"

"فبیحا تم حالات جانتی تھی۔" شہرام نے بے بسی سے کہا۔

"نہیں! میں حالات نہیں جانتی تھی۔ میں اس وقت صرف اس شہرام مرزا کو جانتی تھی جو میری حفاظت کے لیے پوری یونیورسٹی کے سامنے ایک لڑکے کا سر پھاڑ سکتا تھا۔ روڈ پر چلتے لوگوں کا منہ توڑ سکتا تھا۔۔ پر جب بات میری عزت پر آئی تو تم نے کیا کیا؟ مجھے پوچھے بنا چلے گئے؟" الفاظ تیر کی طرح نکل رہے تھے۔ جو آنسو وہ بمشکل اندر روک رہی تھی اب ضبط کے بندھن توڑ کر گرنے لگے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"فبی پلیز انف از انف۔" شہرام کی آواز بلند ہوئی مگر غصے سے نہیں۔ وہ تھک چکا تھا۔

"تھک گیا ہوں اپنے اوپر الزام سن سن کر۔ تم کہتی ہو میں چھوڑ کر گیا پر تم نے یہ نہیں سوچا کہ اس وقت صورتحال کیا تھی؟ لوگوں کی گندی ذہنیت اور زبان پر تمہارا اور میرا نام تھا۔ میں رک جاتا تو جو جھوٹ تھا وہ سچ ہو جاتا۔" وہ سانس لینے کو رکا۔

"اس وقت بھی میں تمہاری وجہ سے گیا تھا فبی۔ پر تم اپنی انا کے آگے کسی کی کہاں سنتی ہو؟ ایک دفعہ غلط فہمی دل میں آجائے تو تم اگلے بندے کو سات نسلوں تک معاف نہیں کرتی۔"

اس کے چہرے پر چھائی بے بسی کے باوجود فبیحا کا دل پگھلنے سے انکاری تھا۔ وہ زخم جو ماضی نے دیے تھے وہ اس کی انا سے زیادہ گہرے تھے۔ شہرام نے ایک آخری نظر اس پر ڈالی پھر سر جھٹک کر مڑ گیا۔

"اب میں اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہوں گا۔ تم نے جو سمجھنا ہے سمجھو۔" یہ کہہ کر وہ رکنے کے بجائے لمبے لمبے قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔ جاتے وقت اپنی اسٹڈی کا دروازہ ٹھا کی آواز کے ساتھ بند کیا۔ فبیحا کا ٹرانس ٹوٹا۔ مگر ٹوٹ تو شاید وہ خود بھی گئی تھی۔ ہر دن وہ خود کو جوڑتی تھی اور ہر دن کا اختتام کوئی ہتھوڑا مار کر اس کا وجود چھلنی کر دیتا تھا۔

شہرام اسٹڈی میں جا کر دیوار سے لگ کر بیٹھ گیا۔اس کا دل بوجھل تھا دماغ منتشر۔

"مجھے اس سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔" وہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کرنے لگا مگر اندر کی الجھنیں جیسے سانس لینے بھی نہیں دے رہی تھیں۔

"یارب مجھے صبر دے۔۔میں تھک رہا ہوں۔" اور دوسری طرف فیحا بیڈ پر بیٹھی مسلسل رو رہی تھی۔آنسو اس کے گالوں پر لرز رہے تھے۔اس کے دل میں جیسے طوفان مچ چکا تھا۔

"یارب مجھے صبر دے۔۔میں تھک رہی ہوں۔"

اگر تم ان دو بکھرے وجودوں کو چھوڑ کر پورے چاند کی روشنی تلے سفر کرتے ہوئے اسلام آباد کی سنسان گلیوں سے گزرو تو ایک عالیشان گھر کے سامنے جا پہنچو گے۔ایک ایسا گھر جہاں روشنیوں کی چکا چوند کے باوجود ایک گہری گھٹن تھی۔جہاں دیواروں پر سجے قیمتی فن پارے صرف دکھاوے کے لیے تھے اور جہاں لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹوں کے نقاب تو تھے مگر ان کے پیچھے چھپی منافقت کی بدبو بھی محسوس کی جا سکتی تھی۔یہ وہی گھر تھا جس کا سفر تم

پہلے بھی کر چکے ہو۔اور ہر بار یہاں آکر ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے دولت طاقت اور رتبے کے بیچ کہیں انسانیت دفن ہو چکی ہو۔

"تو بلا آخر مسٹر ذکا نے اپنی مصروفیت سے وقت نکال کر ہمیں اپنے ساتھ کا شرف بخش ہی دیا۔" سوفے پر براجمان شخص آسمانی رنگ کی شلوار قمیض پہنے ہاتھ میں تسبیح گھما رہا تھا۔اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا طنز تھا جو ہمیشہ کی طرح شائستگی کے پردے میں لپٹا ہوا تھا۔

"ارے فضل صاحب اب آپ شرمندہ کر رہے ہیں مجھے۔" ذکا نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے گال کے گڑھے چند لمحوں کے لیے نمایاں ہو گئے۔

"ذکا داؤد اور شرمندہ ہو جائے؟ یہ تو قیامت کی نشانی ہے۔" فضل خان نے ہنستے ہوئے کہوے کا کپ اٹھایا اور لبوں سے لگا لیا۔

"میں اسے تعریف سمجھوں گا۔" اس نے بے پروائی سے کندھے جھٹک کر کہا۔

"اور سناؤ اسٹیٹ کے کیا حال ہیں؟ مجھ بوڑھی جان نے تو بس وہاں پیسہ لگا کر ہر چیز تمہارے حوالے سونپ دی ہے۔"

Clubb of Quality Content

"اور زندگی میں اگر آپ نے کوئی سب سے اچھا فیصلہ کیا ہو گا تو وہ یہی تھا کہ کمپنی مجھے سونپی۔" ذکا کے الفاظ میں غرور تھا اور آنکھوں میں ناقابلِ شکست اعتماد۔

"ابراہیم داؤد کا بیٹا تھا ایسے کیسے میں کسی اور پر بھروسہ کر لیتا؟" فضل خان نے فخر سے کہا مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ ابراہیم داؤد کے بیٹے کے زخم چھیڑ چکا ہے جو ذکا نے برسوں سے سینے میں دفن کر رکھے تھے۔

"ابراہیم داؤد۔" اپنے باپ کا نام سن کر بہت سے پرانے لمحے ایک ساتھ آکر گزر گئے۔ زندگی سامنے کسی فلم کی طرح چلنے لگی جسکی شروعات خوشحال تھی مگر اختتام؟ ذکا داؤد صرف چھ سال کا تھا جب اس کا باپ دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔ وہ اپنے والد کے ساتھ گزرے لمحات یاد نہیں کر سکتا تھا مگر تصویروں میں وہ ان کے پہلو میں کھڑا خود کو محسوس کرتا تھا۔ باپ کا سایہ سر سے چھن گیا تھا مگر اس نے کبھی کسی کے سامنے ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ اندر سے کتنا کھوکھلا ہو چکا ہے۔ دوسروں کے باپ کو دیکھ کر اس کے اندر کا بچہ آج بھی مچلا کرتا تھا۔ ایک گیلی سانس اندر کھینچ کر اس نے سر ہلا دیا اور ماحول کی بوجھلتا کم کرنے کے لیے بزنس کی بات چھیڑ دی۔

"آج ہمارے ہاتھ ایک بہت بڑی پارٹی آئی ہے۔ اگر انہوں نے وہ پروجیکٹ لے لیا تو اس سال ZID realty ہر ایجنسی سے اوپر ہوگی۔" ذکا کی آواز میں پختہ اعتماد تھا۔

"تمہارے ہوتے ہوئے مجھے یقین ہے کہ وہ پروجیکٹ لینے سے انکار نہیں کریں گے۔" فضل خان نے مسکرا کر کہا۔

"امید تو یہی ہے۔"

"ویسے شہرام سے ملاقات ہوئی تمہاری؟" سامنے بیٹھے بوڑھے نے وہی ذکر چھیڑا جس سے ذکا ٹریگر ہوتا تھا۔ ذکا کے چہرے پر پل بھر کے لیے ناگواری اتری۔ اس نے غصے سے آنکھیں بند کر لیں۔ پہلے صبح ماں فیبحا کا ذکر لے کر بیٹھ گئی اور اب یہ شہرام کا۔ سب نے جیسے قسم کھا رکھی تھی اس کو ٹریگر کرنے کی۔ چہرے پر زبردستی کی لاتعلقی لایا لیکن اندر ہی اندر وہ الجھ چکا تھا۔

"میرا شہرام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" لاپرواہی سے کہتے ہوئے بات ہوا میں اڑائی۔

"تعلق تو ہے تم دونوں کا وہ بھی بہت گہرا۔" فضل خان کے لہجے میں کچھ ایسا تھا جو ذکا کو کھٹک گیا۔

"کیا مطلب؟" وہ ذرا آگے ہو کر بیٹھا اور سوالیہ نظروں سے فضل خان کو گھورنے لگا۔ فضل خان کچھ کہنے لگا مگر پھر رک گیا جیسے یہ بات کرنے کا یہ صحیح وقت نہ ہو۔

"کچھ نہیں ویسے ہی کہہ رہا تھا۔"

"فضل صاحب آپ ایسے ہی کچھ نہیں کہتے۔" فضل خان نے ایک پل کو اسے دیکھا پھر گہری سانس لے کر گویا ہوا۔

" صحیح وقت سے پہلے اور صحیح وقت کے بعد کچھ جاننا بہتر نہیں ہوتا بچے۔"

ذکا کے ہونٹوں پر ایک سرد مسکراہٹ آگئی۔ "میں نے صحیح اور غلط وقت کا اندازہ لگانا چھوڑ دیا ہے فضل خان۔" اس نے لاپرواہی سے کہوے کا گھونٹ بھرتے ہوئے تبصرہ کیا۔

"لیکن وقت نے تمہیں پکڑ لیا؟ ہے نا؟" فضل خان نے گہری نظروں سے اس کے چہرے کا جائزہ لیا۔ وہ وہاں اتری ہلکی سی بے چینی دیکھ سکتا تھا۔ مگر ذکا چہرہ چھپانے میں ماہر تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کب کہاں اور کیسے کون سا چہرہ سامنے لانا ہے۔

"فضل صاحب جس دن وقت نے واقعی مجھے پکڑا اس دن میں سب گنتی بھول جاؤں گا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے پھر سے ایک گھونٹ بھرا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ذکا کہانی کا ایسا کردار تھا جو جانتا تھا کہ کب کیا کرنا ہوتا ہے۔لوگوں کو اپنی باتوں سے قائل کرنا ان کے ذہنوں کو اپنے الفاظ کے جال میں لپیٹنا۔۔یہ ذکا ابراہیم داؤد کی خوبیاں تھیں۔

فضل خان نے مسکراتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے دانے چلانے شروع کیے جیسے کسی اندرونی مزاح پر ہنس رہا ہو۔

"ویسے اصولاً تو قہوہ کھانے کے بعد پینا چاہیے مگر چلو۔وہ فضل خان ہی کیا جس کے اصول انوکھے نہ ہوں؟"

"بس کیا کریں آج کل تو ٹرینڈ ہی الٹ گئے ہیں۔پہلے زمانہ اچھا تھا لوگوں کے دلوں میں خوفِ خدا تھا نمازی پرہیزی لوگ ہوا کرتے تھے۔آج کل تو اللہ معاف کرے بس زمانہ ہی بگڑ گیا۔جھوٹوں سے اللہ ہم سب کو محفوظ رکھے۔سب قیامت کی نشانیاں ہیں۔" بہت پاک صاف بن کر اس نے تسبیح کے مزید دانے گھمانا شروع کر دیے۔

"اللھم آمین۔" ذکا نے آمین پر زور دیتے ہوئے خالی کپ سامنے رکھ دیا پھر فضل خان کی طرف دیکھا۔

"چلیں فضل خان مجھے اجازت دیں میں جانا چاہوں گا۔"

Clubb of Quality Content

"ارے ابھی تو کھانا لگ گیا۔ کھا کر جاؤ تمہاری پسندیدہ چیز کریلے قیمہ بنوایا ہے میں نے آج۔"ذکا کے قدم جیسے وہیں رک گئے۔"کریلے قیمہ"کا نام سن کر اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آپ نے بھی کھیل کھیلا ہے نا؟"مسکراتے ہوئے کہہ کر وہ فضل خان کے ساتھ ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا کہتے ہیں وہ؟learning from the best۔"فضل کا قہقہہ ہوا میں گونجا اور وقت گزرنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کا پہر تھا۔ایسے میں سب اپنے بستروں میں غرق تھے نیند کے یا خیالات کے۔نوجوان نسل اپنے اسمارٹ فونز میں مگن کہیں کوئی ڈی ایمز میں محبت کے گیت گا رہا تھا تو کوئی حیا بھلا کر دیوانگی کی حدوں کو چھو رہا تھا۔ کہیں کوئی ماں اپنے بچے کے لیے جاگ رہی تھی تو کہیں کوئی باپ بچوں کے لیے دن بھر کی محنت کے بعد تھکا ہارا بستر پر پڑا تھا۔اوپری منزل پر کمروں کے

دروازے بند تھے جیسے وہاں رہنے والوں کے دل کے دروازے بھی بند تھے۔خاموشی جس میں صرف رات کی گہری سانسیں سنائی دیتیں۔

جائے نماز پر بیٹھی وہ وہ خلا میں گھور رہی تھی جیسے کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائیں ہو۔ تسبیح کے دانے آہستہ آہستہ اس کی انگلیوں میں گردش کر رہے تھے۔ تہجد ختم کیے وقت گزر چکا تھا مگر وہ ابھی تک وہیں بیٹھی تھی۔لوگ سمجھتے تھے کہ وہ سب بھول چکی آگے بڑھ چکی مگر حقیقت سے تو کوئی آگاہ نہ تھا۔وہ تکلیف تو ہر روز نئے سرے سے اس پر اترتی تھی۔ایک ایسا درد جس کا ذکر وہ صرف اپنے رب سے کرتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کے علاوہ کوئی اس کی نہیں سنے گا۔

اگر کوئی سن بھی لے تو مذاق بنادے گا۔ تسلی دینے کے بجائے طنز کے تیر چلائے گا۔اسی لیے اس نے لوگوں سے کہنا سننا چھوڑ دیا تھا۔لوگوں سے امید نہ رکھا کریں لوگ امیدوں کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی توڑ جاتے ہیں۔

دعا مانگ کر وہ اٹھی اور پانی پینے کے غرض سے اپنے ڈریسنگ تک آئی جگ اٹھا کر دیکھا تو وہ خالی پڑا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا مصیبت ہے اب یہ پانی بھی لینیے نیچی جاؤ۔" برے موڈ کے ساتھ وہ کمرے سے نکلی اور نیچے ہی اترنے لگی تھی کے اس کو اسٹڈی میں سے آوازیں آئی۔ شہرام اس وقت کس سے بات کر رہا ہے؟ مگر بہت جلد اس کی طرف سے توجہ ہٹا کر پانی لینے جانے لگی تو اپنا نام سننے پر قدم روک لیے۔ تجسس نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ نیچے جانے کا ارادہ ترک کر کے وہ اسٹڈی کے دروازے کے ساتھ کان لگا کر سننے لگی۔ اندر سے شہرام کے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں شاید وہ کسی کے ساتھ فون پر گفتگو میں مصروف تھا۔

"ہاں یاسر ابھی مجھے وقت نہیں ملا کل جیویلیرز کے پاس جاؤنگا اس انگھوتی کا پوچھنے۔" جیویلیر اور انگوٹھی کا نام سن کر اس کے کان مزید کھڑے ہوئے۔ شہرام صاحب کا جیویلیر سے کیا کام؟ دل میں ہلکی سی امید جاگی کے شاید فبیحا کو منانے کے لیے اس کو گفٹ دینا چاہ رہا ہو۔ میں کیوں خوش ہو رہی ہوں مجھے کیا فرق پڑھتا ہے۔ ابھی وہ اپنے ڈیلیوشنز میں گم تھی کے شہرام کہیں جانے کی بات کرنے لگا۔

"ہاں شاید ایک دو دن میں جاؤنگا میں راولپنڈی تم جب تک وہاں اپنے بندے بھیج دینا میں ایڈریس فارورڈ کر دونگا۔"

راولپنڈی اور شہرام کا کیا کام؟ بغیر بتائے جا رہا ہے؟ میں یہاں اکیلی کیسے رہوں گی؟ سوالات کی ایک قطار ذہن میں چلنے لگی مگر اسی وقت اچانک دروازہ کھلا۔ شہرام دروازے میں کھڑا تھا۔ ہلکا سا کھنکارا تو وہ چونک گئی۔ اپنی چوری پکڑے جانے پر اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو چکا تھا جبکہ شہرام کے اطمینان میں ردی برابر بھی فرق نہ آیا تھا۔

"وہ میں۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کوئی صفائی دینا چاہتی تھی مگر شہرام نے سینے پر ہاتھ باندھ کر سر کو ہلکا سا خم دیا جیسے کہہ رہا ہو۔ "ہاں میں سن رہا ہوں بولو۔"

اس کے اس طرح کے ردِ عمل پر وہ اور زیادہ کنفیوز ہو گئی اور جب کچھ سمجھ نہ آیا تو اس پر ہی غصہ اتارنے لگی۔

"میں یہاں آئی تھی کے آنی کا پوچھ لوں وہ خیریت سے ہیں۔ میری ان سے بات نہیں ہوئی اور تم نے بھی ان کی خیریت بتانا گوارہ نہیں سمجھی۔" شہرام بامشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کیے کھڑا تھا جواب کچھ نہ دیا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ابھی چند پل پہلے ان کی کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"مجھے تو اس گھر کا فرد ہی نہیں سمجھتے ایسے ہی غیر رکھنا تھا تو شادی کیوں کی مجھ سے؟" اور تو اس کو کچھ سمجھ نہ آیا کے کیا کہے تو جو منہ میں آیا بول دیا۔ یہ بات وہ کہہ تو گئی مگر خود سن کر حیران بھی ہوئی۔ شہرام نے گہری نظروں سے اسے دیکھا اور نرم لہجے میں پوچھا۔

"تمہیں غصہ کس چیز پر ہے؟ امی کی خیریت نہ بتانے کا یا شادی کرنے کا؟" نرم لہجے میں پوچھا گیا۔ ایک تو وہ جب یوں پوچھتا تھا تو وہ پگھلا ہوا ڈھیر بننے پر مجبور ہو جاتی تھی۔ "ابھی رات میں ہی تو اس سے چک چک ہوئی تھی اور اب تم نے نہیں پگھلنا اس کی نظروں سے۔" دل ہی دل میں خود کو ڈپٹا۔

"تمہاری ایکزیزٹینس (existence) کا ہونہہ۔" غصے سے بولی اور پلٹنے لگی تھی کہ شہرام کی آواز نے قدم جکڑ لیے۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"تمہاری قبر کھودنے۔ چلو گے ساتھ؟" تپی کھڑی وہ نا جانے کیوں شہرام کے دل کو بھلی لگ رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بیوہ ہونے کا زیادہ شوق ہے؟" تھوڑا آگے جھک کر اس کے کان کے پاس سرگوشی کی۔اس کے اتنا قریب ہونے پر وہ بوکھلا گئی اور جواب دیئے بنا مڑ گئی۔

"قبر میں لٹانے سے پہلے کھانا ہی دے دو۔وہاں بھوک لگی تو؟"اس کی آواز میں ایک عجیب سا چلبلا پن تھا۔پہلے تو وہ کچھ سخت کہنے لگی مگر پھر سر جھٹک کر اس کی عزت افزائی اگلی بار کے لیے چھوڑ دی۔

"کچن میں گرم کر کے رکھ رہی لے جانا۔"اور وہ شہرام کی نظروں سے غائب ہو گئی۔

مگر شہرام؟وہ اب بھی مسکرا رہا تھا۔عجیب پاگل آدمی تھا اپنی عزت افزائی کا لطف لے رہا تھا۔ لیکن اگر سامنے اس لڑکی کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اب تک شہرام اس کی قبر کھود چکا ہوتا اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح سویرے سورج کی کرنیں اور ٹھنڈی اسلام آباد کی ہوائیں دل کو سکون بخش رہی تھی لیکن اگر تم پاکستان کے دوسرے شہر میں سفر کرو گے تو وہاں کا ماحول خاصا مختلف تھا۔اسلام آباد جتنا پر سکون شہر ہے اس کے بر عکس کراچی میں اتنی ہی ہلچل ہے۔داسٹی آف لائٹس

Clubb of Quality Content

(the city of lights) اس کو کہا جاتا تھا اور وہاں کے رنگ دیکھ کر لوگ کچھ غلط نہ کہتے تھے۔ وہ الگ بات ہے اپنی جیبیں محفوظ رکھنی پڑھتی وہاں۔ اس شہر کے ریلوے اسٹیشن کی طرف نظر دوڑاو تو ایک پرانی اور شاندار عمارت نظروں کے سامنے آئے گی جو شہر کے دل میں واقعہ ہے۔ اس کی دیواریں مٹی کے رنگ میں ڈھلی تھی جن پر وقت کے نشان نمایاں تھے۔ بڑا سا لوہے کا گیٹ اندر داخل ہونے والوں کے استقبال کا منتظر تھا اور پلیٹ فارم پر ہمیشہ لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ کوئی اپنوں سے ملنے آیا ہوتا ہے تو کوئی رخصت ہونے کے انتظار میں ہوتا ہے۔

پلیٹ فارم پر قطر بندی سے کھڑی ریل گاڑیوں کا دھواں ہوا میں گھلتا ماحول کو آلودہ کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا اور کچھ حد تک کامیاب بھی ہو رہا تھا۔ ٹرینوں کے لیے بھاگتے مسافر ایک عجیب سی گرمی پیدا کر رہے تھے۔ چائے اور سموسے بیچنے والے اپنی آواز بلند کر کے گاہک کو اپنی جانب متوجہ کر رہے تھے جبکہ کولی اپنی سرخ قمیضوں میں بھاری بستا اٹھائے دکھائی دیتے۔ عجیب سی رونق ہے یہاں۔ ایک قسم کی بے، چینی ایک اجنبی سی چاندنی جو اسٹیشن کی پرانی بتیوں کو روشن کر رہی تھی۔ یہاں زندگی رواں دواں تھی مگر الماس کے لیے

یہ ایک اجنبی جگہ تھی۔اس کے جسم پر ہلکی تھکن اور آنکھوں میں نیند کی سرخی واضح تھی مگر اس کا مزاج ویسے ہی برہم تھا جیسے ہر اس لمحے میں جب کوئی چیز اس کی توقع کے خلاف ہو۔ ثمینہ نے اپنی چادر کو مزید اچھی طرح سے لپیٹا اور بے چینی سے ارد گرد نظریں دوڑائیں جیسے کسی مانوس چہرے کو ڈھونڈ رہی ہوں۔

"امی یہ کیسی مہمان نوازی ہے؟ بندہ وقت پر آجاتا ہے۔ گرمی میں کھڑے کھڑے مرنے والی ہو گئی میں۔" الماس نے اپنا موڈ ظاہر کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہ کی۔ ثمینہ نے ایک ہلکی سانس بھری اس کے چہرے پر ایک ایسی تھکن تھی جو جسمانی سے زیادہ روحانی تھی۔اس نے آہستہ سے جواب دیا۔

"پہلی بار کراچی آئی ہو اس لیے ایسا کہہ رہی ہو۔ یہاں کے ٹریفک کو دیکھو گی تو کانوں کو ہاتھ لگاؤ گی۔"

"ابھی تو دل کر رہا ہے اس عزیر بھائی کو دو ہاتھ لگا دوں۔" الماس نے ناک چڑھائی۔

"الماس! بد تمیز نہ بنو۔ وہ تمہارے بڑے ہیں وہاں جا کر اپنی زبان قابو میں رکھنا۔ شکایت کا موقع نہ دینا مجھے۔" ثمینہ کی آواز میں وہی ماں والی سختی تھی جو بیٹی کے بے لگام رویے کو قابو

میں رکھنے کے لیے ضروری تھی۔ تبھی سامنے سے ایک اونچے قد کا مرد چلتا ہوا دکھائی دیا۔ نیلی جینز اور زیتون رنگ کی ٹی شرٹ میں ملبوس سر پر دھوپ کا چشمہ لگائے وہ جیسے کسی کی تلاش میں تھا۔اس کے چلنے کا انداز اس کے قدموں کی مضبوطی اور چہرے پر پھیلی لاپرواہ مسکراہٹ اسے اور زیادہ پراسرار بنا رہی تھی۔ سامنے دیکھنے کے بعد جیسے اس کی تلاش ختم ہوگئی۔ وہ سیدھا انکے پاس چلتا ہوا آیا اور سلام کیا۔

"یہ بندہ تھوڑا زیادہ خوداعتمادی لے کر پیدا ہوا تھا کیا؟" الماس نے ناپسندیدگی سے اسے دیکھا اور سرگوشی کی۔ وہ ان کے پاس آکر رکا۔ چشمہ اتارا اور ایک مطمئن سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"اسلام علیکم چچی میں عزیر۔ یاد ہے آپ کو؟" ثمینہ کا چہرہ ایک پل کے لیے نرم پڑا جیسے برسوں پہلے کے کوئی یادیں پلٹ کر آئیں ہوں۔اس نے شفقت سے عزیر کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"جسے اپنے ہاتھوں سے کھلایا ہو اسے کیسے بھول سکتی ہوں میں؟"

"معذرت اچھی دیر ہو گئی۔ آپ تو جانتی ہیں نا کراچی کا ٹریفک۔" عزیر نے اپنی مخصوص بے فکری سے کندھے اچکائے۔

"ارے کوئی بات نہیں بیٹا۔" ثمینہ نے مسکراتے ہوئے کہا مگر الماس اپنی نظر انداز ہونے پر برہم تھی۔

"امی اب ساری باتیں یہیں کرنی ہیں یا گھر بھی چلنا ہے؟" وہ منہ بنا کر بولی۔ سنگلاسس اتار کر ہاتھ میں پکڑتے ہوئے اس نے تفصیل سے سامنے کھڑی چادر میں لپٹی لڑکی کا جائزہ لیا۔ چھوٹے بال جن کی کچھ لٹیں چادر سے نکل کر آرہی تھیں۔ نیند میں ڈوبی سنہری آنکھیں جو بڑے غصے سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ اس مرد کو پہلی ہی نظر میں کسی بگڑی ہوئی شہزادی جیسی لگی۔

"آپکی تعریف؟" عزیر نے ذرا لاپرواہ لہجے میں پوچھا اور الماس کے تو سروں پر لگی تلووں پر بجھی۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتی اس کی ماں بول پڑی۔

"یہ الماس ہے میری بیٹی۔"

"اوہ مس الماس ممی نے بتایا تھا آپ کے بارے میں مجھے لگا تھا کافی بڑی ہو نگی آپ۔۔پر آپ تو چھوٹی ہیں۔"

"چھوٹی کس کو کہا؟" بس آستین چڑھانے کی دیر تھی اس کی ماں نے کہنی مار کر اس کو چپ کروایا۔

"اچھا خیر چھوڑیں اس کو۔آئیں گھر چلتے ہیں آپ لوگ بھی تھک گئے ہوں گے۔" ثمینہ نے سر ہلا دیا اور سامان اٹھانے لگیں۔

"چچی آپ چلیں میں سامان لے کر آرہا ہوں۔" آگے بڑھ کر اس نے چچی کے ہاتھ سے سامان لیا اور آگے جانے کا اشارہ کیا۔مگر جیسے ہی اس نے الماس کے بیگ کی طرف ہاتھ بڑھایا اس نے فوراً اپنی طرف کھینچ لیا۔

"میں اپنا بوجھ خود اٹھا سکتی ہوں۔" ناک منہ چڑھا کر اس نے عزیر کا ہاتھ اپنی زبان سے جھٹکا۔

"اوہ آل رائٹ۔تو اٹھائیں پھر۔" عزیر نے مزاحیہ انداز میں ہاتھ اوپر کر دیے۔الماس اکڑ کر بیگ اٹھانے لگی مگر وہ اتنا بھاری تھا کہ بمشکل کھینچ سکی۔"اللہ اللہ کیوں میں نے اتنا بھر دیا اس کو۔یا اللہ اب اس ڈیڈر جیسی شکل کے بندے کے سامنے میری عزت رکھ لیں۔"

دل ہی دل میں خود کو کوستی ہوئے سہی کا پچھتاوا ہو رہا تھا اس کو اب۔ عزیر نے ہاتھ بڑھایا۔

"مے آئی؟"

"نو تھینکس!" اور وہ نزاکت سے بیگ گھسیٹنے لگی مگر عزیر کی آنکھوں میں ایک چمک ابھری۔

"ہمم انٹرسٹنگ۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ پارکنگ ایریہ میں پہنچ کر اس نے اپنی گاڑی کی ڈگی کھولی اور سامان بھرنے لگا۔ ثمینہ چچی آگے گاڑی میں بیٹھ چکی تھی اور الماس اپنا سامان رکھنے کے لیے انتظار میں کھڑی تھی۔

"اب یہاں بھی آپ اپنا بوجھ خود ٹرانسفر کر سکتی یا میں مدد کروں؟" اسٹیشن سے پارکنگ ایریہ تک سامان گھسیٹ کر الماس کے نازک ہاتھوں کو لگ پتہ گیا تھا اسلئے بنا چیں چاں کے اپنا سامان اس کے آگے کر دیا اور گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"امی یہ عزیر بھائی تھوڑا اسٹیا یا ہوا نہیں لگتا؟"

"میں نے کتنی بار کہا ہے الما تمیز سے رہو وہ ہمارا اپنا گھر نہیں ہے۔ اور ایک بات اور وہاں اپنے کزنز سے دور رہنا ہر کوئی بھروسے کا قابل نہیں وہاں۔"

"اتنا ہی عجیب خاندان ہے تو ساتھ کیوں لائی مجھے اپنے ؟" ابھی اس کی ماں پھر سے اس کی عزت افزائی کرنے لگی تھی کے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر عزیر اندر بیٹھتا ہوا دکھائی دیا۔

"چلیں چچی ؟" سیٹ بیلٹ پہنتے ہوئے سرسری سا پیچھے سیٹ پر دیکھا۔

"ہاں بیٹا۔" بیک ویو مرر سیٹ کر کے اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی اور کراچی کی مصروف شہرہ پر دوڑانے لگا۔

"کتنا عرصہ ہو گیا چچی آپ کو اس شہر میں آئے ہوئے؟ آپ کے ہاتھ کے پراٹھے میں اب تک نہیں بھولا۔"

"وقت بھی تو پہلے جیسے نہیں رہا نہ بیٹا۔" مسکرا کر بوجھل دل کے ساتھ کہتے ہوئے اپنی نظریں باہر اس شہر کی طرف پھیری جس شہر کے لوگوں نے کبھی کسی وقت میں ان سے نظریں پھیر لی تھیں۔

"اب آپ جتنے دن تک رہیں گی آپکے ہاتھ کے پراٹھے کھاؤں گا میں۔"

"کیوں نہیں میں خود بناؤں گی تمھارے لیے۔۔"

"اتنی پیار سے مجھے تو کبھی نہیں بولا ہو نہہ۔" الماس جو سنیپس بنانے میں مصروف تھی اپنی ماں کا جواب سن کر بڑبڑائی۔اپنی طرف سے اس کو لگا تھا اس نے بے حد آہستہ بولا مگر الماس کے گلے میں اسپیکر فٹ تھے جو اکثر مسجدوں میں لگے ہوتے۔اس کی بڑبڑاہٹ آگے بیٹھے اس خوش شکل مرد کو باخوبی سنائی دے گئی تھی۔

"چچی لگتا ہے آپ نے سارے پراٹھے مجھے ہی بنا کر کھلا دیئے اور لوگوں کے لیے کچھ بچا ہی نہیں۔" بڑے عام سے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے الماس کو تو اپنا جانی دشمن بنالیا تھا۔الماس کے کان تک سرخ ہو گئے مگر امی کی وجہ سے لحاظ کر گئی ورنہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا گاڑی کا دروازہ کھول کر اس کو باہر دھکا دے دے۔

"کچھ کہہ رہے تھے تم بیٹا؟" وہ مسلسل پرانے لمحات میں گم تھی اسلئے برابر بیٹھے شخص کی بات کی طرف توجہ نہیں دی۔

"میں پوچھ رہا تھا شہرام کیسا ہے؟ وہ نہیں آیا؟" بڑی مہارت سے بات پلٹ چکا تھا۔

"نہیں بیٹا اس کو آفس سے چھٹیاں نہیں ملی ورنہ وہ تو آنا چاہتا تھا۔"

"ایک تو یہ دیسی اماں کو بہت شوق ہوتا سب کے سامنے اچھا بننے کا۔ شہرام کو چھٹیاں نہیں ملی۔" اس بار الماس نے دل میں یہ بات کی کے کہیں پھر سے وہ ڈیڈر جیسی شکل والا اس کو ٹارگٹ نہ کر دے۔

"چلیں خیر ہے اب تو آنا جانا لگا ہی رہے گا۔" یہ بات اس نے بیک ویو مرر سے پیچھے بیٹھی بگڑی شہزادی کو دیکھتے ہوئے کہی۔

"ہاں بیٹا ضرور آؤ تم اسلام آباد۔"

"اب تو آنا پڑے گا آپ اتنی پیار سے جو بلا رہی۔" اس کے لہجے پر فلحال دونوں ماں بیٹیوں نے غور نہیں کیا تھا۔ الماس نے کیا ہوتا تو پکا گاڑی کا دروازہ کھول کر اس کو باہر پھینک دیتی۔

"ویسے شہرام کی شادی ہو گئی نا؟ بہت بہت مبارک ہو آپ لوگوں کو۔ کس سے ہوئی ویسے ؟"

"خیر مبارک۔ فبیحا سے ہوئی ہے۔"

"اوہ فبیحا آپکی بھانجی جو تھی؟ جسکے ساتھ۔۔" ابھی وہ اپنی بات مکمل کرتا کے ثمینہ نے ترنت جواب دیا۔

"ہاں میری بھانجی فبیحا آلم۔" انکے لہجے میں کچھ تھا کہ عزیر کی آگے بولنے کی ہمت نہ ہوئی ۔باقی کا سفر عجیب سی خاموشی میں کٹا۔پانچ منٹ کی اور ڈرائیو کے بعد بالآخران کی منزل آ ہی گئی۔گاڑی ایک بنگلے کے آگے آکر رکی۔گلشن اقبال میں مقیم ایک عالیشان بنگلہ جو باہر سے ہی خوبصورتی اور غرور کے ساتھ کھڑا تھا۔جتنا غرور اس محل میں تھا اس سے کہیں گناہ زیادہ غرور اس کے اندر بسنے والے لوگوں میں تھا۔بنگلہ اور اس کی خوبصورتی دیکھ کر الماس تو ذرا بھی متاثر نہ ہوئی۔۔

"اس سے اچھا تو ذکا بھائی کا ہے ہونہہ۔"

گاڑی سے اتر کر اس نے اپنی چچی اور الماس کی طرف کا دروازہ کھولا اور خود سامان نکالنے کے غرض سے پیچھے کی طرف چلا گیا۔گاڑی سے اتر کر الماس کی آنکھوں میں نیند کے ساتھ ہلکی سی ایکسائٹمینٹ بھی تھی پہلی دفعہ اپنے ددھیال سے مل رہی تھی۔خاندان انسان کا چاہے جیسا بھی ہو پر کبھی کبھی دل میں ان سے ملنے کی تڑپ ضرور ہوتی ہے۔الماس کے برعکس اس کی ماں کے تاثرات پر غور کرو تو وہاں رنج، دکھ، تکلیف نمایاں ہوگا۔آخر کار وہ منزل آ ہی گئی

ناول کلب
Clubb of Quality Content

جہاں سے کسی وقت میں ان کو نکالا گیا تھا۔ لیکن کیا پتہ شاید انکے واپسی کا ایک قدم اپنوں کی طرف بڑھانے سے وہ لوگ دس قدم بڑھالیں؟ کیا پتہ؟

اتنی قربانیوں کے بعد بھٹکے بھی تو کدھر بھٹکے؟

جس منزل سے ٹھکرایے گیے وہیں تقدیر کے دیے جلائے گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح کے سورج کی کرنیں عمارتوں کی دراڑوں سے جھانک رہی تھیں مگر اس تنگ و تاریک گلی میں روشنی کا گزر کم تھا۔ جیسے ہی قدم اندر بڑھتے تو دیواروں پر وقت کے زخم نظر آئینگے۔ پھٹی ہوئی پلستر دیواروں پر سیاہ دھبے اور اوپر الجھی ہوئی تاریں جو جیسے کسی مردہ سانپ کی کھال کی طرح ادھڑی ہوئی تھیں۔ گلی میں نہ کوئی پرندہ چہچہا رہا تھا نہ کوئی آواز تھی۔ بس ایک وحشت تھی جو ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔ راولپنڈی کی سنسان گلی میں موت کا رقص تھا۔ اور وہیں ایک عورت۔ کمزور نڈھال پھٹے پرانے کپڑوں میں لپٹی اپنے وجود کو بچانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

"میں نے تجھے منع کیا تھا کہ میری اجازت کے بغیر گھر سے ایک قدم بھی باہر نہ نکلنا؟" مرد کا ہاتھ بجلی کی تیزی سے حرکت میں آیا۔اس نے عورت کے بال مٹھی میں جکڑ کر کھینچ لیے۔ عورت کے حلق سے ایک دبی دبی چیخ نکلی جیسے کوئی معصوم پرندہ شکاری کے پنجے میں تڑپ رہا ہو۔

"چھ۔۔ چھوڑو مجھے کیا کر رہے ہو کوئی دیکھ لے گا۔" وہ سسکی۔اس کی آواز میں لرزش تھی جو زندگی اور موت کے بیچ جھولتی سانسوں میں ہوتی ہے۔آنکھوں میں آنسو، چہرے پر نیل اور ہونٹوں پر گہرے زخم تھے۔وہ ایک جیتی جاگتی لاش لگ رہی تھی۔ مگر مرد کو پرواہ نہ تھی۔اس کی آنکھیں جنون میں دہک رہی تھیں۔سانسوں میں غصے کی آنچ تھی اور ہاتھوں میں ایک بھیانک بے رحمی جو خون پینے کو تیار تھی۔

"دیکھتا ہے تو دیکھے لوگوں کو بھی تو پتہ چلے اپنے بندے کی نافرمانی کرنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔" اس کے لفظ گلی کے سنّاٹے میں گونج اٹھے جیسے کوئی شیطانی وظیفہ پڑھا جا رہا ہو۔وہ اسے بالوں سے گھسیٹتے ہوئے تنگ دروازے کی طرف لے گیا۔عورت کی ایڑیاں زمین پر رگڑتے ہوئے فرش پر گہرے سرخ نشانات چھوڑتے جا رہی تھیں مگر وہ بے بس تھی۔

دروازہ ایک بھیانک چرچراہٹ کے ساتھ کھلا جیسے موت خود اپنی آغوش کھول رہی ہو۔ اندر کا کمرے میں بے حد اندھیرا تھا۔ بس ایک پیلی روشنی کا بلب ہلکی ہلکی طرح جھپک رہا تھا جیسے خود بھی یہ منظر دیکھ کر کانپ رہا ہو۔

"یہی تمہاری اوقات ہے۔" مرد نے اسے دھکا دے کر بیڈ پر پھینکا۔ بستر کی چادر میلی اور خون سے داغدار تھی۔ وہ درد سے کراہی مگر وہ رکا نہیں۔ وہ الماری کی طرف بڑھا اور وہاں سے ایک پرانا چمڑے کا بیلٹ نکالا۔

"تیری یہ مجال میرے دوستوں کے سامنے آئے اور میرے بارے میں بکواس کر؟ تیرا تو میں گلا دبا دوں میرا بس چلے تو۔" پہلی ضرب عورت کے کندھے پر پڑی۔ جسم جھٹکے سے کانپا۔ دوسری ضرب اس کی پیٹھ پر۔ تیسری۔۔ چوتھی۔۔ پانچویں۔ ہر وار کے ساتھ عورت کی چیخیں دیواروں سے ٹکرا کر واپس آ رہی تھیں جیسے پورا کمرا اس عذاب میں شریک ہو۔

"چھوڑو مجھے بیوی نہیں ہوں تمہاری میں۔" روتے ہوئے وہ خود کو بچا رہی تھی۔ مگر وہ کہاں سننے والا تھا؟ اس کے ہاتھ میں طاقت تھی طاقت کا نشہ تھا اور نشے میں ڈوبی درندگی تھی۔ اس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں مگر آنکھوں میں ایک چمک تھی۔ شیطانی چمک۔

"بیوی نہیں ہو تو میری ماں بھی نہیں ہو سمجھ آئی؟ تمہاری اوقات ہی کیا ہے؟ میرے باپ کی طرف سے خریدی ہوئی ایک لڑکی؟" وہ بنا رکے اس کو مار رہا تھا۔

"جہنم میں جاوگے تم اور تمہارا وہ دین دار باپ۔" وہ اس پر چیخی۔

"جہنم تو ابھی میں تجھے رسید کروں گا صبر کر۔" بیلٹ پھینک کر وہ پینٹ کی جیبوں سے کچھ نکالنے لگا۔ عورت اٹھنا چاہتی تھی پر مسلسل مار سے اس کا جسم اس کا ساتھ دینے سے قاصر تھا۔ مرد نے جیب سے ایک چھوٹا سا تیز دھار چھرا نکالا تو سامنے سدھ پڑھی عورت کی آنکھیں ڈر، شاک اور صدمے سے پھیل گئیں۔

"نہیں نہیں خدا کا واسطہ ایسا نہ کرو تم جیسا کہوگے میں ویسا کروں گی۔۔۔ مجھے مت مارو۔" وہ باقاعدہ اٹھ کر اس کے پاؤں میں لپٹ گئی تھی۔

"ارے میری جان ڈرتی کیوں ہو؟ تمہیں لگتا ہے میں تمہیں ماردونگا؟ اتنی پیاری سی لڑکی کو مارتے ہوئے میرے ہاتھ کانپے گیں۔" نیچے جھک کر اس عورت کی تھوڑی پکڑ کر چہرہ اوپر کیا۔ نیلی آنکھیں جو خوف سے پھیلی ہوئی تھیں اور رو رو کر سوجی ہوئی تھی۔

"انہی آنکھوں سے تم نے مجھے وہ سب کرتے ہوئے دیکھا تھا نا؟" ایک ہاتھ سے چھری پکڑے اور ایک ہاتھ سے اس کی تھوڑی پکڑے اپنے اندر کے درندے کو غزا دے رہا تھا۔ چھری اس کی آنکھ کے پاس لاکر اپنا چہرہ ایک طرف موڑا۔

"اگر میں یہی آنکھیں ضائع کردو تو تم کیا کرو گی؟ بولو گل جان؟" عورت کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔

"خدا کا واسطہ ہے تمہیں ایسا نہ کرو میں کسی کو کچھ نہیں بتاو نگی۔" وہ مسلسل مزاحمت کررہی تھی۔

مرد نے اس کی تھوڑی چھوڑ کر اس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھاما۔ ہاتھ اوپر کرکے اپنے لبوں سے لگایا اور ایک ہی لمحے میں اس کی کلائی پر چھری پھیر کر آنکھیں بند کرلی۔ عورت کی چیخیں پورے گھر میں گھوم رہی تھی مگر کوئی سننے والا نہیں تھا۔ ایک چیخ ایک آخری چیخ جو درودیوار میں لرزش پیدا کرگئی۔ خون گرم لاوے کی طرح بہا۔ عورت کی نبض کی رفتار کم ہونے لگی سانسیں بوجھل، آنکھیں خالی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اللہ تم لوگوں سے پوچھے گا۔ شہرام اور ذکا لالہ۔۔" یہ آخری الفاظ تھے جو اس عورت نے اس مرد سے کہے تھے اور پھر ہر طرف اندھیرا چھا گیا تھا۔ گھپ اندھیرا۔ ایسا اندھیرا جہاں صرف عمال ہی روشنی بن سکتے ہیں۔ مرد نے اس کی نبض چیک کی تو وہ بالکل وقت کی طرح رک چکی تھی۔ وہ اٹھا اپنے کپڑے جھارے، اپنے رومال سے چھرا صاف کیا اور کال ملانے لگا۔

"ہاں میں تمہیں ایک ایڈریس بھیج رہا ہوں۔ یہاں آکر صفائی ہونی چاہیئے ہے اور اگر اس بات کا علم کسی کو بھی ہوا تو تم بس ایک دفعہ یہاں گزرا واقعہ دیکھ لینا۔" مرد کی آواز دور جا رہی تھی۔ کمرے میں صرف ہوا تھی وہ بھی خاموش وحشت ناک اور خون کی بو سے بھری ہوئی۔ اور اس سنسان گلی میں جہاں روشنی بھی آنے سے ڈرتی تھی ایک سایہ آہستہ آہستہ اندھیرے میں تحلیل ہو رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"میں باہر جا رہا ہوں تمہیں تمہاری ماما کے چھوڑ دوں؟"

سورج کی کرنیں تیز تھیں مگر ہوا میں ایک عجب سی بوجھل خاموشی تھی جیسے وقت نے اپنی رفتار تھوڑی دیر کے لیے سست کر دی ہو۔ گرمی زمین پر بکھری ہوئی تھی اور باغیچے میں پودے خاموش کھڑے تھے جیسے کسی ان دیکھے بوجھ تلے دبے ہوں۔ چھوٹا سا باغیچہ جہاں ایک کونے میں وہ گھٹنوں کے بل بیٹھی تھی۔ ہاتھ میں پانی کا برتن اور آنکھیں اس ایک گلیڈیولس (gladiolus) پر ٹکی ہوئی تھیں جیسے اس سے کوئی کہانی سن رہی ہو یا شاید کوئی راز کہہ رہی ہو۔ اس کے دھیان میں کچھ ایسا تھا کہ نہ دھوپ محسوس ہو رہی تھی اور نہ ہی گرد و پیش۔ جیسے یہ لمحہ یہ جگہ اور یہ پھول، بس یہی دنیا ہو۔

قریب سے آئی آواز سن کر پودوں کو پانی دیتی فبیحا نے ہاتھوں کا چھجا بنا کر سامنے کھڑے مرد کو دیکھا۔ سفید شلوار قمیض پہنے وہ دھوپ کے آگے اس کا سایہ بن کر کھڑا تھا۔ فبیحا نے ایک نظر اس کو دیکھا پھر نظریں موڑ کر پوودوں کو تراشنے لگی۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں فبی؟" قدم چلتا وہ آگے آیا۔

"نہیں مجھے نہیں جانا۔" صاف انکار کر دیا۔ یہ الفاظ بہت نرم تھے مگران کے پیچھے ایک سخت دیوار تھی۔ شہرام نے سانس اندر کھینچی جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو مگر پھر تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔

"تم گھر میں اکیلی ہو گی بور نہ ہو جاؤ اور میں بھی دیر سے آؤ نگا جب ہی کہہ رہا تمہیں وہاں چھوڑ دیتا ہوں۔"

"میرے لیے اس گھر میں کہیں جگہ کم نہ پڑھ جائے۔" اس بار اس نے سانس روکی۔ انگلیوں کی پوریں پانی کے قطرے محسوس کرنے لگیں مگر دل کہیں اور بھٹک رہا تھا۔ اس کے الفاظ میں جو چھپی اداسی تھی وہ کچھ لمحے تک فضا میں معلق رہی جیسے ہوا میں نمی ہو جو چھونے سے محسوس تو ہو مگر نظر نہ آئے۔ بھوری آنکھوں میں گہری اداسی اور پچھلے گزرے واقعات کی اذیت صاف واضح تھی۔ وہ اپنے سفید کپڑوں کی پرواہ کیے بنا پنجوں کے بل اس کے برابر بیٹھا۔ فبیحا نے نظریں اب بھی اس کی طرف نہیں موڑی بس اپنے کام میں مشغول رہی۔ فبیحا کے لیے یہ قربت ہمیشہ عجیب ہوتی تھی۔ جب جب وہ قریب ہوتا ایک آسان کام بھی اس کے لیے مشکل محاذ بن جاتا۔ ذکا دو سال تک اس کا منگیتر رہا تھا مگر فبیہا کو اس سے کبھی ایسی

انسیت محسوس نہ ہوتی تھی جیسے شہرام سے ہوتی تھی۔شاید نکاہ کی برکت تھی یہ؟ شہرام نے بس پھول کی طرف دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

"تمہیں پتہ ہے یہ گلیڈیولس کیا مطلب رکھتا ہے؟"لڑکی نے چپ چاپ پھول کی طرف دیکھا مگر جواب نہ دیا۔

"اس کا مطلب طاقت ہوتا ہے۔یہ پھول دھوپ جھیل سکتا ہے،طوفان جھیل سکتا ہے۔یہ گرتا نہیں صرف اور مضبوط ہوتا ہے۔"اس نے پھر بھی کچھ نا کہا بس دھیرے سے پانی کا برتن ایک طرف رکھا۔مرد نے ہلکا سا مسکرا کر پھول کی طرف اشارہ کیا۔

"تم بھی اسی کی طرح ہو۔دھوپ کتنی بھی تیز ہو تم گرنے کے لیے نہیں بنی۔"فبیحا نے سانس اندر کھینچی جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔پھر پانی کا برتن ایک طرف رکھا اور پل بھر کو شہرام کی آنکھوں میں جھانکا جہاں شاید کچھ ایسا تھا جو اسے سمجھ آ رہا تھا مگر وہ قبول نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ چند لمحوں کے لیے رکی نظریں نیچی کیں مگر دل کی بے ترتیب دھڑکن محسوس کر سکتی تھی۔

"مگر کیا تم جانتے ہو یہ پودا زیادہ ٹھنڈ برداشت نہیں کر سکتا؟" یہ پہلا جملہ تھا جو اس نے اس کی بات کے جواب میں کہا تھا۔ شہرام نے پلکیں جھپکائیں اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔

"اس کے ارد گرد کا ماحول زیادہ یخ ہو جائے تو یہ مر سکتا ہے۔" فبیحا کی آواز میں ٹھہراؤ تھا مگر اس کی آنکھیں کہانی سنانے لگی تھیں۔

"یہ پھول زیادہ گیلا ماحول پسند نہیں کرتا۔ اگر مٹی میں پانی زیادہ رک جائے تو جڑیں سڑ سکتی ہیں اور پھول مر سکتا ہے۔" شہرام بس اس کو دیکھ رہا تھا اور وہ پھول پر نظریں جمائے جیسے پھول کی نہیں اپنی بات کر رہی ہو۔ ماحول کی ٹھنڈک نہیں لوگوں کے برف وجود کا قصہ بیان کر رہی ہو۔

"اور کچھ ارد گرد گھومتی مکھیاں اور پھاپوندی اس کو کمزور کر سکتی ہیں بالکل انسانوں کی طرح۔" اس بار اس نے نظریں سیدھی شہرام کی طرف اٹھائیں ایک ایسی گہری نظر جس میں ہزاروں کہانیاں چھپی تھیں۔

"تم سہی کہتے ہو یہ پھول طاقت کی نشانی ہے مگر مشکل حالات میں اسے بھی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر اس کا کوئی سہارا نہ رہے تو یہ مر جاتا ہے۔" ایک ایک لفظ توڑ توڑ کر

ادا کیا اور اندر جانے کے لیے اٹھی۔ ابھی وہ قدم بڑھا ہی رہی تھی کے اس اونچے لمبے مرد کی آواز نے قدم روک دیئے۔ وہ قدم چلتا چلتا اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

"اور اگر یہ پھول اپنے سہارے کو ہی قبول نہ کرے تو؟" فبیحا کے گلے میں گلٹی ابھری مگر وہ کچھ نہ بولی۔ شاید وہ جواب جانتی تھی مگر لفظوں میں نہیں ڈال سکتی تھی۔

شہرام نے ایک لمحے کو اسے دیکھا جیسے جواب کھوجنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر سانس بھری اور آہستہ مگر مضبوط لہجے میں بولا۔

"میں راولپنڈی جا رہا ہوں تمہیں اگر کسی چیز کی ضرورت ہو گی تو فون کر دینا میں بھجوا دونگا۔ رات تک واپس آ جاؤ نگا۔" یہ کہہ کر وہ اس کے برابر سے گزرتا چلا گیا۔

فبیحا نے پلٹ کر نہیں دیکھا مگر اس کی سانس میں ایک بوجھ سا شامل ہو چکا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اسے روکنا چاہیے تھا مگر کس حق سے روک پاتی؟ ہوا ایک بار پھر ہلکی سی چلی مگر اب وہ تر و تازہ نہیں تھی بلکہ ایک ادھورے لمحے کی خاموشی سے بھری ہوئی تھی۔

چاہت تو ہے کہ تو ٹھہر جائے۔

مگر اے دل۔ چاہت کو تقاضا کیسے بنائیں ہم؟

Clubb of Quality Content

نہ التجا کار گر، نہ آہ میں تاثیر باقی۔

تیری بے نیازی کو فسانہ کیسے بنائیں ہم؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سفید ٹائلوں پر پانی کے قطرے بکھرے ہوئے تھے جیسے کسی ان دیکھے طوفان کی باقیات ہوں۔ نل سے بہتے پانی کا شور باتھ روم میں گونج رہا تھا مگر اس شور کے بیچ بھی اس کے اندر کی خاموشی چیخ رہی تھی۔ ذکاء داؤد دونوں ہاتھوں سے اپنے بازوؤں کو رگڑ کر صاف کر رہا تھا۔ پانی کی دھار اس کی ہتھیلیوں پر گرتی مگر اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے خون کے دھبے اب بھی چپکے ہوئے ہوں۔ اتنی دیر پانی بہانے کے بعد اس نے نل بند کیا اور خود کو آئینے میں دیکھا۔ سیاہ آنکھوں میں چھائی ویرانی اس کے دل تک اتر رہی تھی۔ گزرے دن کے واقعہ کے بعد سے وہ ایک اور مختلف انسان بن گیا تھا۔ یہ وہ ذکاء داؤد نہیں تھا جسے دنیا جانتی تھی۔ یہ کون تھا؟

"تم نے وہ جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔" اس نے ہلکی آواز میں خود کو تسلی دی مگر آواز کانپ رہی تھی۔

"تم نے اس کو نہیں مارا تھا۔ تمہارا اس میں کوئی قصور نہیں تھا۔" مگر اندر کہیں کوئی سرگوشی اس کی ہر دلیل کو روندر ہی تھی۔

"اگر تم بے قصور ہوتے تو اس وقت یوں نہ کھڑے ہوتے۔ یوں نہ کانپ رہے ہوتے۔" وہ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹا جیسے اپنا ہی عکس اسے دبوچ لے گا۔

نیکرو فوبیا۔ یہ ایک ذہنی کیفیت ہے جس میں انسان مردہ اجسام یا موت کے تصور سے شدید خوف محسوس کرتا ہے۔ یہ خوف بعض اوقات لاش دیکھنے کے بجائے صرف خیال سے بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اور یہ خوف اسے بچپن سے نہیں تھا۔ یہ تب ہوا جب اس نے نوری کو اس حال میں دیکھا تھا کہ راتوں کو جاگ جاگ کر سانسیں گننے لگا تھا۔ نوری کی لاش۔۔ خون میں بھیگی زمین۔۔ ساکت بے جان بے حس وجود۔ وہ ایک جھٹکے سے پلٹا جیسے یادوں کی لپیٹ میں دم گھٹنے لگا ہو۔ گہرے سانس لیتے ہوئے انگلیاں سختی سے سنک میں گاڑ دیں جیسے خود کو حقیقت میں واپس لانے کی کوشش کر رہا ہو۔

وہ سمجھا تھا وہ نارمل ہو گیا ہے۔ وہ سمجھا تھا اس خوف پر قابو پا چکا ہے۔ مگر کل کے منظر نے اسے ماضی میں دھکیل دیا تھا۔ وہ پلٹا اور نل دوبارہ کھول دیا۔ پانی کے چھینٹے چہرے پر مارے

Clubb of Quality Content

جیسے وہ اپنے حواس واپس لا رہا ہو۔ گہرے ٹھنڈے تیز چھینٹے۔ پھر وضو کرنے لگا۔ یہ ایک عادت تھی۔ ایک پناہ گاہ۔ ایک ایسی چیز جو اس کے اندر کے انتشار کو لمحاتی سکون دے سکتی تھی۔ وضو مکمل کرنے کے بعد وہ باہر آیا تو کچھ حد تک پر سکون نظر آتا تھا۔

بجتے ہوئے موبائل کو نظر انداز کر کے کمرے کے کونے میں رکھی جائے نماز اٹھائی اور نیت باندھ لی۔ بچپن سے ہی شہرام، فبیحا اور ذکاء نماز کے پابند تھے۔ یہ عادت ان کو شہرام کی ماں نے ڈالی تھی اب کچھ بھی ہو جاتا تھا مگر وہ نماز نہیں چھوڑتے تھے۔ ایک پل ایسا آیا تھا ذکاء نے سب بھلا دیا تھا۔ اس نے اپنے خالق سے امید چھوڑ دی تھی۔ امید تو شاید ابھی بھی اس نے چھوڑی ہوئی تھی مگر فرض اپنا ادا کرتا تھا۔

نماز پڑھ کر دعا کے لیے اس نے ہاتھ نہیں اٹھائے۔ کیونکہ اس کے دل میں ایک سوال تھا۔

"اگر دعا سے کچھ ملتا ہوتا تو کیا مجھے نوری کی زندگی نہیں مل جاتی؟" جائے نماز پر بے وجہ انگلیاں پھیرتا ہوا وہ پرانی یادوں میں کھو گیا تھا۔

بڑے سے لان کے اندر وہ تینوں کندھے سے کندھا ملائے نماز پڑھ رہے تھے اور ثمینہ ان کو دیکھ رہی تھی۔ کبھی ذکاء فبیحا کو کہنی مارتا تو کبھی شہرام گلا کھنکار کر دونوں کی ہنسی بند کرواتا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بچپن کی نمازیں ایسی ہی ہوا کرتی تھی بہن بھائیوں یا دوستوں کے ساتھ مل کر ریس لگوانا کے کون پہلے پڑھے گا اور جس نے دیر کر دی وہ ہار گیا۔ایسے ہی حالات ان تینوں کے بھی ہوا کرتے تھے۔سلام پھیر کر تینوں اللہ کی تسبیح کے بجائے آپس میں ایک دوسری کو تعنے دینے کی تسبیح کیا کرتے تھے۔

"آئیندہ سے تم میرے ساتھ کھڑی ہو کر نماز نہیں پڑھو گی تم بہت جلدی پڑھتی ہو۔" برا سا منہ بنا کر زکاء برابر کھڑی چھوٹی سی اسکارف والی فبیحا کو کوس رہا تھا۔

"تم دونوں کو لڑنے کے علاوہ اور کچھ آتا بھی ہے؟"شہرام جوان میں بڑا اور سمجھدار تھا وہ ہمیشہ سے ان دونوں کا پھڈّا چھڑواتا تھا۔

"میں کب لڑتی ہوں جب دیکھو یہ مجھ سے لڑتا رہتا ہے میں آنی کو شکایت لگاونگی تمہاری۔" ناک منہ چڑاتی ہوئی فبیحا اندر آنی کی طرف بھاگی۔مگر یہ تو طے تھا اگر زکاء کو ڈانٹ پڑے گی تو فبیحا ہی اس کو آکر بچائے گی۔

"کاش فبی تم مجھے ابھی بھی بچا سکتی آکر۔"اپنی سوچوں کو پیچھے جھٹک کر جائے نماز اٹھائی اور بیڈ پر گرنے والے انداز سے لیٹ گیا۔ابھی صرف پانچ بجے تھے۔آج سنڈے تھا اس کو کوئی

خاص کام نہیں تھا اسلیئے اس نے سوچا آج کا وقت خود میں سرف کیا جائے۔ابھی وہ بیٹھ کر پلان کر رہا تھا کے فون کال نے اس کا موڈ خراب کر دیا۔

"کبھی کبھی تو دل کرتا توڑ ہی دوں اس آفت کو۔"لیکن جونہی اسکرین پر نمبر دیکھا انگلیاں ہلکی سی ساکت ہو گئیں۔دل کی دھڑکن معمولی سی تیز ہوئی۔کچھ سوچ کر کال ریسیو کرلی۔

"ہیلو؟"لہجہ کو نارمل رکھتے ہوئے گفتگو شروع کی۔

"ذکاءداؤد رائٹ؟"آواز میں کوئی عجیب سی کھنکناہٹ تھی۔

"ہاں بات کر رہا ہوں۔"بے چینی بڑھتی جا رہی تھی اور اس کی چھٹی حس کچھ غلط ہونے کا اشارہ دے رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

"میرے پاس ایک خبر ہے تمہارے لیے۔"

"کیسی خبر؟"اور جیسے جیسے وہ سنتا گیا ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے جسم سے روح کھینچ لی ہو۔سفید چہرہ۔خالی آنکھیں۔سانس لینا بھی مشکل ہو گیا۔اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ کال بند کر دے۔سامنے والا ہیلو ہیلو کرتا رہا پھر خود ہی فون کاٹ دیا۔ذکاءداؤد وہیں بیٹھا رہ گیا۔اپنا

سر اس نے ہاتھوں میں گرا دیا۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھایا اور میکان کی انداز میں ایک فون کال ملائی۔ کال ملتے ہی ایک سرد جذبات سے عاری مگر مضبوط آواز نکلی۔

"اپنے بندوں کو بولو تیار رہے کہیں جانا ہے میں ایڈریس بھیج دیتا ہوں۔" اور سامنے والے کی بات سنے بنا کال بند کر دی۔ پھر سر اٹھایا سانس بھری اور دھیرے سے بڑبڑایا۔

"اگر تم یہ کھیل جانتے ہو تو میں بھی اس ہی کھیل کا کھلاڑی ہوں۔ اور میں جیت کر دکھاؤں گا۔ ذکا داؤد کو کوئی ہرا نہیں سکتا۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کمرے میں سگریٹ کا دھواں ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ وہ اپنی عالیشان کرسی پر بیٹھا سرخ ہوتی آنکھوں سے سامنے کھڑے شخص کو گھور رہا تھا۔ نظریں ایسی تھیں کہ گویا اگلے ہی لمحے وہ اس شخص کو چیر پھاڑ دے گا۔

"میں نے منع کیا تھا نہ اس کو اکیلا نہیں چھوڑو گے تم؟" خاموشی کے بعد اپنے سامنے کھڑے شخص پر دھاڑا اور برابر رکھی ٹیبل پر اس حرام چیز کی بوتل اٹھا کر زمین پر دے ماری۔ شیشے کے چمکتے ٹکڑے ہر طرف بکھر گئے اور زمین پر شراب بہنے لگی۔ کمرے میں پہلے ہی دھویں

اور تلخی کی بو تھی اب اس میں شکستگی اور انتقام کی بو بھی شامل ہو گئی تھی۔سامنے کھڑا اقبال بری طرح لرز رہا تھا۔اس کے ہاتھ پسینے میں بھیگ چکے تھے مگر ہمت جتا کر بولا۔

"خان پر میں ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا۔اس دن اس نے مجھے کسی کام سے باہر بھیج دیا اور میں جب گھر آیا تو وہ وہاں موجود نہیں تھا جب میں نے اس سے فون پر پوچھا تو کہا وہ آپ سے ملنے آیا ہے۔"

"تو اس وقت ہی تمہیں مجھے بتانا چاہئے تھا اب یہ جو اتنا بڑا مسئلہ ہو گیا اس کا ذمہ دار کون ہے؟ ہاں بولو؟"غصے میں اس کی آواز کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس لوٹی جیسے خود اس کا غصہ بھی کسی حد سے ٹکرا کر پلٹ رہا ہو۔

"خان میں نے سب انتظام کر دیا ہے کسی کو کچھ پتہ نہیں لگے گا۔"

"اس نے میری سب سے اہم عورت کو مارا ہے۔ تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے اگر یہ بات کہیں اور پھیل گئی تو اس کا نتیجہ کیا نکل سکتا ہے۔"فضل خان نے کرسی کے ہتھے پر گرفت مضبوط کر لی۔اس کے ہاتھ غصے سے لرزنے لگے۔

"اگر پولیس کو اس بات کا ذرا بھی علم ہوا تو جانتے ہو کیا ہو گا؟اس گدھے پر پہلے ہی اتنی ایف آئی آر کٹ چکی ہیں میں کب تک بچاوں میں اس کو۔ہاں؟"

"آپ فکر نہ کریں اس بات کی خبر کسی کو نہیں ہو گی۔"

فضل خان نے ہلکی سی کمینی مسکراہٹ کے ساتھ اقبال کو دیکھا۔وہ مسکراہٹ ایسی تھی کہ آدمی کے خون کی گردش روک دے۔

"یاد رکھنا اقبال اگر اس بات کی خبر کسی کو بھی ہوئی تو میں اپنے بیٹے کو تو اس چیز سے نکلوالونگا مگر تمہیں کون نکلوائے گا؟"اس کی کمینی سی مسکراہٹ نے سامنے ڈرے سہمے سے اقبال کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ جاری کر دی تھی۔یہ جملہ تھا یا موت کا اعلان؟

"میں نے پکا کام کیا ہے کسی کو کوئی خبر نہیں ہو گی۔"ہمت جماع کر کے اس نے فضل خان کو تسلّی دی۔

"اور اگر یہ پکا کام بیکار گیا تو میں تمہاری قبر پکی کروانے میں سیکنڈز نہیں لگاونگا۔اب دفعہ ہو جاؤ میری نظروں سے اور کچھ وقت تک میری نکمی اولاد کو باہر نہ نکلنے دینا۔"اقبال ایک

لمحے کی بھی تاخیر کیے بغیر دروازے کی طرف بڑھا اور کمرے سے غائب ہو گیا۔ کچھ سوچ کر اس نے شہرام کو کال ملائی۔ پہلی گھنٹی میں ہی کال اٹھالی گئی۔

"جی خان صاحب۔" وہ تھوڑا بیزار لگ رہا تھا۔

"کدھر ہو تم اس وقت؟" لہجے کو کافی مطمئن کر کے پوچھا۔

"میں راولپنڈی کے لیے نکل رہا خیریت ہے سب؟" اور شہرام کی یہ بات سن کر اس کے پاؤں سے جیسے کسی نے زمین کھسکالی تھی۔ اگر شہرام پنڈی پہنچ گیا تو وہ اس جگہ ضرور جائیگا۔ فضل خان سب کی نظروں سے بچ سکتا مگر شہرام کی نظروں سے ہمیشہ وہ مار کھاتا تھا۔ اب کچھ بھی کر کے اس نے شہرام کو وہاں جانے سے روکنا تھا۔

"فضل صاحب؟" دوسری طرف کال پر وہ ہیلو ہیلو کر رہا تھا۔

"کب تک نکلو گے تم؟"

"بس میری گاڑی خراب ہو گئی گھنٹہ لگ جائے گا مجھے۔" فضل خان نے سکون کا سانس لیا۔

یہ ایک موقع تھا۔

Clubb of Quality Content

"ایک ضروری کام تھا تم سے۔ مگر چلو خیر بعد میں ہو جائے گا وہ۔اب تم میرے لیے اپنا پلان تو کینسل نہیں کر سکتے نہ۔" وہ کال بند ہی کرنے لگا تھا کے شہرام کی بات نے اس کو روک دیا۔

"کیا کچھ ایسا ہے فضل خان جو میں نہیں جانتا؟" تفتیش سے پوچھتا ہوا وہ فضل خان کو مزید پریشان کر رہا تھا۔

"نہیں اگر ہوا تو سب سے پہلے تمہیں ہی آگاہ کروں گا۔" شہرام نے اس کی بات سمجھ کر کال کاٹ دی مگر دوسری طرف اس کو کچھ کھٹک رہا تھا۔مگر فضل خان جانتا تھا۔شہرام کی چھٹی حس بجلی کی رفتار سے بھی زیادہ تیز ہے۔اسے کچھ نہ کچھ شک ضرور ہوا تھا۔اب اسے اور قدم اٹھانے کی ضرورت تھی۔اس نے فوراً ایک اور نمبر ڈائل کیا۔

"اقبال کچھ بندے غنڈوں کے روپ میں شہرام کے گھر بھیجنے ہیں۔ لیکن اگر اس کی بیوی کو ذرا بھی نقصان پہنچا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔اپنے بندوں کو کہنا اس کے سامنے نا جائے ایسا برتاؤ کرے جیسے اس کو دیکھا ہی نا ہو۔بس وہاں جا کر ایک کال ملا دینا اور آگے یہ یہ کہنا۔۔۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شہرام کو کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ فضل خان سے بات کرنے کے بعد جیسے کوئی اندر ہی اندر اسے کھینچ رہا ہو۔ وہ بچہ تو نہیں تھا چھبیس سالہ بالغ مرد تھا جو وقت کے ساتھ باتوں سے زیادہ لہجوں کو سمجھنے کا ہنر سیکھ چکا تھا۔ اور فضل خان کے لہجے میں آج کچھ ایسا تھا جو گڑبڑ کی نشاندہی کر رہا تھا۔

"یہ گاڑی کتنی دیر میں بنے گی؟" اس نے گاڑی کی طرف دیکھا جو مکینک کے ہتھیاروں کے نیچے بے بس کھڑی تھی۔

"بھائی صاحب بس آدھا گھنٹہ اور اس کے انجن میں پانی چلا گیا جسکی وجہ سے زنگ لگ گیا ہے تھوڑا۔"

"ہاں جلدی کرو بس۔" بیزاریات سے کہتا ہوا وہ سامنے بنی کافی شاپ کے اندر جا بیٹھا۔

راولپنڈی جانے کا فیصلہ اس نے ترک کر دیا تھا۔ فبیحا کی طرف سے بہت سے وہم اس کو آ رہے تھے۔

"بس یہ گاڑی سہی ہو جائے پھر واپس گھر کو نکلتا ہوں۔" اپنے لیے کافی کا آرڈر دیتا ہوا ادھر ادھر دیکھنے لگا جب ہی اس کی نظر سامنے بیٹھے ایک شخص پر پڑی۔ سیاہ لانگ کوٹ، ہاتھوں میں دستانے اور چہرے پر سنجیدگی کی گہری پرت۔ چہرا وہ فلحال نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ شخص اپنے سامنے کھڑے ویٹر سے کچھ لکھوا رہا تھا۔ شہرام نے غور کیا۔ یہ وہی کوٹ تھا جو کیمرے میں نظر آئی عورت نے پہنا تھا۔ دل میں ایک سوال ابھرا یہ اتفاق ہے یا کوئی اشارہ؟ اس نے بنا کسی حرکت کے اپنی گاڑی کی چابی فرش پر گرائی اور آہستہ آہستہ پیر سے چابی کو اس شخص کی ٹیبل کی طرف کھسکا دیا۔ پھر کھڑے ہو کر چابی ڈھونڈنے کے انداز میں آگے بڑھا۔

"Sir are you looking for something?" ویٹر قریب آیا اور پوچھا۔

"Yes I think I've lost my keys" ابھی ویٹر آگے سے کچھ کہتا کہ اس نے فوراً اس ٹیبل کی طرف اشارہ کیا جہاں وہ شخص بیٹھا ہوا تھا۔

"وہاں ہے۔ تھینک یو۔" ویٹر سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا اور وہ خود اس ٹیبل کی طرف۔ چابی اٹھاتے ہوئے اس نے ایک نظر اس شخص کے چہرے کو دیکھا۔ وہ کوئی ضعیف سا مرد تھا جو

کیمرے میں دکھنے والی عورت جیسا ہی کوٹ پہنا ہوا تھا مگر وہ ایک مختلف انسان تھا۔چابی وہاں سے اٹھاتا ہوا واپس اپنی ٹیبل کی طرف آیا اور موبائل نکال کر اس انگوٹھی کے بارے میں معلومات کرنے لگا۔

"اسلام و علیکم شہرام صاحب کیسے ہیں آپ ؟"

"و علیکم السلام ٹھیک۔۔وہ میں نے آپکو ایک انگوٹھی کی تصویر بھیجی تھی۔"سیدھا اپنا مقصد بیان کیا۔

"جی میں نے پتا کروایا پر وہ انگوٹھی کسٹم میڈ ہے اور یہاں صرف چند ہی جیویلیرز ہیں جو اس طرح کا پیس بناتے ہیں۔"

"آپ مجھے ان جیویلیرز کا پتہ دے سکتے ہیں؟" بالوں میں ہاتھ چلاتے درخواست کی۔

"میں آپکو میسج پر ایڈریس بھیج دونگا۔"

"آپکا بہت بہت شکریہ۔"اس کا آرڈر آچکا تھا اسلئے اس نے کال کاٹ دی۔سامنے پڑے کافی کے کپ کو دیکھ کر وہ کہیں پیچھے جا چکا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کافی شاپ کا منظر تحلیل ہوا اور اس نے خود کو ایک کمرے میں بیٹھا ہوا پایا۔ سامنے اس کے ایک عورت بیٹھی تھی جو مسلسل روئے جا رہی تھی۔

"مجھے بہت افسوس ہے امتیاز کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا۔" سوجی ہوئی آنکھیں اور چہرے پر ویرانی لیے وہ جیسے اس عورت کو تسلّی دے رہا ہو یا شاید خود کو۔

"تمہیں کوئی افسوس نہیں اگر ہوتا تو اس کو اس طرح جانے نہیں دیتے۔" جب ایک ماں سے اس کا اکلوتا بیٹا چھن جائے تو اس کو سب ہی اس کے دشمن لگنے لگتے ہیں۔ شہرام چپ رہا وہ جانتا تھا اس کا سفایئاں دینا بیکار ہے۔ یہ وہ لمحہ تھا جہاں صفائیاں بے معنی ہو جاتی ہیں۔

"تم تو اس کے بچپن کے دوست تھے۔ تم نے اس کو کیوں نہیں سمجھایا؟ اپنی ماں کو چھوڑ کر وہ ایسے کیسے جا سکتا ہے؟" عورت مسلسل روئے جا رہی تھی۔

"اگر مجھے اندازہ ہوتا کے وہ غیر قانونی طریقے جا رہا ہے تو میں کبھی اس کو جانے دیتا؟" ان سے زیادہ وہ خود کو تسلّی دے رہا تھا۔

"بیڑا غرق ہو ان لوگوں کا ایک ماں سے اس کے جسم کا ٹکڑا چھین لیا اللہ غارت کرے انہیں۔"

"میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکا مگر میں اس کو انصاف ضرور دلواونگا یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔"منظر پھر تحلیل ہوا اور سامنے پھر وہی عورت تھی بس تھوڑے بہتر حلیہ میں۔ آنکھوں کے نیچے ہلکے بڑھ گئے۔بیٹے کی یاد میں ساری ساری رات جاگ کر گزارتی جیسے ابھی دروزاے پر دستک ہو گی اور انکے جگر کا گوشہ سامنے کھڑا ہو گا۔

"کیا نام لیا تھا آخری بار اس نے؟"شہرام نے ہلکی آواز میں پوچھا۔

"فضل خان۔"عورت نے سیدھا جواب دیا۔اور اس وقت شہرام نے فیصلہ کر لیا تھا کے اس نے کیا کرنا ہے۔

حال میں وہ بیٹھا کافی کے گھونٹ بھر رہا تھا اور گہری سوچ میں تھا۔کافی ختم کر کے وہ اٹھا اور ٹیبل پر پیسہ رکھتے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

"بھائی میں کب سے آپکا انتظار کر رہا ہوں۔آپکی گاڑی بن گئی ہے۔"مکینک پھولی سانسوں کے درمیان بولا۔

"شکریہ۔"اپنے والٹ سے چند نوٹ نکال کر اس کو دیئے اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔اب اس کی منزل راولپنڈی کی طرف نہیں مرزا ہاؤس کی طرف تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شام کا وقت تھا آسمان سرخ تھا اور نرم سورج کی آخری کرنیں شادی والے گھر پر پڑ رہی تھیں ۔ہر طرف روشنیوں کی جگمگاہٹ، جھلملاتی لائٹیں اور خوشبو بکھیرتے پھولوں سے گھر سجا تھا۔رنگ برنگی پھولوں کی مالا دروازوں اور دیواروں کو گھیرے کھڑی تھیں جیسے کوئی مہمان اپنے خوبصورت لباس میں سجا ہو۔اندر سے ہنسی باتوں اور ڈھولک کی ٹھاپ کی آوازیں آرہی تھی۔ مہمان ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔کوئی مٹھائیاں بانٹ رہا تھا تو کوئی سجاوٹ میں مصروف تھا۔گھر کے آنگن میں بیٹھے رشتہ دار پرانی یادوں کو تازہ کررہے تھے جبکہ نوجوان لڑکیاں مہندی والوں کے گرد بیٹھی اپنی باری کا انتظار کر رہی تھیں۔

اس رونق بھری شام میں ایسے ہی ایک جانا پہچانا چہرہ مسکراتا ہوا کمرے سے نکلا۔ چھوٹے کٹے بالوں کو کھلا چھوڑے، جامنی رنگ کی لمبی قمیض اور شلوار پہنے، میک اپ کے نام پر سنہری آنکھوں میں گہرا کاجل اور گال اور ہونٹ پر ہلکا ٹنٹ لگا ہوا تھا۔وہ اس ماحول میں سب سے سادی اور الگ لگ رہی تھی۔ڈپٹے کو سنبھالتی ہوئی وہ جیسے ہی آگے بڑھی تو۔۔

"آو چ اندھے ہو کیا دیکھ کر نہیں چل سکتے ؟"اپنی ناک سہلاتے ہوئے وہ بگڑی۔سامنے کھڑا عزیر بھی ہڑبڑایا۔

"وہ۔۔وہ میں نے دیکھا۔۔"سامنے کھڑی بگڑی شہزادی کو دیکھ کر اس کی زبان جیسے بند ہوگئی تھی۔

"کیا وہ وہ بندہ دیکھ کر چلتا اگر میں یہاں سے گرتی نہ تو قسم سے آپکو ساتھ لے کر گرتی۔"

آگے سے اس کا جواب سنے بنا وہ زینے اترنے لگی۔الماس اور اس کی ماں کو یہاں آئے ہوئے ایک دن گزر چکا تھا۔گھر کافی بڑا تھا اور ان کو اوپر والے پورشن میں کمرہ دیا گیا تھا۔اب تک سب کا رویہ انکے ساتھ اچھا اور خوش اخلاق تھا مگر وقت کی طرح لوگوں کا کیا بھروسہ ؟کب بدل جائے؟اس گھر میں شہرام کے تایا،ان کی بیوی اور تین بچے رہتے تھے اور ساتھ ہی الماس کی ایک پھوپو جو بیوہ ہوچکی تھی اپنی بیٹی کے ساتھ یہاں رہائش پزیر تھی۔عزیر بہن بھائیوں میں دوسرے نمبر پر تھا اس سے بڑا ایک بھائی جسکی شادی تھی اور الماس کی عمر کی ایک بہن تھی۔

Clubb of Quality Content

عزیر اپنا سر جھٹک کر نیچے کی طرف بڑھا۔الماس بھی نیچے مہندی والی کے پاس جا بیٹھی اور سب کے ڈیزائن دیکھنے لگی۔گھر میں مہمانوں کا شور برقرار تھا۔الماس چونکہ وہاں نئی تھی تو سب کی نظریں اسی پر تھیں۔

"اور بتاؤ الماس اپنے بارے میں؟" وہاں بیٹھی ایک لڑکی جو اس کی پھوپو کی بیٹی تھی اس نے سوال کیا۔وہ عمر میں الماس سے چند ہی سال بڑی ہو گی۔

"You need to be more specific about the question" نزاکت سے کہتی ہوئی وہ اس وقت اپنی پھوپو کی بیٹی کو زہر لگی تھی۔

"تم کیا پڑھتی ہو؟" ایک تو پاکستان میں جس سے ملو سب سے پہلا سوال یہی ہوتا۔جیسے سوال پوچھنے والے نے تو پی ایچ ڈی کر رکھی ہوتی ہے۔

"ابھی فل حال میرا گیپ ایئر ہے باقی کو چنگ جاتی ہوں۔"

"تم تو بیس سال کی ہو نہ؟ تو ابھی تک یونیورسٹی کیوں نہیں گئی؟" علینہ کے لہجے میں تمسخر تھا۔

Clubb of Quality Content

"کیونکہ میرا فرسٹ اٹیمپٹ میں میڈیکل میں ایڈمیشن نہیں ہوا تھا۔" الماس ایسی لڑکی تھی جو بنا ڈرے یا لوگوں کی باتوں کی پرواہ کیے بنا دھڑلے سے سچ بول دیا کرتی تھی۔

"اوہ ہم نے تو سنا تھا تم بہت لائق ہو پھر بھی فیل ہو گئی؟" علینہ جو اس کی کزن تھی طنز سے پوچھا۔ الماس نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا اور پھر بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"فیل ہونے میں اور ایڈمیشن نہ ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے علینہ۔" عزیر مٹھائی کے ٹوکرے رکھواتا ہوا ان کی گفتگو میں زیادہ دلچسپ نظر آ رہا تھا۔

"واٹ ایور۔ خیر یہ بتاؤ تمہاری بھابی کیسی ہیں؟ ہم نے بہت تعریفیں سن رکھی ہیں ان کی۔"

الماس کو اس کے لہجے سے اندازہ ہو گیا تھا گفتگو کس طرف لے کر جانا چاہ رہی وہ۔

"اب وہ ہیں ہی اتنی اچھی کے ظاہر ہے تم نے ان کی تعریفیں ہی سنی ہو نگی۔" دانت نکال کر کہتی ہوئی اس نے دو منٹ میں سب کی زبان پر بریک لگا دیا تھا۔

"ہاں اچھی تو ہیں پر بیچاری کے ساتھ جو ہوا اللہ ایسا کسی کے ساتھ نہ ہونے دے۔ کیسے گزار رہی ہو نگی وہ اپنی زندگی اس ٹراما کے ساتھ مجھے تو سن کر ہی رونا آ جاتا ہے۔" افسوس کم اور طنز زیادہ تھا یہ۔

"اوہ ہو۔۔پھر تو تمہیں زیادہ ہمدردی کی ضرورت ہے نہ کے میری بھابھی کو کیونکہ فیبحا آلم کسی کے آگے نہیں رویا کرتی۔"الماس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔وہاں بیٹھے سب افراد کو جیسے چپ لگ گئی تھی۔ابھی اس کی ماں اس کی یہ چلتی ہوئی زبان سن لیتیں تو سر پکڑ لیتی اپنا۔

"اچھا خیر سب چھوڑو کل مہندی میں کیا پہن رہے ہو تم لوگ؟"عزیر کی بہن ملائکہ نے ماحول کو ہلکا کرنے کے لیے بات بدلی۔اب وہ سب اپنی باتوں میں مشغول ہو گئے تھے۔وہاں بیٹھی ہر لڑکی کو اندازہ ہو چکا تھا کہ الماس سے پنگا لینا مہنگا پڑ سکتا ہے۔

"ویسے ثمینہ تمہاری بیٹی تو ماشاءاللہ سے بہت پیاری ہے بالکل تمہاری جوانی ہے۔"لڑکیوں کے ہجوم سے دور بیٹھی خواتین آپس میں گفتگو میں مگن تھی کہ ایک عورت برابر بیٹھی الماس کی ماں سے مخاطب ہوئے۔رشتے میں وہ ان کی جیٹھانی لگتی تھی۔

ہلکے سبز رنگ کی شلوار قمیض پہنے جس پر نفاست سے کڑھائی کی گئی تھی اور سر پر ہم رنگ دوپٹہ ٹکائے ثمینہ بیگم خوبصورت لگ رہی تھیں۔

Clubb of Quality Content

"بس اتنی جلدی بڑی ہو گئی یہ بھی۔" مسکرا کر کہتی ہوئی انہوں نے بہت مان سے اپنی بیٹی کو دیکھا جو اس وقت ڈھولک کی آواز پر تالیاں بجانے میں مصروف تھی۔

"اور بتاؤ تمہاری بہو کیسی ہے؟" ان کی نند نے گفتگو میں حصہ ڈالا۔

"وہ الحمدللہ بالکل ٹھیک ہے۔" ان کی آنکھوں میں فبیحا کے لیے فخر تھا۔

"شہرام اس کے ساتھ ٹھیک ہے؟ میرا مطلب اکثر مردوں کو عورتوں کے بارے میں پتہ چلتا کے وہ پاک نہیں ہیں تو انکا دل وہاں نہیں لگتا نا۔" چیزیں کاٹنے میں چھریوں کا تو نام ہی بدنام ہے اصل تیز تو لوگوں کی زبانیں ہوتی ہیں۔

"ایک بات کہوں؟ میں نے اور میرے بیٹے نے فبیحا سے پاک عورت آج تک نہیں دیکھی۔ وہ ہمارا غرور ہے۔" ثمینہ کی گردن فخر سے اٹھی ہوئی تھی اور یہ بات تو وہاں بیٹھی عورتوں کو قطعی گوارہ نہ گزری۔ شروع سے ہی اپنی بیٹیوں کے لیے سب کی نظریں شہرام پر تھی اور اب جب اس کی فبیحا کے ساتھ شادی کی خبر سنی تو تن بدن میں آگ لگ گئی تھی جیسے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"برا نہ ماننا ثمینہ پر زیادہ تر لوگ تو تمھارے بیٹے کو قصوروار ٹھہراتے ہیں اس واقعہ کا اور پھر تم نے فبیحا کے ساتھ اس کا نکاح کر کے لوگوں کو اپنی باتیں سچ کرنے کا موقع دے دیا۔" نند صاحبہ نے زہر اگلا۔

"لوگوں کو اپنے انٹرٹینمنٹ کے لیے کہانیاں چاہیے ہوتی ہیں اور جب ان کو کوئی کہانی نہیں ملتی تو وہ خود لکھاری بن کر دوسروں پر کہانیاں لکھنا شروع کر دیتے۔" بے حد نرم انداز میں ٹھہر ٹھہر کر وہ جیسے سب کو تمانچے مار رہی تھی اپنی باتوں سے۔

"چلو جو ہونا تھا ہو گیا اللہ کرے یہ شادی چل جائے بس۔ ابھی ہی میری دوست نے اپنے بیٹے کی شادی کی اور جب لڑکے کو پتہ چلا کے لڑکی کا ماضی میں کوئی افیئر تھا تو اس نے غیرت میں آ کر اس لڑکی کو طلاق دے دی۔" وہ عورت جیسے اپنی بھابی کو خبردار کر رہی تھی۔ ثمینہ نے اس عورت کی طرف دیکھا اور ایک لمحے کے لیے خاموش رہیں۔ پھر دھیرے سے مسکراتے ہوئے بولیں۔

"یہ اس کی غیرت نہیں بے غیرتی تھی ویسے۔ اگر مرد ہی اپنی عورتوں کی عزت نہیں کر سکتے تو یہ بات بھول جائیں کے عورتیں بھی ان کی عزت کریں گی۔ لوگوں کے ماضی کے

لیے ان کو چھوڑ دینا غیرت نہیں ہوتی۔اب اگر کوئی مرد کسی بیوہ یا تعلق یافتہ سے شادی کر لے تو کیا وہ اس کو اسلئے چھوڑے گا کے وہ پہلے بھی کسی اور کے نکاح میں تھی۔اس مرد نے اس کو ہاتھ لگایا ہو گا؟ اگر ایسا ہونے لگ گیا تو مرد اپنا وقار کھو دیں گے اور عورت اپنی پناہ گاہیں۔"ان کی اس گفتگو کے آگے کسی کی ہمت بھی نہ ہوئی تھی ان کو جواب دے سکے۔سچ کڑوا ہوتا مگر ہوتا تو سچ ہی نہ؟ ثمینہ نے بھی مناسب نہ سمجھا کے مزید اس گفتگو کو دراز کیا جائے نہ ہی وہاں بیٹھی عورتوں نے مزید اس بات کو کریدنے کی کوشش کی۔اب سب اپنی اپنی باتوں میں مشغول ہو گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گھڑی کی سویاں رات کے آٹھ بجا چکی تھیں۔پورے گھر میں کسی کی آواز نہ سنائی دیتی مگر ایک الگ ہی رونق اور سکون تھا۔جو سکون اپنے گھر ملتا وہ دنیا کے کسی بھی محل میں نہ پایا جاتا۔اپنے کمرے میں اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھی وہ اپنے کل کے ایگزام کی تیاری میں مگن تھی۔وہی ایگزام سے ایک رات پہلے پڑھنے کی گندی عادت۔ٹیبل پر لیپ ٹاپ کھلا پڑھا تھا اور ساتھ کچھ کتابیں رکھی تھی۔رات کا کھانا بنا کر اس کی توجہ اب پڑھائی پر مرکوز تھی۔لمبے بالوں کی اونچی

ڈھیلی سی پونی بنائے جو سر ہلانے سے ادھر ادھر جھولتی۔ نیلی رنگ کی چھوٹی فراک اور سفید شلوار پہنے وہ سکون سے بیٹھی تھی۔ دوپٹہ اس کا بیڈ پر پڑا ہوا تھا۔ اس کا ارتکاز باہر ہوتی کھٹر پٹر سے ٹوٹا۔ باہر کوئی تھا؟ پہلے تو اس نے سوچا کہ شاید وہم ہو گا لیکن پھر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ ہلکی مدھم مگر واضح چاپ۔ کئی لوگوں کے قدم۔۔

اچانک اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ سانس حلق میں اٹک گئی۔ اس وقت شہرام نہیں ہو سکتا وہ تو راولپنڈی میں تھا۔ پھر یہ کون تھا؟ وہ جھٹ سے اٹھی اور دروازے کے پاس پہنچ کر اس کو لاک کیا۔ پھر دیکھا کے کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔ ڈرتے ڈرتے اس نے اس کو بھی لاک کیا ۔اس کو سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ اس کا ڈر اماٹریگر ہو رہا تھا اس کو لگا تھا وہ پھر سے کسی دلدل میں پھنس چکی ہے۔

"یااللہ اب نہیں اب کچھ ہوا تو میں زندہ نہیں رہ سکوں گی۔"

"حسبونا لا حو وانی مل وکیل۔" زبان پر مسلسل اس دعا کا ورد کرتے ہوئے اس نے شہرام کو فون ملانا چاہا۔ شہرام کا نمبر بزی جا رہا تھا۔ ابھی وہ کسی اور کو فون ملانے کا سوچتی کے دروازے کے پار سے ایک بھاری آواز آئی۔

"گھر میں کوئی نہیں ہے اور مجھے لگتا یہ کمرہ بند رہتا ہے۔ باس کو بولو یہاں ہمیں کچھ نہیں ملا۔"فیبحاان کی باتوں میں الجھ سی گئی۔ڈاکو جیسے بھی ہو وہ ایک کمرے کی تلاشی صرف اس لیے نہیں چھوڑ دیتے کے کمرے کا دروازہ بند ہے۔ابھی وہ اپنا دماغ اور لڑاتی کے اس کو پھر سے دوسرے آدمی کی آواز آئی۔غالباوہ کسی کے ساتھ کال پر تھا۔اور جو اس نے سنا وہ اس کے قدم سے زمین کھینچنے کے لیے کافی تھا۔

"جی شہرام مرزا صاحب ہم نے ہر جگہ تلاشی لے لی ہمیں آپکی بیوی نہیں ملی۔"آگے کال پر سے شاید کچھ کہا گیا۔

"نہیں نہیں آپ آرام سے راولپنڈی رہیں اپنا کام مکمل کریں ہم سب معاملات دیکھ لینگے۔"

اس کا دماغ سن ہو گیا۔کچھ لمحے کے لیے کچھ سنائی دینا بند ہو گیا۔ہر چیز دھندلی ہونے لگی۔

یہ جھوٹ ہے۔

یہ ہو ہی نہیں سکتا۔

شہرام؟ شہرام نے بھیجاان کو؟اس شخص سے لاکھ اختلافات سہی مگر اس نے خواب میں بھی نہ سوچا تھا ان سب میں شہرام کا ہاتھ ہو گا۔یہ جھوٹ ہے میرا دل نہیں مانتا وہ ایسا کیسے کر سکتا

ہے ؟ وہ اتنا کیسے گر سکتا ہے ؟ سانس لینا محاذ بن چکا تھا۔ حلق کسی صحرا کی طرح خشک ہو رہا تھا۔ کانوں میں شہرام کا نام گونجنے لگا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ وہی شہرام جس نے ہمیشہ ساتھ دینے کا وعدہ کیا؟ جس کی آنکھوں میں کبھی سچائی نظر آئی تھی ؟ کیا وہی شخص آج اس کے خلاف سازش کر رہا تھا؟ اس کو پینک اٹیک آ رہا تھا۔ باہر کھڑے مرداب دور جا چکے تھے ہر جگہ سناٹا ہو گیا تھا۔ نہیں نہیں۔ یہ سچ نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ میں پکڑا موبائل لرزنے لگا۔ کسی آخری امید کی طرح اس نے کانپتے ہاتھوں سے شہرام کو کال ملائی۔ گھنٹی بجنے لگی۔ ایک۔۔ دو ۔۔ تین سیکنڈ۔

"ہیلو فبی؟ ہیلو؟" اس کی آواز میں وہی مانوس نرمی تھی مگر اب یہ آواز زہر لگ رہی تھی۔

فبیحا بولنا چاہتی تھی چیخنا چاہتی تھی لیکن الفاظ ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ آخری چیز اس کو جو یاد تھی اس کے ہاتھ میں اس کا فون تھا اور شہرام اس کو آوازیں دے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ ہاتھ سے فون چھوٹ کر زمین پر گرا اور اگلے لمحے وہ خود بھی فرش پر گر چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رات کا اندھیرا سڑکوں پر گہرا ہو چکا تھا۔ وہ کار ڈرائیو کر رہا تھا اور اسی وقت اس کو اپنی ماں کی طرف سے کال موصول ہوئی۔ شہر ام امی سے باتوں میں مصروف تھا کہ اس نے موبائل پر نظر ڈالی۔ فبیحا کی کال آرہی تھی۔ پہلے ایک مسڈ کال پھر دوسری۔

فبی کی کال؟ وہ ابھی اس کو کال بیک کرنے لگا تھا کے پھر سے اس کی کال آنے لگی۔ اس نے پہلی فرصت میں کال ریسیو کی۔ آگے سے فبیحا کا کوئی جواب نہ آیا۔ ہیلو ہیلو کرتا وہ پریشانی میں گھر چکا تھا۔ مگر آگے سے صرف خاموشی۔ دل میں گھبراہٹ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ کال کاٹے بنا فون اسپیکر پر ڈال دیا اور گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ ابھی گھر صرف پانچ منٹ دور تھا مگر اسے لگ رہا تھا جیسے یہ پانچ منٹ پانچ سال کے برابر ہو گئے ہوں۔ یہ خاموشی، یہ پراسراریت، یہ انجانا سا خوف۔ کچھ غلط ضرور تھا۔ جب تک وہ گھر نہیں پہنچا فبیحا کو کال پر آوازیں دیتا رہا۔

کال بند بھی نہیں ہوئی تھی نہ اس کو کوئی جواب موصول ہو رہا تھا۔ اس کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔ گاڑی کے ٹائر ایک جھٹکے سے گھر کے سامنے رکے۔ بنا گاڑی لاک کیے اور اپنا موبائل اٹھائے وہ دروازے کی طرف بھاگا۔ چابی جیب سے نکال کر کانپتے ہاتھوں سے دروازہ کھولا اور

تیزی سے اندر داخل ہوا۔ گھر ویسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ چھوڑ کر گیا تھا مگر ہوا میں کچھ بدلا ہوا تھا۔ کوئی ان دیکھی بے چینی کوئی انجانا سا سایہ۔

"فبیحا۔۔فبی کہاں ہو؟" پریشانی کے عالم میں زینے پھلانگتے ہوئے اوپر دوڑ لگائی۔ کمرے کا دروازہ دھڑ دھڑاتا ہوا وہ باقاعدہ چیخنے لگا تھا۔

"فبی دروازہ کھولو یار۔" دروازہ لاک تھا مگر اندر خاموشی کا راج تھا۔ اب تو جیسے ہر لمحہ بھاری ہو گیا تھا۔ اس نے اسٹڈی روم کی طرف دوڑ لگا دی۔ درازیں کھنگالیں اور چابی نکال کر کانپتے ہاتھوں سے لاک میں ڈال دی۔ اندھا دھن چابی دروازے میں لگاتا ہوا وہ اب بھی اس کو پکار رہا تھا۔ دروازہ کھل گیا مگر سامنے کا منظر دیکھ کر اس کا دل بند ہو چکا تھا۔ چینختا ہوا وہ زمین پر گری فبیحا کے پاس گیا اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر اس کا چہرہ تھپکنے لگا۔

"فبی اٹھو یار کیا ہو گیا ہے۔ یااللہ مدد کر۔" بے جان پڑی لڑکی کو اپنے طاقتور بازوؤں میں اٹھایا اور بیڈ پر لٹایا۔ اس کے منہ پر پانی کا چھڑکاؤ کیا مگر وہ بے ہوش تھی تو بے ہوش ہی رہی۔ ڈاکٹر کو بلانے کے غرض سے اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالا تو جیب خالی تھی۔ بھاگتا ہوا نیچے اپنی گاڑی کی طرف آیا اور فون اٹھا کر کال ملانے لگا۔

Clubb of Quality Content

"ہاں ڈاکٹر نواز آپ گھر آ سکتے ہیں ؟ایک ایمر جنسی ہے۔"ڈاکٹر کو اس نے جلدی جلدی پوری صورتحال بتائی پھر تیزی سے اوپر پلٹا۔بیڈ پر پڑا اس کا دوپٹہ اٹھایا اور اس کے بالوں میں لپیٹنے لگا۔اس کے برابر بیٹھا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کا ہاتھ اوپر کر کے اپنا سر ٹکا دیا۔

"فبی پلیز اٹھ جاؤ کیوں تم ایک مرد کو بار بار رلاتی ہو؟"کئی لمحے گزرے،وقت کچھ آگے گیا

۔

"ان کو سیوئر پینک اٹیک آیا تھا۔اگر آپ وقت پر نہ پہنچتے تو شاید ان کے دماغ کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ابھی میں نے ان کو ڈرپ اور میڈیسن دے دی ہیں وہ سو رہی ہے مگر آپ کو بہت خیال رکھنا ہو گا۔کسی قسم کی ٹینشن نہیں دینی ان کا ذہن ابھی بھی بہت نازک ہے۔"ڈاکٹر نواز کی آواز نے خاموشی توڑی۔شہرام سر جھکائے ڈاکٹر کی باتیں سن رہا تھا۔وہ دونوں باہر دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے کے ڈاکٹر نے اس کو مخاطب کیا۔

"شہرام میں نہیں جانتا آج ایسا کیا ہوا تھا،مگر ایک بات یاد رکھنا ٹراما کے اثرات مکمل ختم نہیں ہوتے بس انسان وقت کے ساتھ جینا سیکھ لیتا ہے۔فبیحا نے کافی حد تک ریکور کر لیا تھا مگر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آج وہ پھر سے اس اندھیرے میں چلی گئی ہے جس سے نکلنے میں اسے برسوں لگے تھے۔"

شہرام نے گہری سانس لی۔

"میں اس کا خیال رکھوں گا ڈاکٹر صاحب۔" ڈاکٹر نواز فبیحا کا علاج کر رہے تھے جب سات ماہ پہلے وہ سب ہوا تھا۔ بیچ میں وہ ٹھیک ہو گئی تھی اسلئے اس کا علاج بھی بند ہو گیا تھا مگر آج پھر۔۔

"میں کوشش کر رہا ہوں۔" شہرام کے چہرے پر تھکاوٹ چھائی ہوئی تھی۔

"اللہ آپ دونوں کے لیے بہتر کرے میں چلتا ہوں اب۔ اللہ حافظ۔" شہرام نے سر کے خم سے ان کو سلام کیا اور دروازہ بند کر کے اس کے ساتھ ہی لگ کر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ ابھی وہ اوپر کمرے کی طرف جا رہا تھا کے اس کی نظر لاؤنج کے قالین پر پڑی۔ قدم چلتا چلتا وہ اس کے قریب آیا اور زمین پر بیٹھا۔ قالین پر جوتے کے نشانات تھے جو شہرام کو ساکت کرنے کے لیے کافی تھے۔ وہ عجلت میں اٹھا اور باہر بیٹھے گارڈ کے پاس دوڑا۔ اس نوجوان گارڈ کا گریبان پکڑ کر اٹھایا اور اس پر دھاڑا۔

"جب میں نے کہا تھا مجھے ایک ایک پل کی خبر چاہیے۔۔کون آ رہا ہے کون جا رہا ہے تو کیوں نہیں دی تم نے؟" گارڈ سہم چکا تھا۔اس نے آج تک شہرام کا یہ روپ نہیں دیکھا تھا۔

"وہ سر کوئی آیا ہی نہیں یہاں۔" کانپتے وجود کے ساتھ ہمت سے جواب دیا۔

"جھوٹ مت بولو میں نے خود ابھی اندر کسی کے جوتوں کے نشانات دیکھے ہیں بتاؤ کون آیا تھا ہاں؟"

"سر میں کب سے یہاں بیٹھا ہوا ڈیوٹی کر رہا ہوں کوئی نہیں آیا۔" شہرام نے غصے سے اس کو جھنجھوڑا اور جھٹکے سے اس کو چھوڑ دیا۔

"کیمرہ کی فوٹیج کہاں ہے؟" غصے سے اس کے سر کی رگیں تن گئی تھیں۔

"سر کیمراز تو کل سے خراب پڑے ہیں پر آپ فکر نہ کریں میں سامنے والے کیمراز کی فوٹیج نکلواتا ہوں۔"

"تم کچھ نہیں کرو گے سمجھ آئی؟" ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کیا اور وہیں کھڑے کھڑے کال ملائی۔

"اسلام علیکم آنٹی وہ مجھے آپ کے کیمرہ کی فوٹیج مل سکتی ہے؟" ان کو ساری بات سمجھاتا ہوا وہ اندر بڑھ گیا۔ مگر جاتے جاتے گارڈ سے مخاطب ہو کر سخت آواز میں بولا۔

"تمہاری چھٹی۔ اپنا سامان اٹھاؤ اور یہاں سے نکلو جب تم نے اندھا ہو کر بیٹھنا ہوتا تو اس سے اچھا میں کسی اور کو رکھ لوں۔" دروازہ ٹھا کر کے بند کیا۔ اوپر کمرے میں گیا تو وہاں وہ بستر پر لیٹی نیند کی وادیوں میں گم تھی۔ چہرہ مرجھا چکا تھا اور آنکھوں تلے ہلکے نمایاں ہو رہے تھے۔ کچھ لمحے وہ کھڑا ہوا اس کو دیکھتا رہا پھر کچھ دعائیں پڑھ کر اس پر پھونک ماری اور وہاں سے نکل گیا۔ ابھی اس نے ان کی خبر لینی تھی جس نے اس کی عورت کو اس حال تک پہنچایا تھا۔ مگر وہ اس بات سے بے خبر تھا کے ایک طوفان اس کا شدت سے انتظار کر رہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"ہاں کچھ پتہ چلا تمہیں؟" سامنے والے کی بات سن کر ہاتھ میں پکڑا پانی کا گلاس سامنے دیوار پر دے مارا۔

"کیا مطلب کوئی سوراخ نہیں ملا؟ایسے کیسے وہ شخص وہاں سے غائب ہو سکتا ہے؟کس کام کے ہو تم؟وہ عورت میری ذمہ داری تھی۔"غصے اور فریسٹیشن سے اس کا حال بد تر ہو رہا تھا۔

"مجھے آج رات تک ساری رپورٹ چاہیے اس کو کس نے مارا اور وہ کہاں ہے ورنہ تم لوگ ذکاء داؤد کو اچھی طرح جانتے ہو۔"موبائل بیڈ پر پھینکتے ہوئے اٹھا اور نیچے بیسمنٹ کی جانب بڑھا۔اس کے دل کی دھڑکنیں تیز تھی جیسے کسی طوفان کا سمندر اسکے اندر چل رہا ہو۔نیچے اترتے ہی بیسمنٹ کی بتیاں جلائی اور روشنی پھیلتے ہی اس کے سامنے ایک چھوٹا سا شوٹنگ ایریا نما سیٹ اپ نمودار ہوا۔دیواروں پر ٹارگٹ لگے ہوئے تھے۔ایک کارنر میں الگ الگ طرح کی بندوقیں صفائی سے لگی تھیں۔

اس نے بنا کسی دیر کے ایک شیلف کی طرف ہاتھ بڑھا کر ایک سیاہ رنگ کا ماسک اٹھایا اور اپنے چہرے پر چڑھا لیا۔اس کی آنکھیں صرف چھوٹی سی پتلی سی جگہ سے نظر آرہی تھی۔جن میں غصہ اور فریسٹیشن کے شعلے بھڑک رہے تھے۔پھر ایک پستول اٹھائی جس کا لوہا ٹھنڈا تھا لیکن اس کے وجود کی آگ ہر چیز سے زیادہ گرم تھی۔سرمئی آنکھوں سے پہلا ٹارگٹ دیکھا جو

سامنے دیوار پر لگا تھا، ایک آدمی کا نقشہ جسے پریکٹس کے لیے بنایا گیا تھا۔ سانس اندر کھینچ کر اپنے جذبات کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی لیکن جیسے ہی ٹریگر دبایا ایک زور کا دھماکا گونج اٹھا ۔ گولیوں کی آواز بیسمنٹ کے اندر گونجنے لگی اور ہر نیا شاٹ اس کے اندر اٹھتے غصے کا ایک حصہ نکال رہا تھا۔ ایک کے بعد ایک گولی ہر ٹارگٹ کو چکنا چور کر رہی تھی جیسے اس کے اندر کے ایموشنز بھی براستے جا رہے ہوں۔

آخری گولی چلانے کے بعد اس نے ہاتھوں سے پستول نیچے کی، ایک گہری سانس لی اور پھر ماسک اتار کر ایک طرف پھینک دیا۔ پسینے سے بھیگا ہوا چہرہ اور تیز سانسیں اس بات کا ثبوت تھی کے اندر کتنا طوفان مچا ہوا تھا۔ مگر کیا غصے اور فرسٹیشن کا یہ علاج کافی تھا؟ شوٹنگ اس کی تھیراپی تھی۔ جب کسی انسان پر گولی چلانے سے محروم رہتا تو انسانوں جیسے ٹارگٹ پر چلا لیا کرتا تھا۔ اس کے اندر کا خوف پھر سے جاگ رہا تھا۔ کل ہی اس سے کسی کا خون ہوا تھا آخر کس کا؟

اس نے آنکھیں بند کیں اور منظر واضح ہوا۔ فضل خان سے ملاقات کے بعد وہ گاڑی ڈرائو کر رہا تھا۔ اپنی سوچوں میں غرق اس کو اندازہ نہیں ہوا کب اس کی گاڑی کے سامنے ایک بلی کا

بچہ آگیا۔اچانک سے بریک پر پیر رکھا مگر وہ بلی کا بچہ اپنی جان کھو چکا تھا۔کانپتے جسم کے ساتھ وہ اترااور بیچ روڈ پر پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔سامنے بلی کا بچہ مرا پڑا تھااور اس کا خون روڈ پر اپنے نشان چھوڑ رہا تھا۔ڈرتے ڈرتے آنکھوں میں آنسو لیے اس نے بلی کے بچے کو اٹھایااور روڈ کے برابر بنی جگہ پر گیا۔مٹی کھود کر اس کو دفن کیا۔اپنا ہاتھ دیکھا تو وہ خون سے سرخ تھا۔ ایک دم سے اس کو تیزی سے ابکائی آئی۔وہاں کھڑے لوگ اس کو کوئی پاگل سمجھ رہے تھے جو ایک جانور کے مرنے پر رو رہا تھا۔پر لوگوں کو کیا اندازہ کے اس نے ایک دفعہ پہلے بھی اپنے جگر کے ٹکرے کو ایسے دفنا یا تھا۔اپنی آنکھیں کھولی تو وہاں نمی تھی۔کل کا واقعہ اس سے ہضم نہیں ہو رہا تھا کے آج اس کو خبر ملی کے اس عورت کو قتل کر دیا گیا جو اس کے لیے نوری جیسی تھی۔سیڑھیوں پر اس نے قدموں کی چاپ سنی۔جانتا تھا کون ہو گا اسلئے کوئی رد عمل نہیں دیا۔

"مام میں ابھی کسی چیز کے موڈ میں نہیں ہوں۔" ابھی وہ کچھ اور بھی کہنے لگا تھا کے چہرہ موڑا اور ساکت ہو گیا۔

"تم ؟ تم یہاں کیا کر رہی ہو ؟" سامنے کھڑی اس کارف والی لڑکی کو بیزاریت سے دیکھتے ہوئے اس کے منہ سے نکلا۔

"تو تم ہو ذکاء داؤد ؟ ZID realty کے مالک ؟" لڑکی نے بھی اتنی ہی حیرت سے پوچھا جیسے اس کی موجودگی پر خود بھی حیران ہو۔

"مجھے تو لگا تھا آپ کو اس دن لفٹ سے نکل کر اندازہ ہو گیا ہو گا کے ذکاء داؤد کون ہے ؟" دیوار سے ٹیک لگاتے ہوئے سینے پر ہاتھ باندھ کر اس پر جوت کی۔ پسینوں سے اس کی شرٹ بھیگی ہوئی تھی اور بالوں کی ایک لٹ گیلی ہو کر منہ کے آگے جھول رہی تھی۔ لڑکی نے بلاوجہ نظریں چرائی۔

"اندازہ ہوا ہوتا تو آپ کے سامنے کھڑی ہو کر یہ پوچھ نہ رہی ہوتی۔" وہ ہلکے طنزیہ انداز میں بولی۔

"ویسے میں پوچھ سکتا ہوں آپ یہاں میرے گھر میں کیسے ؟" میرے پر زور دے کر پوچھا۔

"میں تو آنٹی سے ملنے آئی تھی تو یہاں آ کر پتہ چلا وہ گھر پر نہیں ہیں۔ میں واپس ہی جانے لگی تھی کے مجھے یہاں سے گولیوں کی آوازیں سنائی دیں۔"

Clubb of Quality Content

"اور آپ نے سوچا ہیرو بن کر گھس جاتی ہوں بھلے سے کوئی دہشت گرد یا ڈاکو ہی کیوں نہ ہوتا؟" وہ مسکرایا اور گال کے گڑھوں نے اپنی جھلک دکھائی۔

"اتنی سیکیورٹی ہے مسٹر داؤد کوئی ایسے کیسے کوئی داخل ہو جائیں گے۔" ذکاء نے اب اس پر غور کیا۔ پشمینہ اسکارف سر پر لپیٹے، لمبی اسکرٹ اور شرٹ پہنے وہ خوبصورت لگ رہی تھی۔ ذکاء نے فوراً نظروں کا زاویہ بدل لیا۔ اس کے سامنے لیڈی ڈائنا بھی آجائے اس کو وہ بھی پسند نہیں آنی (شاید لیڈی ڈائنا پسند آجائے)۔

"ڈاکو ہوں گے وہ۔ آپ نہیں کے لفٹ میں بھی نہ داخل ہو سکیں۔" پانی کی بوتل کو منہ سے لگاتے ہوئے جواب دیا۔

"انڈر ایسٹیمیٹ کر رہے ہیں آپ مجھے؟" لڑکی نے مسکرا کر پلٹ کر دیکھا جیسے چیلنج دے رہی ہو۔

"ویسے مام تو گھر پر نہیں ہیں آپ ابھی تک گئی کیوں نہیں؟" اس کا سوال نظر انداز کر کے اس نے معصومانہ سا سوال کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں نیچے ڈاکو کو جو دیکھنے آئی تھی۔" وہ بھی اتنے ہی معصومانہ انداز میں بولی اور آنکھیں ٹپٹپائیں۔ ذکا بے ساختہ ہنسا۔

"خیر i am leaving آنٹی آئیں تو ان کو بتا دینا میں آئی تھی۔" وہ جانے کے لیے مڑی ہی تھی کہ۔۔

" alright I'll tell mom کے کوئی میں آئی تھی۔" لڑکی نے پلٹ کر گھورا جیسے اس کے جملے کا مطلب سمجھ گئی ہو مگر پھر چہرہ نارمل رکھا۔

"اٹس از کہ۔ از کہ پرویز۔" اور ہیل کی ٹک ٹک کرتے وہ اوپر چلی گئی۔

"ہمم از کہ پرویز۔" اس نے گن کی نال پر انگلی پھیری مگر پھر سر جھٹک کر شوٹنگ کا ارادہ ترک کر دیا۔ آج کے لیے بس بہت تھا۔ غصہ کم ہو چکا تھا اور اب صرف الجھن باقی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح کا سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ پیر کا دن تھا سب لوگ اپنے اپنے دفتروں میں مصروف تھے تو کوئی بچے اسکولوں میں۔ بیڈ پر لیٹی فیبحا کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھلی۔ ایک دم سر چکرایا جیسے پورا وجود زمین میں دھنس رہا ہو۔ وہ اٹھ کر بیٹھی اور جیسے ہی نظریں گھمائیں

دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئیں۔ شہرام اس کے برابر میں کرسی رکھ کر بیٹھا سو رہا تھا۔ شاید پوری رات ہی وہ اس کے ساتھ تھا۔ فبیحا کو کچھ سمجھ نہ آیا یہ کیا ہو رہا ہے اس کے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگیں پھر ذہن پر زور ڈالا تو کل کے مناظر آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگے۔ شہرام نیند میں کسمسایا اور خمار بھری آنکھوں سے بیڈ پر ہونک بنی فبیحا کو دیکھ کر وہ بھی چونکا۔ یہ سب کتنا غلط ہے۔ وہ شرمندہ ہوا۔ وہ یہاں نہیں رہنا چاہتا تھا مگر مجبوری تھی۔ "وہ میں۔" کچھ کہنے لگا مگر رک گیا۔

"تمہاری طبیعت کیسی ہے؟" نرمی سے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ایک ہی دن میں وہ کسی پھول کی طرح مرجھا سی گئی تھی۔ شہرام کو تکلیف ہوئی اس کو دیکھ کر۔

"ہمم بہتر ہے۔" اس نے رخ موڑ لیا جیسے اس کی آواز بھی برداشت کرنا مشکل ہو۔

"تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟" شہرام نے پھر سے گفتگو شروع کی۔

"ہاں تھوڑا اکیلے رہنے کی۔" تلخی سے جواب آیا۔ اس نے سوچا تھا وہ اب شکوہ نہیں کرے گی۔ اس نے مان لیا تھا اس کے نصیب میں ہی یہی ہے۔ شہرام نے سر جھکا کر آہستہ سے سر ہلایا جیسے یہ جملہ اس کے اندر تک اتر گیا ہو۔

"تم آرام کرو میں نے تمہاری یونیورسٹی میں اپلی کیشن دے دی تھی تمھارے ایگزام کی۔"

وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔اس کا حال بھی فبیحا سے مختلف نہ تھا۔سوجی آنکھیں اور تھکا ہوا چہرہ اس بات کی نشاندہی کر رہا تھا جیسے وہ بھی فبیحا کی بیماری میں شریک ہو۔

"تم تو راولپنڈی گئے تھے نہ کل؟" شکی لہجے میں سوال آیا۔اس کے لہجے میں کچھ تھا کے وہ رک گیا۔

"نہیں میری گاڑی خراب ہو گئی تھی۔اور میرے فون کی چارجنگ بھی ختم ہو گئی تھی کے میں انفارم کر دیتا تمہیں۔" جانتا تھا وہ یقین نہیں کرے گی مگر پھر بھی وضاحت دے دی۔

"فون کی چارجنگ ختم ہو گئی تھی تو ان بندوں کے ساتھ کیسے بات ہو گئی تمہاری؟" اس کی آواز میں نمی تھی جیسے یقین کے آخری دھاگے ٹوٹ رہے ہوں اور شہرام کو لگا وہ پھر سے پیچھے رہ گیا بہت۔رات میں ہی اس نے فوٹیج دیکھ لی تھی۔کوئی تین لوگ تھے۔چہرے پر کالا ماسک چڑھائے گھر میں داخل ہوئے۔دیکھنے میں وہ کوئی اناڑی یا کرائے کے ڈاکو لگتے تھے۔ چوکیدار کو انہوں نے کہیں بھیج دیا تھا اس کا مطلب چوکیدار اس چیز میں شامل نہ تھا۔شہرام نے کل رات ہی انکا بندوبست کروا دیا تھا اور انکا بندوبست تم لوگوں کو تھوڑی دیر میں پتہ چل

جائے گا۔وہ قدم قدم چلتا بیڈ کے کنارے آیا۔ذرا سا جھک کر اس کی بھوری آنکھوں میں جھانکا۔وہاں پھر سے شکوے۔شکایت۔بھروسہ ٹوٹنے کا درد تھا۔

"انہوں نے تمہیں کوئی نقصان پہنچایا؟"ایک ایک لفظ توڑ توڑ کر ادا کیا۔

"انہوں نے تمہیں بتایا نہیں کیا؟"طنزیہ ہنستے ہوئے لڑکی نے چہرہ موڑ لیا تھا۔

"فبیحا میں آخری بار پوچھ رہا ہوں انہوں نے تمہیں کوئی نقصان پہنچایا؟"اس بار لہجہ تھوڑا سخت رکھا۔اس کی ان تیز نظروں کے سامنے وہ بے بس ہو رہی تھی۔یہ نظر۔۔یہ سوال۔۔یہ لہجہ۔۔دل چاہا کہ چیخ پڑے،رو دے سب کچھ کہہ ڈالے۔مگر بس ایک لفظ ادا کر سکی۔

"نہیں۔"شہرام کے دل میں تھوڑا سکون اترا۔مگر پھر وہ سیدھا ہوا۔ایک سوال رہ گیا تھا۔

"تمہیں ایسا لگتا ہے ان سب کے پیچھے میرا ہاتھ ہے؟"خود کی طرف اشارہ کرتے جیسے بے یقینی سے پوچھا۔

"مجھے لگتا نہیں،یقین ہے۔"یہ جملہ شہرام کے دل میں تیر کی طرح پیوست ہو گیا۔وہ صفائی دینے لگا تھا کہ فبیحا نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"کہہ دو کے تم نے انہیں نہیں بھیجا تھا؟ جب وہ یہاں گھسے تو وہ تمھارے ساتھ رابطے میں نہیں تھے؟ انہوں نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا کیوں؟ اسلئے کے ان کو تم نے ہی بھیجا تھا اگر کوئی اور بھیجتا تو وہ میرے کمرے کے باہر آکر رک نہیں جاتے۔" بولتے بولتے وہ ہانپنے لگی تھی۔اس نے ارادہ کیا تھا شہرام سے کوئی ذکر نہیں کرے گی مگر جب وہ سامنے آیا تو زبان نے دل کا ساتھ نہیں دیا۔آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔شہرام سامنے کھڑا چپ چاپ اس کو دیکھ رہا تھا۔اندر غصے کے ابال اٹھ رہے تھے۔

"چپ کیوں کھڑے ہو بولو کچھ کے وہ تم نہیں تھے۔" چیخ چیخ کر اس کا گلا بیٹھ رہا تھا۔

"اب میں اپنے لفظوں سے نہیں، اعمال سے تمہیں اپنا یقین دلاؤں گا۔" اپنی بات کہہ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔

"ہاں یاسر ان بندوں کا کیا ہوا؟" کمرے سے نکلتے ہی یاسر کو میسج بھیجا۔

"مار کھا کھا کر انکا حال بے حال ہے مگر اپنی زبان نہیں کھول رہے۔" دوسری طرف سے یاسر کا پیغام وصول ہوا تو ہاتھوں کی مٹھیاں تک بھینچ لی۔

"میں آرہا ہوں ان کی زبان کیسے کھلوانی ہے میں بتاؤنگا آکر۔" جواب دے کر نیچے آیا اور اپنی گاڑی میں بیٹھتے ہوئے ایک اور میسج ٹائپ کیا۔

"ثبات کیا تم فبیحا کے پاس آسکتی ہو؟ میں کام سے باہر جا رہا ہوں۔she is not fine ۔" اور مطلوبہ نمبر پر بھیج کر کار اسٹارٹ کر دی۔ کمرے میں فبیحا بیٹھی گہری گہری سانس لیتی خود کو نارمل کر رہی تھی۔ وہ شہرام پر اعتبار کر رہی تھی مگر اعتبار نے اپنے قدم جمانا شروع ہی کیے تھے کے شہرام نے وہ قدم کاٹ کر پھینک دیئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"کیا بکواس ہے یہ؟ شہرام کیسے ان تک پہنچا؟ تم لوگوں نے فوٹیج غائب نہیں کروائی تھی کیا؟" عصر کی نماز کے بعد مسجد سے نکلتے ہی فضل خان نے غصے سے اپنے برابر کھڑے آدمی کو گھورا۔ اس کے چہرے پر وحشت تھی ماتھے پر بل پڑے ہوئے تھے اور مٹھی سختی سے بند تھی۔ لوگوں کی نظریں اس پر پڑنے لگیں تو اس نے فوراً اپنی آواز دھیمی کر لی لیکن لہجے کی تیزی اب بھی برقرار تھی۔

"اگر انہوں نے اپنا منہ کھولا تو شہرام کی موت میرے ہاتھوں ہو گی اور میں ابھی اس کو موت کے گھاٹ اتارنا نہیں چاہتا۔" وہ آدمی جو فضل خان کے ساتھ کھڑا تھا ذرا بھی پریشان نہیں ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ خان صاحب کا غصہ زیادہ دیر نہیں رہے گا خاص طور پر جب انہیں یہ معلوم ہو کہ مسئلہ پہلے ہی حل کیا جا چکا ہے۔ اس نے مسکراتے ہوئے سر جھکایا اور اعتماد سے کہا۔

"خان صاحب آپ فکر نہ کریں میں نے پہلے ہی انتظام کر دیا ہے اگر شہرام دو ہاتھ آگے ہے تو میں اسے چار ہاتھ آگے ہوں۔ وہ لوگ یاسر کے ایک پرانے گھر میں ہیں انکے پاس موجود ٹریکر یہ خبر دے رہا ہے۔ اب کچھ ہی پل میں وہاں کچھ اموات ہونے والی ہیں۔ پولیس کو میں نے پہلے سے اطلاع دے دی ہے۔ ایک تیر سے دو نشانے۔" اس نے آخری جملہ کہتے ہوئے ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ فضل خان کو دیکھا لیکن فضل خان کی آنکھوں میں اب بھی شک کی چمک تھی۔

"اگر اس کام میں تم کامیاب نہیں ہوئے تو یاد رکھنا شہرام کے ہاتھ تمہیں میں خود جا کر دونگا ۔"

Clubb of Quality Content

"جی بہتر خان صاحب۔" وہ شخص مودّب سا ہاتھ باندھ کر تیزی سے وہاں سے ہٹ گیا۔

فضل خان نے گہری سانس لی اور اپنے قدموں کی رفتار دھیمی کر لی۔ گھر اور مسجد کے درمیان کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا مگر وہ ہمیشہ پیدل ہی جاتا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ ہر قدم کے ساتھ اسے ثواب ملے گا لیکن نیت میں کھوٹ ہو تو دائیں کندھے والا نامہ اعمال لکھنے والا بائیں کندھے والے کو یہ ذمہ داری سونپ دیتا ہے۔ وہ راستے میں تسبیح پڑھتا جا رہا تھا جب اچانک ایک بچی کے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ چھوٹی سی کمزور سی بچی تھی جو گلی کے کونے پر کھڑی زار و قطار رو رہی تھی۔ پہلے تو فضل خان نے اسے نظر انداز کیا لیکن پھر جانے کیوں اس کے قدم خود بخود اس بچی کی طرف بڑھنے لگے۔

"کیا ہوا بیٹا؟ آپ اس وقت اکیلی کیا کر رہی ہیں؟" اس نے نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"میں کھو گئی ہوں اور گر بھی گئی ہوں۔" ہچکیوں کے درمیان وہ بامشکل بول پا رہی تھی۔

میں کھو گیا ہوں اور گر بھی گیا ہوں۔۔

سترہ سالہ فضل خان آنسو کے ساتھ ہچکولے لے رہا تھا۔ اس کے ارد گرد ہر طرف شور تھا۔ پانی کی تیز لہریں شام کے سائے میں مزید خوفناک لگ رہی تھیں۔ کشتیوں پر لوگ سوار ہو

رہے تھے اور اس کے آس پاس کوئی اپنا نہیں تھا۔ وہ بے یار و مددگار کسی کے سہارے کا انتظار کر رہا تھا۔ بچی کی سسکیوں نے اسے حال میں واپس کھینچا۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ ہاتھ سے اس کے گالوں پر آئے آنسو صاف کیے۔

"آپ کے ماما بابا کہاں ہیں؟"

"بابا نماز پڑھ رہے تھے اور میں باہر نکل آئی اب مجھے وہ مل نہیں رہے۔" سسکیوں کے درمیان وہ سب بتا رہی تھی۔

"آؤ تمھارے بابا کو ڈھونڈیں۔" اس بچی کو گود میں اٹھاتا ہوا مسجد کی طرف چل دیا۔ وہاں پہنچا ہی تھا کے ایک آدمی بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔ بچی بھی اس آدمی کو دیکھ کر اس کی طرف اچھلنے لگی۔ فضل خان نے بچی کو اپنی گود سے اس آدمی کی گود میں دیا۔

"آپکا بہت بہت شکریہ خان صاحب۔ میری اکلوتی بیٹی کی حفاظت کرنے کے لیے۔" وہ آدمی ممنون نظروں سے فضل خان کو دیکھنے لگا مگر فضل خان بس مسکرا دیا۔

"اللہ اس کے نصیب اچھے کرے۔" بس اتنا کہہ کر وہ وہاں سے نکل گیا۔ بچپن کے مناظر آنکھوں کے سامنے کسی فلم کی طرح چل رہے تھے۔ اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی

Clubb of Quality Content

مگر جانتا تھا کہ وہ زیادہ دیر یہاں رکا تو کوئی غلط قدم اٹھالے گا۔ٹراما کا مارا شخص یا تو دوسروں کو اس تکلیف سے بچالیتا ہے یا پھر دوسروں کو بھی اسی آگ میں جلادیتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"ہیلو میڈم کیسی ہیں آپ؟"دروازہ کھول کر شرارت سے پوچھتے ہوئے وہ کمرے میں داخل ہوئی۔فبیحا بستر پر نہیں تھی۔وہ شیشے کے سامنے کھڑی اس کی نظریں اپنی عکاسی میں کسی ایسے راز کو تلاش کررہی تھیں جو شاید خود اس پر بھی واضح نہیں تھا۔ثبات کی آواز پر وہ چونک کر مڑی اور جیسے ہی اس کی نظر اپنی دوست پر پڑی چہرے پر خوشگوار حیرت کی لہر دوڑ گئی۔

"تم۔۔تم کب آئی؟"قدم چلتی چلتی اس کے قریب آئی اور اس کے گلے لگی۔

"مجھے شہرام نے کہا تھا یہاں آنے کو۔"اس کا نام سن کر بھوری آنکھوں میں جو خوشی تھی وہ مدھم پڑھ گئی۔

"شہرام کے ساتھ آئی ہو تم؟"سرسری سے انداز میں پوچھا پتہ نہیں کیوں مگر دل میں کچھ چبا تھا۔

"نہیں اس نے صرف مجھے تاکید سے کہا تھا تمھارے پاس آنے کو۔ فکر مند لگ رہا تھا تمھارے لیے بہت۔" اس کا ہاتھ تھام کر کہتی ہوئی وہ بہت یقین سے کہہ رہی تھی۔ فبیحا زبردستی مسکرادی مگر وہ مسکراہٹ آنکھوں تک نہ پہنچ سکی۔ وہ اس موضوع پر مزید کچھ کہنا نہیں چاہتی تھی اس لیے اپنا دھیان بٹانے کے لیے ثبات کا ہاتھ تھاما اور نیچے کچن میں آگئی۔ کچن تک پہنچتے ہوئے وہ دونوں ہلکی پھلکی باتیں کرتی رہیں مگر ان کے لہجوں میں کچھ غیر محسوس سا بوجھ تھا۔ جیسے وہ دونوں ایک دوسرے سے کچھ چھپا رہی ہوں۔۔ جیسے ان دونوں کے درمیان کچھ نادیدہ فاصلے آچکے ہوں۔

"پیپر کیسا ہوا تمہارا؟" کافی کا جار نکالتے ہوئے اس نے ثبات سے پوچھا۔

"بس ہو ہی گیا۔ توبہ ہے اتنا مشکل تھا نا۔" ناک منہ چڑھا کر منہ ہی منہ میں انویجلیٹر کو نیک لفظوں میں یاد کیا۔

"جب تیاری نہیں کرو گی تو مشکل ہی ہو گا۔" وہ مسکرائی۔

"ہاں بھئی فبیحا آلم دی گریٹ تو یہی کہے گی نہ۔ اور چھوڑو تم آج میں کافی بنا کر پلاتی ہوں۔" اس کے ہاتھ سے جار لیتے ہوئے اس نے فبیحا کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بناؤ خوشی سے۔" مگر وہ بیٹھی نہیں بلکہ کاؤنٹر کے قریب ہی کھڑی رہی جیسے اسے کچھ کہنا ہو مگر الفاظ ساتھ نہ دے رہے ہوں۔

"تم اپنا ایگزام اب کب دو گی؟" ساس پین میں دودھ ڈالتے ہوئے اس نے فیبحا سے پوچھا۔

"پتہ نہیں سر سے بات کرونگی اللہ کرے وہ ابھی ہی لے لیں۔" انگلی سے ناخن کھرچتے ہوئے جواب دیا۔

"تم کہو گی تو مان لینگے ویسے بھی فیوریٹ اسٹوڈنٹ جو ٹھہری آپ سر کی۔"

"کاش دوسروں کے لیے بھی اتنی ہی فیوریٹ ہوتی۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

"تم بتاؤ تمھارے انٹرویو کا کیا بنا؟" فیبحا نے موضوع بدلنے کی کوشش کی مگر اس کا لہجہ ویسا نرم نہیں تھا جیسا ہونا چاہیے تھا۔

"ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔ ذکاء کو تو تم جانتی ہی ہو اس کو ہر چیز پرفیکٹ چاہئے ہوتی کوئی نقص نہ ہو۔" ثبات نے اپنے دھن میں یہ بات کر دی بنا یہ سوچے کے فیبحا کیا سوچ رہی ہو گی۔

ذکاء داؤد۔ اس نام کے ساتھ کتنی یادیں جڑی تھیں کتنے زخم منسلک تھے۔۔۔

"پر اس کو کیا خبر اس کے اس پر فیکشنیست عادت سے دوسروں کی زندگیوں پر کیا اثر پڑھتا ہے۔" کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے فبیہا دل کے لفظ زبان پر لائی۔ ثبات کافی بناتے بناتے رک گئی۔ ایک پل کے لیے اس کا دل کسی انجانے خوف میں جکڑ گیا۔ حلق میں کوئی چیز اٹکنے لگی۔ اس نے سختی سے گلے میں ابھرتی گلٹی کو نگلا اور مدھم آواز میں بولی۔

"فبی تم کچھ نہیں جانتی اس کے بارے میں۔" فبیحا نے ایک گہری سانس لی جیسے خود پر قابو پا رہی ہو۔ پھر ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔

"تم تو ایسی کہہ رہی جیسے بچپن سے میں نہیں تم اس کے ساتھ رہتی آئی ہو۔ ذکاءداؤد کو جتنا میں جانتی اتنا اس کی ماں بھی نہیں جانتی۔"

"تو بتاؤ پھر کتنا جانتی تم اس کو؟" سینے پر ہاتھ باندھے وہ جواب کی منتظر تھی۔ فبیحا کی آنکھوں میں ایک عجیب سی تکلیف آئی مگر ساتھ ہی ایک گہری اداسی بھی۔ اس نے نظریں چولہے پر رکھی کافی پر جمادیں جیسے جواب دینے سے پہلے خود کو سنبھالنا چاہتی ہو۔

"اتنا شاید وہ خود کو بھی نہیں جانتا۔" خود سے بڑبڑاہٹ کی۔ ثبات نے سانس روکتے ہوئے اگلا سوال کیا۔

Clubb of Quality Content

"اتنا ہی جانتی ہو تو بتاؤ اس نے کیوں تمہارا ساتھ چھوڑا؟" ثبات کے اچانک اس سوال سے تکلیف تو شاید چھوٹا لفظ لگا تھا فبیہا کو اس وقت۔ اس کی انگلیاں غیر محسوس طریقے سے میز پر چلنے لگیں۔ کچھ پل کے لیے وہ خاموش رہی پھر بہت مدھم آواز میں بولی۔

"بدلے میں انسان کسی بھی حد تک جا سکتا ہے ثبی۔"

"بدلہ؟ ذکاء نے یہ سب کسی بدلے کی آڑ میں کیا ہے؟" اس کی سہیلی جیسے حیران تھی۔

"ہر چیز وقت پر اچھی لگتی ثبی نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد۔" ثبات نے آہستہ سے سر ہلایا جیسے مزید سوال نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔ اس نے کافی کے دو مگ اٹھائے اور فبیحا کے آگے رکھ دیے۔

"اچھا خیر یہ لو بن گئی کافی۔" شکل سے کافی اتنی پیل لگ رہی تھی۔ فبیحا کا بگڑا موڈ مزید بگڑ گیا مگر اس نے زبردستی مسکراتے ہوئے کپ اٹھا لیا۔ کبھی کبھی دوسروں کو خوش کرنے کے لیے خاموشی سے تلخ گھونٹ بھرنے پڑتے ہیں۔ کچن میں دونوں معمولی باتیں کر رہی تھیں ہنسی بھی آ رہی تھی مگر حقیقت یہ تھی کہ دونوں کے خیالات کہیں اور تھے۔ فبیحا کا شہرام کی طرف اور ثبات کا اس بدلے کی طرف۔۔

Clubb of Quality Content

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کمرے میں اس وقت صرف ایک چھوٹے سے جھولتے بلب کی روشنی کے علاوہ اور کوئی روشنی نہ تھی۔ جگہ جگہ دیواروں پر پرانے زنگ آلود کیل اور خراشوں کے نشان تھے۔ کھڑکی کے باہر سورج چمک رہا تھا مگر بھاری پردے آگے گرنے کے باعث روشنی اندر داخل ہونے سے قاصر تھی۔ ایک چھوٹا بوسیدہ پنکھا چھت پر آہستہ آہستہ گھوم رہا تھا جیسے کسی بوجھ تلے دبا ہوا ہو۔ کمرے کے بیچوں بیچ ایک پرانی میز رکھی ہے۔ تین آدمی گرد آلود اور پریشان حال اس کے ایک طرف بندھے بیٹھے تھے۔ ان کے کپڑے میلے اور بدن پسینے میں بھیگا ہوا تھا۔ چہرے پر الجھن اور خوف کا عکس واضح تھا۔ دوسری طرف ایک کرسی پر شہرام بیٹھا ان آدمیوں کو غصیلی نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کی نظریں ان تینوں پر جمی تھیں جیسے کسی کمزور شکار کو دیکھ رہا ہو۔

"اب بتاؤ۔۔۔ میرے گھر میں کیوں گھسے اور میرا نام کیوں لیا کال پر؟" وہ ذرا آگے کو جھکا اور سرد لہجے میں کہا۔ کسی سے جواب نا پا کر وہ دھاڑا۔

"میں آخری بار پوچھ رہا ہوں۔ تم لوگ وہاں کیا کر رہے تھے؟" ایک آدمی جو دوسروں سے زیادہ پریشان نظر آرہا تھا گھبرا کر نظریں اٹھائیں۔ اس کی سانس بے ترتیب تھی۔ وہ بولنے ہی لگا کے ساتھ بیٹھا دوسرے شخص نے کہنی مار کر اسے روکا۔ اپنے ساتھی کی خاموش تنبیہ کو نظر انداز کر کے ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "ہم۔۔۔ ہم بس غلطی سے۔۔۔ اندر گھس گئے تھے۔ ہمیں نہیں پتا تھا کہ۔۔۔"

"غلطی سے؟" شہرام ایک دم دھاڑا اور کھڑے ہو کر اس آدمی کو گریبان سے اوپر اٹھایا۔

"مجھے کہانیاں سننے کا شوق نہیں ہے۔۔ اور جھوٹ بالکل برداشت نہیں کرتا۔" دونوں آدمی ڈرے سہمے ہوئے اپنے ساتھی کو شہرام کے ہاتھوں میں دیکھ رہے تھے۔ آدمی کی پیشانی پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے۔ وہ ہونٹ بھینچ کر نیچے دیکھنے لگا۔ باہر ہوا کی تیز سرسراہٹ سنائی دی۔ شہرام نے ایک جھٹکے سے اس آدمی کو چھوڑا اور جیسے ہی وہ سیدھا ہونے لگا اس نے مڑ کر ایک گھونسا اس کے جبڑے پر مارا۔ آدمی ہل کر رہ گیا۔ شہرام نے پیچھے کی طرف قدم بڑھائے۔ اس کے قدموں کی چاپ فرش پر گونج رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

"اب ایک آخری موقع دے رہا ہوں۔۔۔ورنہ میں اپنے طریقے سے پوچھوں گا۔"کمرے میں خاموشی چھا گئی۔پنکھا ابھی بھی آہستہ آہستہ گھوم رہا تھا جیسے وقت نے اپنی رفتار کھو دی ہو۔باہر کہیں کوئی دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز آئی اور کمرے میں بیٹھے تینوں آدمیوں کی سانسیں مزید بے ترتیب ہونے لگی۔

"ہاں بھئی ابھی تک منہ نہیں کھولا انہوں نے؟"یاسر کمرے میں داخل ہوا۔ہاتھ میں کچھ تھا جو لا کر اس نے شہرام کے ہاتھ میں تھمایا۔

"لگتا ہے جان پیاری نہیں ان کو اپنی۔"شہرام قدم قدم چلتا آگے آیا اور عین ان تینوں شخص کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔ہاتھ میں ایک کالے رنگ کی پسٹل گھماتا ہوا ان کو سر ترچھا کر کے دیکھنے لگا۔

"اگر میرے تین گننے تک اپنی زبان نہ کھولی تو اندر پوری نو گولیاں ہیں۔حساب سے سب کو تین تین مارونگا۔"سرمئی آنکھوں میں اس وقت کسی نرمی کی گنجائش نہ تھی۔

Clubb of Quality Content

"میرا مشورہ مانو تو اس کی بات مان لو تم تینوں۔سائیکو آدمی ہے یہ صرف دھمکیاں نہیں دیتا یہ ۔۔ان پر عمل کرنا بھی جانتا ہے۔" یاسر نے وارننگ دی۔ویسے بھی کافی دن سے اس نے بھی کوئی شو نہیں دیکھا تھا تو خیر مزہ تو آرہا تھا اس کو۔

"ہمارا یقین مانو غلطی ہوئی ہے ہم سے۔ہم۔۔" اور اس آدمی کی بات حلق میں ہی رہ گئی۔ گرم گرم دھات اس آدمی کے بازو میں آکر گھسا تھا۔درد سے وہ ایسا چلا رہا تھا جیسے قیامت گزری ہو۔باقی دو افراد پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی اپنے ساتھی کو دیکھتے تو کبھی سامنے پسٹل پکڑے آدمی کو۔یاسر کے اطمینان میں زرہ برابر بھی فرق نہ آیا تھا بس ایک گہری سانس خارج کی تھی۔

"میں نے کہا تھا جھوٹ نہیں۔اب بتاو اگلی گولی دل میں کھانا پسند کرو گے یا دماغ میں؟" سفاکی سے کہتے ہوئے وہاں موجود ہر شخص پر خوف طاری کر گیا تھا وہ۔کسی کا جواب نہ پا کر اس نے پھر سے گن لوڈ کی۔ابھی وہ نشانہ لینے ہی لگا تھا کہ۔۔

"ذک۔ذکا داؤد نے بھیجا تھا ہمیں۔" کمرے میں گھپ سناٹا چھا گیا۔جیسے سب کا سانس تک رک گیا ہو۔پہلے پہل تو شہرام ان کو حیرت سے دیکھتا رہا پھر زور کا قہقہہ لگایا۔

"یہ شخص پکا سٹیایا ہوا ہے۔" ناخنوں کو منہ سے کترتے ہوئے یاسر نے اس کی شان میں پھر سے تعریفیں کی۔

"خود کو بچانے کا اچھا طریقہ ہے۔۔" نفی میں سر ہلاتا ہوا وہ اب بھی ہنس رہا تھا۔پر اس کی ہنسی میں کچھ خوف تھا۔ان کی بات سچ ہو جانے کا۔

"م۔می۔میں سہی کہہ رہا ہوں ذکاء داؤد نے ہی ہمیں آرڈر دیا تھا یہاں آنے کا تم چاہو تو ہمارے فون تمھارے پاس ہیں تم ریکورڈنگ سن لو۔"

"خاموش۔۔" شہرام نے لات سے ٹیبل انکے سامنے پھینکی۔آگے آیا اور ان آدمی کے لیڈر کو بالوں سے پکڑ کر اٹھایا۔"میں نے کہا نہ جھوٹ نہیں۔" وہ غرایا اور اس شخص کو مارنے لگا۔

"شہرام بس کر پاگل ہو گیا کیا مر جائے گا وہ۔" یاسر بھاگتا ہوا آیا اور شہرام کو دور دھکہ دیا۔ گہری گہری سانس لیتا ہوا پھر قریب آیا مگر یاسر اس کے آگے آچکا تھا۔

"ان کی فون ریکورڈنگ چیک کرو۔" ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کیا۔

"جھوٹ بول رہے ہیں یہ لوگ کسی کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں اور میں جانتا ہوں کس کو بس ان کے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔" بے بسی سے چیخا۔

"ذکاء کو بچانے کی کوشش مت کرو۔ دماغ سے سوچو دل کو چھوڑ دو۔" سخت لہجے میں اس کو سمجھایا۔ وہ بنا جواب دیئے باہر کی طرف بڑھ گیا۔ جب دروازہ بند ہو گیا تو یاسر سفاکی سے چلتا انکے سامنے آرکا اور نیچے جھک کر سرگوشی کی۔

"اگر یہ جھوٹ ہوا تو شہرام بھی تمہیں کیا موت دے گا جو میں نے سوچ رکھی ہے۔" ہلکا سا مسکرا کر سامنے ایک آدمی کا کندھا تھپکا اور باہر چلا گیا۔ پیچھے پنکھا ابھی گڑ گڑ کر رہا تھا اور دیواروں نے اپنے کان کھڑے کر لیے تھے۔

"تو پاگل ہو گیا ہے کیا؟ اس طرح اپنا ٹیمپر لوز کر رہے؟" شہرام باہر لاؤنج میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا جب ہی یاسر آکر اس کے سر پر برس پڑا۔

"میرا دماغ آل ریڈی بہت خراب ہو رہا ہے تم اپنا منہ بند رکھ لو۔" انگلی اٹھا کر اپنے دوست کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ مگر اس کا دوست ڈھیٹوں کا بھی سردار تھا تو چپ نہ ہوا۔

"ذکا کی محبت کو ایک طرف رکھ کر دیکھو کیا پتہ۔۔"

"محبت نہیں ہے مجھے اس سے۔" شہرام اس کی بات کاٹ کر بول پڑا۔ پر کیا واقعی وہ ذکا سے نفرت کرتا ہے؟

Clubb of Quality Content

یاسر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"اچھا چلو بس پھر کال ریکارڈنگ دیکھ لیتے ہین۔ خود کو ہلکان مت کرو۔" شہرام بس سر ہلا کر رہ گیا جبکہ یاسر ایک کمرے میں چلا گیا۔ دو منٹ بعد وہ ایک پلاسٹک زپ لاک بیگ کے ساتھ لوٹا۔ اس بیگ کے اندر ایک موبائل، لائٹر اور والٹ تھا۔ یاسر نے احتیاط سے موبائل نکالا۔ اس کا پاسورڈ وہ پہلے ہی ان آدمیوں سے لے چکا تھا۔ کیسے لیا اس کو ہم اس وقت رہنے دیتے ہیں۔ یاسر مطلوبہ کال ریکارڈنگ ڈھونڈ رہا تھا جبکہ شہرام اس کی یہ کاروائی دیکھ رہا تھا۔

"مل گئی۔" اس نے ریکارڈنگ پلے کی اور ایک مانوس سی آواز ابھری۔

"اپنے بندوں کو بولو تیار رہے کہیں جانا ہے میں۔ ایڈریس بھیج دیتا ہوں۔"

ریکارڈنگ بند ہو گئی اور شاید شہرام کی سانسیں بھی۔ ذکا نے صرف یہی بات کی تھی۔

"ٹیکسٹ مسج چیک کرو۔" شہرام نے میکان کی انداز میں کہا۔ یاسر نے فورن انباکس کھولا۔ ایک نمبر سے وہاں کسی گھر کا ایڈریس موصول ہوا تھا۔ ابھی وہ لوگ اور تبصرہ کرتے باہر سے پولیس کے ہارن کی آوازیں آئی۔ شہرام نے سامنے بت بنے کھڑے یاسر کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"They have trackers with them" یہ کہہ کر وہ دونوں اندر کمرے کی طرف دوڑے۔ کمرے کا دروازہ کھولا تو جیسے دونوں کے اوپر آسمان ٹوٹ پڑا۔ وہ تینوں آدمی مر چکے تھے۔ ان کے رنگ نیلے ہو رہے تھے اور منہ سے جھاگ آ رہا تھا۔ کمرے میں عجیب سی بو تھی۔ وہ دونوں ناک پر ہاتھ رکھ کر عجلت میں آگے آئے۔ ان آدمیوں کی نبض دیکھی مگر وہ اپنی زندگی کھو چکے تھے۔ پہلے ایسی بو کمرے میں نہیں تھی۔ یقیناً ان کی موت اس ہی بو سے ہوئی ہے۔ شاید یہ کسی قسم کی زہریلی گیس ہے۔

"Assassin beacon"۔ شہرام نے سوچ سمجھ کے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے یاسر نے مڑ کر شہرام کو دیکھا۔ شہرام آہستہ آہستہ لاشوں سے دور ہو کر کمرے کی ایک دیوار کے پاس جا کھڑا ہوا۔ وہ دروازے کے قریب دیوار کو غور سے دیکھنے لگا جیسے کچھ تلاش کر رہا ہو۔

"مطلب یہ کے یہ سب ایک ٹریپ تھا۔ یہ ایک جان لیوا جال ہوتا ہے۔ ایک ایسا ٹریکر جو صرف لوکیشن ٹریک کرنے کے لیے نہیں بلکہ اپنے ہدف کو ختم کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔" رک کر سانس خارج کیا۔ پھر گویا ہوا۔

Clubb of Quality Content

"یہ بظاہر ایک عام GPS ٹریکر کی طرح لگتا ہے مگر اس کے اندر ایک چھپی ہوئی زہریلی گیس کی کیپسول ہوتی ہے۔ جوں ہی یہ ٹریکر ایک خاص جگہ یا کسی خاص وقت پر پہنچتا ہے یہ خود کار طور پر ایک بے رنگ زہریلی گیس چھوڑ دیتا ہے۔" تھوڑے توقف کر کے کے بولا۔

"یہاں دیکھو۔ یہ ایک micro Beacon ہے۔ جیسے ہی ان آدمیوں کو ایک جگہ اکٹھا پایا گیس خارج کر دی۔"

"یہ گیس کس قسم کی ہے؟" یاسر کے چہرے پر کچھ کچھ سمجھ کے آثار تھے۔

"یہ Nano mist neurotoxin ہے۔ یہ عام زہریلی گیسوں کی طرح نہیں۔ یہ سانس کے ذریعے اندر جاتا ہے اور صرف چند سیکنڈز میں پھیپھڑوں اور دماغ کو بند کر دیتا ہے۔ پہلے جسم سن ہونے لگتا ہے پھر سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے اور آخر میں انسان کا نروس سسٹم مکمل طور پر فیل ہو جاتا ہے۔" پولیس کے سائرن کی آواز قریب آ رہی تھی۔

"میں اے ایس پی نواب کو فون کرتا ہوں اور سچویشن سمجھاتا جب تک تم ان کا بندوبست کرو۔ ان کو ہم ان ہی پولیس کے حوالے کریں گے جو یہاں آ رہے ہیں۔ اگر فضل خان مجھ

سے دو ہاتھ آگے ہے تو میں اس سے چار ہاتھ آگے ہوں۔" شہرام فون پر انگلیاں چلاتا ہوا جانے کو مڑا۔

"یہ۔۔یہ سب فضل خان نے کیا ہے؟" یاسر شاک کے مارے پوچھ سکا۔

"ہنڈریڈ اینڈ ٹین پرسنٹ۔" اور یہ کہہ کر وہ کال ملاتا کمرے سے نکل گیا۔

"بیڑا غرق ہو شہرام تمہارا پہلے بتا دیتے کون سا موت آجانی تھی۔" برے منہ کے ساتھ وہ بھی کسی کو کال ملانے لگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سیاہ کوٹ پینٹ اور نیچے سرمئی شرٹ پہنے بالوں کو سلیقے سے سیٹ کیے ذکا داؤد اپنے آفس میں بیٹھا کسی اہم میٹنگ میں مصروف تھا۔اس کی نظریں سامنے والے پر جمی تھیں مگر اس کی بائیں ٹانگ مسلسل ہل رہی تھی۔۔بے چینی نہیں بلکہ ایک سوچے سمجھے کھیل کا حصہ۔اس کے چہرے پر ایک ایسا سکون تھا جو صرف وہی لوگ اپناتے ہیں جو خود پر مکمل اعتماد رکھتے ہیں۔

"آپ کے ساتھ اس پروجیکٹ میں کام کر کے ہماری فرم کو کیا فائدہ پہنچے گا مسٹر داؤد؟"

سامنے بیٹھے ادھیڑ عمر آدمی نے عینک کے پیچھے سے غور سے ذکا کو دیکھا۔اس کے ساتھ بیٹھا نوجوان ہاتھ میں قلم تھامے ہر نکتہ نوٹ کر رہا تھا۔ذکا نے گردن کو ذرا سا خم دیا۔کرسی کی پشت سے سیدھا ہو کر بیٹھا اور ایک لمحے کے توقف کے بعد ٹھہرے ہوئے مگر وزنی الفاظ میں بولا۔

"ہمارا جس جگہ پروجیکٹ ہے وہاں حکومت دو سال بعد بائی پاس بنانے کا منصوبہ رکھتی ہے۔ اس بائی پاس کے بعد زمین کی مالیت دُگنی ہو جائے گی۔"وہ لمحہ بھر کے لیے رکا جیسے اگلے جملے کا اثر مزید گہرا کرنا چاہتا ہو پھر ایک پُراعتماد مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"بائی پاس کے باعث ٹریفک کا فلو بڑھے گا نتیجتاً ہماری سوسائٹی کمرشل حیثیت اختیار کر لے گی اور اس کی قدر میں نمایاں اضافہ ہو گا۔"سامنے بیٹھے شخص کے تاثرات بدلنے لگے۔دلچسپی بڑھ رہی تھی چہرے پر سوچ کی پرچھائیاں ابھر رہی تھیں۔ذکا نے کرسی کے ہتھے پر کہنی ٹکائی اور آگے جھک کر اپنے پلین کا اگلا وار کیا۔

Clubb of Quality Content

"جی ٹین مرکز کے قریب ہماری سوسائٹی سے صرف سات سو میٹر کے فاصلے پر شہر کا سب سے بڑا اور لیوش مال تعمیر ہو رہا ہے۔۔۔جو ہمارے پروجیکٹ کو چار چاند لگا دے گا۔"

دوسری طرف سے اب بھی کچھ شکوک باقی تھے تو اگلا سوال آیا۔

"پر ان سب کا منافع تو اتنی جلدی نہیں ہونا؟" سامنے بیٹھے شخص کو جلد بازی تھی۔ اور یاد رکھیے گا جلد بازی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ ذکا کی آنکھوں میں چمک آئی جیسے یہ سوال وہ پہلے ہی سن چکا ہو۔ اس نے ایک سانس لی پھر قدرے مسکراتے ہوئے بولا۔

"آپ کتنے وقت میں پیدا ہوئے تھے؟"

"سوری؟" آدمی کو جیسے اس کی بات بے تکی لگی۔

"نو ماہ رائٹ؟ اور آپ کی عمر لگ بھگ بیالیس تینتالیس کے قریب ہو گی؟ تو اس مقام تک پہنچنے کے لیے آپ کو پچیس سے تیس سال تو لگے ہوں گے؟" سامنے بیٹھا آدمی اب مکمل طور پر ذکا کی گرفت میں آ چکا تھا۔

"تو مسٹر تالپور صاحب ہر عظیم چیز وقت کی بھٹی میں تپ کر کندن بنتی ہے۔ چاہے وہ ایک انسان کی پیدائش ہو یا ایک بزنس ایمپائر کی بنیاد۔ صبر اور وقت کے بغیر نہ خواب پورے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہوتے ہیں نہ سلطنتیں قائم۔"اس سلطنت کا بادشاہ جانتا تھا اب انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں ۔تالپور صاحب نے مسکراتے ہوئے اپنے ساتھ بیٹھے نوجوان کی طرف دیکھا پھر ذکا کی طرف مڑا اور دھیرے سے کہا۔

"Well looks like the game is in your hands Mr Dawood۔"اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔ذکا کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔اس نے اپنی ٹانگ ہٹائی اور بڑھے ہاتھ کو مضبوطی سے تھاما۔

"It's my pleasure Mr Talpur۔آئی ہوپ ہم اس ایمپائر کو اور اپنے تعلقات کو مزید آگے بڑھا سکیں گے۔"

"آپکے ساتھ کام کر کے خوشی ہو گی اور شاید میری میتھ بھی اچھی ہو جائے۔"میر تالپور مسکراتے ہوئے بولا۔

"میں اسے تعریف سمجھوں گا۔"اب وہ لوگ باہر کی طرف جانے لگے تھے۔دروازہ بند ہوا اور ذکاء نے اپنا کوٹ اتار کر پاور چیئر پر پھینکا۔خالد ہاتھ میں آئی پیڈ پکڑے کچھ پوائنٹس نوٹ کر رہا تھا۔ذکا کو دیکھ کر سر کو ہلکا سا خم دیا۔

Clubb of Quality Content

"کہا تھا نا خالد میں نے کے ذکاء داؤد کو کوئی انکار نہیں کر سکتا۔" سیاہ آنکھوں میں جیت کی چمک واضح تھی۔

"میر تالپور ایک بزنس مین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم پولیٹیشن بھی ہے۔اس کے ساتھ اگر ہمارا کولیبوریشن قائم رہا تو ZID realty اس ملک کے ٹاپ ٹین میں سے ہٹ کر ٹاپ فائیو میں آجائے گی۔" وہ فخر سے پلاننگ کر رہا تھا۔

"میں باقی کے کام دیکھ کر آپکو رپورٹ دیتا ہوں مسٹر داؤد۔" خالد سر ہلاتا ہوا آفس سے نکل گیا۔وہ گھوم کر اپنی کرسی پر آبیٹھا۔انٹر کام اٹھا کر اپنے لیے چائے کا آرڈر دیا اور آنکھیں بند کر کے سر سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا۔

آفس کا دروازہ کھلا اور وہ قدم قدم چلتا ہوا آگے آیا۔ایک کرسی کھینچنے کی آواز سنائی دی اور پھر وہ شخص ذکا کے سامنے بیٹھ گیا۔ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر خاموش مگر جلتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ۔ذکاء آنکھیں کھولے بنا پہچان گیا تھا کون ہو گا۔چہرے پر ایک مسکراہٹ دوڑ گئی۔یہ مسکراہٹ کسی بھی فتنہ اور دشمنی سے پاک تھی۔شاید اس کو اپنے سامنے دیکھنے کے لیے وہ کب سے انتظار کر رہا تھا۔

"تم جانتے ہو ابھی میں تمھارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔" وہ آنکھیں بند رکھتے ہوئے بڑبڑایا۔

"مبارک نہیں دو گے بھائی کی ایک بزنس ڈیل ڈن ہوئی ہے؟"

"مبارک باد ضرور دیتا اگر سامنے بھائی ہوتا۔ مگر افسوس مجھے بھائی چارا کرنے کا کوئی شوق نہیں۔" اب کے اس نے آنکھیں کھولی اور سامنے بیٹھے شخص کو غور سے دیکھا۔ رف سی پورے آستین والی بھوری شرٹ جس کے کف پیچھے کو موڑے ہوئے تھے اور ساتھ ہی جینز پہنے وہ سرمئی آنکھوں میں تپش لیے اسی ہی گھور رہا تھا۔

"تو اب ایک لڑکی کے خاطر بھائی ماننے سے بھی انکار کر دیا؟" وہ جیسے افسوس سے بولا۔

"لڑکی ہوتی تو مان لیتا مگر وہ عام لڑکی نہیں بیوی ہے میری۔" بیوی پر زور دیتے ہوئے اس نے کہا۔ ذکاء کے دل میں شاید کچھ چبا تھا پر اس کو کیا وہ کون سا فبیحا سے محبت کرتا تھا۔ کیا واقعی؟

"خیر تم بلاوجہ تو میرے پاس نہیں آتے ہمیشہ دھمکی دینے آتے ہو۔ تو بتاؤ آج کیا دھمکی ملے گی مجھے؟" وہ بھی اطمینان سے بولا۔

"میری غیر موجودگی میں میری بیوی کے گھر پر ہوتے ہوئے بندے بھیجنے کی وضاحت کرو گے تم؟"

"شادی سے پہلے دماغ خراب تھا اس کے بعد مزید خراب ہو گیا۔ کہنا کیا چاہتے تم؟" ذکا کی بھنویں تن گئیں۔

"میں اپنی بات دہرانے کا عادی نہیں مگر ایک بات یاد رکھنا اگر تمہاری اس دشمنی سے فبیحا پر کوئی بھی اثر پڑا تو میں تمہیں مارتے وقت یہ بھی لحاظ نہیں کروں گا کے ہم کبھی ایک تھے۔"

لفظ ایک ایک کر کے برف کی سلوں کی طرح گرے اور کمرے میں موجود ہوا ایک دم بوجھل ہو گئی۔

"میں گھٹیا ضرور ہوں مگر اتنا گھٹیا نہیں کہ ایک اکیلی لڑکی کے گھر میں ہوتے ہوئے میں پیچھے بندے بھیج دوں۔"

ذکا کی گہری پر سکون مگر جمی ہوئی آواز کمرے میں گونجی۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں ایک ایسا ٹھہراؤ تھا جیسے وہ شہرام کی الجھنوں کی تہہ تک پہنچ چکا ہو۔ وہ جانتا تھا کہ شہرام یہاں بس اپنی تسلی کے لیے آیا تھا دل کو یقین دلانے کے لیے کہ فبیحا کے گھر جو کچھ ہوا اس کے پیچھے ذکا کا

ہاتھ نہیں تھا۔اور وہ یقین۔۔۔ذکا کی آسمان جیسی سیاہ آنکھوں میں چمک رہا تھا۔مگر اگلے ہی لمحے ذکا نے ایک ایسا جملہ ادا کیا جو کسی قیامت سے کم نہ تھا۔

"تم جانتے ہو گل لالہ مر چکی ہے؟" الفاظ بجلی کی کوند کی طرح گرے اور شہرام کے وجود کو جلا گئے۔وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹا جیسے کسی نے اس کی سانس کھینچ لی ہو پھر حیرت سے آنکھیں پھاڑے ٹیبل پر جھک گیا۔آنکھوں میں بے یقینی تھی اور چہرے پر سناٹے کا راج۔

"یہ۔۔۔یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" اس کی آواز لرز گئی۔ذکا کی نظروں میں کوئی تاثر نہ تھا جیسے یہ خبر اس کے لیے کوئی جذباتی حیثیت نہیں رکھتی تھی جیسے یہ بس ایک اور خبر ہو۔ایک اور قتل ایک اور راز۔

"یہ قتل ہے۔" ذکا کے یخ بستہ لہجے نے شہرام کے بدن میں سنسنی دوڑا دی۔

"کس نے کیا ہے یہ سب؟" یہ بس ایک سرگوشی تھی ایک بے بس چیخ جو شہرام کے حلق سے بمشکل نکلی۔ذکا نے لمحہ بھر کے لیے اسے دیکھا پھر دھیمے مگر جرح کرنے والے انداز میں پوچھا۔

"وہی میں جاننا چاہتا ہوں شہرام۔۔۔کس نے کیا یہ سب؟"

Clubb of Quality Content

شہرام کی نظروں میں ایک عجیب خالی پن تھا جیسے اس کا ذہن بہت پیچھے کسی اندھیری گلی میں بھٹک رہا ہو مگر پھر وہ میکان کی انداز میں بولا۔

"مجھے معلوم ہے وہ کون ہے۔" ذکا کے ماتھے پر شکنیں ابھریں اس نے اپنی انگلیوں کو آپس میں جوڑا اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اگر تمہارا اشارہ فضل خان کی طرف ہے تو یہیں سے واپس پلٹ جاؤ۔ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔"

شہرام کے ضبط کا بند ٹوٹ گیا۔

"میں فضل خان کی بات نہیں کر رہا!" وہ دھاڑا۔ ذکا کی آنکھیں تنگ ہوئیں اور وہ کرسی کی پشت سے سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"آواز نیچی رکھو میرے ہی آفس میں کھڑے ہو کر مجھ پر مت چلاؤ۔" اس کے لہجے میں وہی دبدبہ تھا جو اسے ذکا داؤد بناتا تھا۔ شہرام سختی سے لب بھینچ گیا۔ مگر اندر ایک طوفان برپا تھا۔

گل لالہ۔ ایک نام جو ایک معصوم چہرے کے ساتھ جڑا تھا۔ وہ لڑکی جوان دونوں کے لیے ایک بہن کی مانند تھی۔ جس کی ماں ان کے گھر کام کرتی تھی اور جب وہ دنیا سے چلی گئی تو گل لالہ نے ان کے سائے میں پناہ لے لی۔ مگر اس کے ساتھ بھی وہی ہوا تھا جو فیچا کے ساتھ ہوا

تھا۔ معاشرے کے خونخوار پنجوں سے اسے محفوظ رکھنے کے لیے اس کا نکاح فضل خان کے خاص آدمی سے کرادیا گیا۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے۔۔۔ کہ یہ نکاح بس ایک معاہدہ تھا۔ فضل خان نے اس آدمی کو خرید لیا اور گل لالہ کو اپنی زینت بنا لیا۔ شہرام اور ذکاء کو یہی بتایا گیا کے وہ راولپنڈی میں رہتی ہے اور شوہر کافی سخت ہے دین میں اسلئے وہ اس کو ان لوگوں سے ملنے نہیں دیتا کے یہ نامحرم ہیں۔ وہ سب دھوکہ تھا۔۔ پہلے پہل فضل خان کبھی کبھار ان سے گل لالہ کی بات کروادیتا مگر آہستہ آہستہ وہ رابطہ کم ہوتا گیا۔ اور اب۔۔۔ وہ مر چکی تھی۔ شہرام کے اندر پچھتاوے کی آگ بھڑک چکی تھی۔

"میں اس کی موت کا بدلہ لے کر رہوں گا۔" اس نے دانت پیسے اور ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا۔ وہ مڑا دروازے کی طرف بڑھا مگر جیسے ہی اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا کہ ذکا کی گہری جمی ہوئی آواز پھر سے گونجی۔

"زیلمے فضل خان۔" شہرام کے قدم وہیں جم گئے۔ ایک لمحے کے لیے کمرے میں خاموشی چھا گئی اور پھر۔۔۔ شہرام نے ایک جھٹکے میں گردن موڑی آنکھوں میں ایک نئی چمک ایک نیا جنون۔ وہ جان چکا تھا اب اسے کیا کرنا ہے۔ ذکا نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر لمبی

سانس لی جیسے وہ بس اشارہ دینے کا منتظر تھا۔وہ فضل خان سے اپنے تعلقات خراب نہیں کرنا چاہتا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ اگر شہرام کا خون کھول اٹھا تو یہ کام خود بخود ہو جائے گا۔

وہ بندے جو فبیحا کے گھر گھسے تھے انکا تعلق ذکاء داؤد کے ساتھ تھا مگر اس دن اس نے ان بندوں کو فبیحا کے گھر نہیں راولپنڈی بھیجا تھا مگر بیچ میں فضل خان نے اپنا کھیل کھیل کر ان ہی بندوں کو شہرام کے گھر بھجوا دیا۔فضل خان شہرام کو ذکاء سے دور کرنا چاہتا تھا کیونکہ شہرام مرزا وہ جانتا تھا جو ذکاء داؤد جان گیا تو فضل خان کی موت پکی تھی۔مگر ایک راز اور بھی تھا جو ذکا اور شہرام دونوں سے ہی پوشیدہ تھا اور اس کا گواہ صرف ایک تھا۔مگر وہ کون تھا؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات گہری ہو چکی تھی مگر شہرام اب تک واپس نہیں لوٹا تھا۔ثبات کب کی جا چکی تھی اور اب پیچھے بس تنہائی رہ گئی تھی۔وہ باہر لان میں بیٹھی گلیڈیولس کو دیکھ رہی تھی۔شہرام کی باتیں اس کے الفاظ سب ذہن میں گردش کر رہے تھے۔پھول کو دیکھتے دیکھتے وہ پیچھے جا چکی تھی۔

وہ ایک شادی والا گھر تھا۔روشنیوں قہقہوں اور ہنگامے میں ڈوبا ہوا۔ہر طرف چھل پہل تھی کوئی اپنے کپڑوں کی فکر میں تھا تو کوئی میک اپ کے آخری لمحات سنوار رہا تھا۔

"نور آپی آپ خوش ہیں؟"مایوں میں بیٹھی دلہن کے قریب سمٹی فبیہا نے آہستہ سے پوچھا۔ماہ نور کی آنکھوں میں لمحے بھر کو نمی چمکی مگر وہ ضبط کر گئی۔

"خوش ہونے کے علاوہ اور کچھ کر سکتی ہوں میں؟"ایک آہ بھرتے ہوئے اس نے اپنے دل کی بات کی۔

"آپ جانتی ہیں محبت زبردستی نہیں کروائی جا سکتی۔اگر ایسا ہوتا تو آپ آج میرے بھائی کی دلہن بنتی نہ ہی زیلے کی۔"اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے ہلکا سا دبایا جیسے اپنے لفظوں کی سچائی پر مہر لگا رہی ہو۔

"میں جانتی ہوں فبی ان سب میں تمہارا قصور نہیں ہے۔"ماہ نور نے نظریں چرا لیں۔

"پر ذکا کو لگتا میرا قصور ہے وہ مجھ سے بات بھی نہیں کر رہا۔"سیدھی ہو کر بیٹھتے ہوئے اس کی نظریں کسی پنڈلم کی طرح یہاں وہاں گھوم رہی تھیں۔آج صبح سے اس کو عجیب عجیب وہم ہو رہے تھے کہ کچھ بہت برا ہونے والا ہے۔

"میں سمجھادوں گی اس کو تم فکر مت کرو۔اچھا تم میرا ایک کام کردو نیچے سرونٹ روم میں شاید میرا کوئی پارسل ہے۔طاہرا کو بولنا وہ لے کر آجائے کہیں ادھر ادھر نا ہو جائے۔"

"میں کہتی ہوں۔"اپنا ڈوپٹہ سنبھالتی ہوئی وہ کمرے سے نکلی اور سامنے ہی ذکا سے ٹکراو ہوا۔ ایک نظر اس نے فبیہا کو دیکھا اور بنا کچھ کہے اس کے ساتھ سے نکل گیا۔وہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

"خود ہی ٹھیک ہو جائے گا ہونا ہو گا تو عجیب۔"وہ طاہرا کو آوازیں دینے لگی تو ذکا کی ماں نے بتایا وہ کسی کام میں مصروف ہے۔

"میں خود ہی لے آتی ہوں پارسل ملازموں کا کیا بھروسہ ہے غائب ہی نہ کردیں۔"وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے سرونٹ کوارٹر میں آئی۔مگر اتنا اس کو معلوم نہ تھا کہ یہاں آکر اس کی عزت داغدار ہونے والی تھی۔کسی کی نظر مسلسل اس پر تھی کب سے۔کوارٹر میں کوئی نہیں تھا اور بتیاں بھی گل تھیں۔اس نے جیسے ہی بتیاں جلائی تو کسی نے آکر اس کو پیچھے سے پکڑ لیا۔ وہ شخص مضبوط تھا اور فبیہا اس کی گرفت سے نہیں نکل پارہی تھی۔وہ جب تک چیختی رہی جب تک وہ نیم بے ہوش نہیں ہو گئی۔گھر میں شور ہونے کے باعث اس کی چیخیں اوپر نا

پہنچ سکیں۔ وہ مزاحمت کرنا چاہتی تھی مگر جسم میں اتنی جان بھی نہیں تھی کے اس شخص کو خود کے ساتھ زبردستی کرتے ہوئے روک پاتی۔ ایک آنسو اس کی آنکھ سے ٹوٹ کر گرا اور پھر برسات شروع ہو گئی۔

اس نے آنکھیں کھولی تو وہ نم تھیں۔ آخر کیوں جس کے ساتھ زیادتی ہو اس کو ہی چپ رہنا پڑتا ہے کہ وہ بدنام ہو جائے گی ہر جگہ ؟ سب نے چپ رہنا سکھایا پر اپنے حق کے لیے آواز اٹھانا کیوں نہیں سکھایا؟ سب نے اس کو چھوڑ دیا مگر اس کے کردار پر کیچڑ اچھالنا ابھی تک کیوں نہیں چھوڑا؟ لوگ کیوں کرتے ہیں ایسے ؟ گلیڈیولس کے پھول کو دیکھتے ہوئے وہ خود سے سوال کر رہی تھی جب ہی اس کو ایک ٹیکسٹ موصول ہوا۔

"کیا ہم مل سکتے ہیں؟ میرے لیے کوئی جگہ ہے ؟"

میسج دیکھ کر اس کے دل کی رفتار تیز ہوئی پھر ہلکی۔ پھر نارمل ہو گئی۔ بنا اس کو جواب دیئے اپنے کمرے میں اوپر آئی اور الماری کھول کر ایک ڈائری نکالی۔ جب جب اپنے دل کے الفاظ قید کرنے ہوتے تو وہ ان کو سیاہی سے کاغذ پر گھسیٹ لیا کرتی تھی۔ ایک قلم اٹھایا اور لکھنا شروع کیا۔

تم کیا جانو؟ نہیں تم کبھی نہیں جان سکو گے!

میں وہی سورج ہوں جسے تم تپتی دوپہروں میں کوستے ہو۔

جب دھوپ انگاروں کی صورت تم پر برستی ہے۔

مگر میں ہی وہی سورج بھی ہوں جسے تم سرد راتوں میں تراستے ہو۔

جب کرنوں کی چادر میں لپٹنے کو دل مچلتا ہے۔

یہ کیسا بندھن ہے؟

یہ راحت واذیت کا ایک انوکھا سفر۔

تم کبھی مجھ سے بچنے کی کوشش کرتے ہو۔

کبھی میری طلب میں مصلّے بچھاتے ہو۔

اور پھر بھی کچھ دیوانے ایسے ہیں۔۔

جو میری جلن میں بھی سکون پاتے ہیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

جو میرے شعلوں میں بھی چراغ جلاتے ہیں۔

جو مجھ میں روشنی مجھ میں زندگی دیکھتے ہیں!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ذکا سے ملاقات کے بعد شہرام سیدھا جیولر کے پاس چلا گیا۔ جیسے ہی اس نے دکان کے شیشے کے دروازے کو دھکیلا گھنٹی کی ہلکی سی آواز فضا میں بکھر گئی۔ دکان میں قدم رکھتے ہی سنار نے مسکراتے ہوئے استقبال کیا مگر شہرام کا چہرہ سپاٹ تھا۔اس کے ہاتھ میں فون تھا جس میں وہ ایک تصویر کھول چکا تھا۔ وہ سیدھا کاؤنٹر کے قریب جا کھڑا ہوا اور تصویر جیولر کے سامنے کر دی۔

"یہ انگوٹھی آپ کے یہاں بنتی ہے؟" اس کی آواز میں ٹھہراؤ تھا مگر اندر ہی اندر اضطراب کی چنگاریاں بھڑک رہی تھیں۔ جیولر نے عینک کو ناک پر درست کیا اور تصویر پر غور سے نظریں گاڑ دیں۔

"جی سر یہ ڈیزائن ہمارے ہاں ہی تیار ہوتا ہے مگر اسے بنوانے والے خاص لوگ ہوتے ہیں۔"

"میرے پاس وقت نہیں ہے مجھے فوراً ان لوگوں کی تفصیلات چاہیے جنہوں نے یہ انگوٹھی بنوائی تھی۔" شہرام نے سرد لہجے میں کہا۔

"سر یہ ہماری پالیسی کے خلاف ہے کہ ہم کسی کسٹمر کی معلومات فراہم کریں۔" سنار نے نرمی سے جواب دیا۔

شہرام کچھ نہیں بولا بس ایک کال ملا کر فون کا سپیکر آن کر دیا۔

"جی شہرام صاحب آپ پہنچ گئے شاپ پر؟" فون میں سے ابھرتی مانوس آواز سے سامنے کھڑا جیولر ہڑبڑا گیا۔

"جی وہیں کھڑا ہوں مگر آپکا جیولر مجھے لسٹ نہیں دکھا رہا۔" شہرام کی نظریں مسلسل سامنے پریشانی میں گھرے شخص پر تھیں۔

"میری بات کروائیں آپ ان سے۔" شہرام نے فون سپیکر سے ہٹا کر اس شخص کے ہاتھ میں دے دیا۔ کچھ ہی دیر بعد جیولیر اس کو لسٹ تھما رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"چونکہ آپ ہمارے مینیجر کے کولیگ ہیں اور انہوں نے خاص تاکید کی ہے تو یہ لیں لسٹ۔"

شہرام نے فائل لے کر کھولی اندر پانچ نام درج تھے۔اس کی نظریں لسٹ پر بھاگتی جا رہی تھیں مگر ایک نام پر آ کر ٹھہر گئیں۔

"یہ ہو نہیں سکتا۔۔۔"اس نے خود سے سرگوشی کی۔ایک پل کے لیے وہ خود کو تسلی دینے لگا کہ شاید یہ محض اتفاق ہو مگر پھر حقیقت کا سامنا کرتے ہوئے اس کے چہرے پر تناؤ کے آثار مزید گہرے ہو گئے۔

"کیا ہوا سر؟"جیولر نے محتاط لہجے میں پوچھا۔

شہرام نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور بغیر کوئی جواب دیے لسٹ کی تصویر کھینچ لی۔شکریہ کہہ کر وہ تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔دکان کے باہر نکلتے ہی اس نے فون نکالا اور یاسر کو کال ملائی۔

"مجھ سے بات کیے بغیر تمہیں سانس نہیں آتی کیا؟"یاسر نے حسبِ عادت طنزیہ لہجے میں کہا۔

شہرام نے اس کی بات کو نظر انداز کیا اور سیدھا مدعا پر آیا۔"ان بندوں کا کیا بنا؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں نے ڈی ایس پی سے بات کر لی تھی تینوں کی ڈیڈ باڈی پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دی گئی۔رپورٹ کے مطابق ان کی موت زہریلی گیس سے ہوئی ہے۔۔ مگر یہ جو تم نے پھنے خان بن کر ایک کے بازو میں گولی اتاری تھی شکر کرو بچ گئے تم۔ورنہ اس کا بھی جرمانہ بھرنا پڑتا۔

شہرام نے نظریں سڑک پر جمائیں اور ہلکی سانس بھری۔"اور وہ کال ریکارڈنگ؟

"وہ کال ریکارڈنگ ذکا کی ہی تھی۔میں نے ذکا کے فون کو ٹریس کیا تھا مگر جہاں تک مجھے لگتا ہے کہ یہ سب ذکا کو پھنسانے کی کوشش تھی۔جس نمبر سے ان بندوں کو ایڈریس موصول ہوا تھا وہ ذکا کا نمبر نہیں تھا۔میں اس کے شناختی کارڈ سے درج ہوئے نمبرز کی معلومات نکلوا چکا ہوں پر وہ نہیں تھا۔" یاسر اس کو ہر چیز سے آگاہ کر رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں کون ہے ان سب کے پیچھے اور اس نے ایسا کیوں کیا۔" ذکا سے ملاقات کے بعد اور گل لالہ کی موت کا سن کر جیسے ہر پزل اپنی جگہ لگ رہا تھا۔

"فضل خان سے بچ کر رہنا شہرام۔he is dangerous " یاسر اس کو خبردار کر رہا تھا۔

"If he's dangerous then I am the danger "وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"اب زیادہ فلمی ڈائلاگ نا بولو۔ آج تم جیویلیر کے پاس گئے تھے نا کچھ پتا چلا؟"

"ابھی وہیں سے نکلا ہوں۔ پانچ نام ملے ہیں مجھے جن کے پاس ویسی انگھوٹی ہے۔" سڑک کے کونے پر کھڑی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کسی سوچ میں گم تھا۔

"تم مجھے سارے نام بھیجو۔"

"میں تمہیں صرف ایک نام بھیجو نگا اور اس کے بارے میں ایک ایک خبر دو مجھے۔"

"نام بتاو تم بس۔" دوسری طرف یاسر مسکرایا اور لیپ ٹاپ کھولا۔

"ثبات شیخ۔" دو لفظی نام لے کر وہ یاسر کو حیران کر گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جاری ہے۔۔۔

Clubb of Quality Content

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842